اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝
پنجتن پاک

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

مصنف۔ حضرت قاضی عبدالرزاق ہاشمی مدظلہ

نام کتاب ــــــــــــــ پنجتن پاک
مصنف ــــــــــــــ حضرت قاضی عبدالرزاق ہاشمی مدظلہ
ایڈیشن ــــــــــــــ دوم مع اضافہ ضمیمہ علی مولیٰ
تعداد ــــــــــــــ 1000
مطبع ــــــــــــــ تعمیر ملت آفسٹ پرنٹرز رحیم یار خان
کتابت ــــــــــــــ ممتاز کمپیوٹر کمپوزر رحیم یار خان
ہدیہ ــــــــــــــ 100 ~~60~~ روپے

ملنے کا پتہ

الہاشمی پبلیکیشنز اللہ آباد

ڈویژن بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمد للہ الحی القیوم والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید الانبیاء و المرسلین وعلی الہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اما بعد

چند کتب خوارج دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں سے سرفہرست محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید اور رشید بن رشید اور حیات سیدنا یزید ہیں۔ علماء اہل سنت نے ان کے اکاذیب و اباطیل کا پورے طور پر رد فرمایا۔ چنانچہ مولانا طیب قاری مہتمم دارالعلوم دیو بند نے خلافت معاویہ و یزید کا جواب بنام شہید کربلا و یزید لکھا اور حوالوں میں محمود عباسی کی مجرمانہ خیانتوں کو ظاہر فرمایا اور اس کے دلائل کے دندان شکن جواب لکھے۔ دوسرے علماء نے بھی ان کے جوابات لکھے' جو کافی اور شافی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی باقی رہ گئی ہے کہ پنجتن پاک اور دیگر اہل بیعت کی تعظیم اور مودت کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے تاکہ خوارج کے تاریخی بہتانوں کا خودبخود ابطال ہو جائے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شرعی ہے' اس کو کتاب اور سنت کی روشنی میں واضح کیا جائے۔ یہ تاریخی مسئلہ نہیں کہ ہم خوارج مورخیں کے ہفوات کو فیصل بنائیں اس کا پورا حل تفاسیر' احادیث اور سیر اہل علم الکلام میں مفصل موجود ہے۔

حب پنجتن پاک اہل بیت ایمان بالرسالتہ کی جزو ہے۔

اگرچہ میری کم علمی اور بے بضاعتی اس بارہ میں قلم اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی لیکن رضا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کیلئے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت بیان کرنے کیلئے قلم اٹھایا ہے اس امر کو بھی واضح کرنا ہے کہ لفظ پنجتن پاک کی اصطلاح احادیث سے لی گئی ہے یہ لفظ شیعوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ اکابر اہل سنت اور اولیاء عظام نے اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔

سب سے پہلے پنجتن پاک کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت کا ذکر آئے گا۔ پھر باقی ماندہ چار افراد جو ان ہی کے اجزاء ہیں مذکورہ ہوں گے ان کے ساتھ تبعاً" اہل بیت نسب اور اہل بیت سکنی کا ذکر آتا رہے گا۔

حصہ اول

(پنجتن پاک کے فرد اول اور اصل کل حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال اللہ تعالی)

" واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمتہ ثم جاء کم رسول مصد ق لما معکم لتومنن بہ و لتنصرنہ ۔ قال اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری ۔ قالو اقررنا قال فاشہدو و انا معکم من الشاہدین " (سورہ ال عمران ایتہ نمبر ۸۱)

ترجمہ " اور یاد کر جب اللہ نے پیغمبوں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے اپنی شہیر الافاق تصنیف الخصائص الکبریٰ میں فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ آلہ وسلم کی رسالت ساری مخلوق کیلئے عام ہے۔ کہ حضرت شیخ تقی الدین سبکی اپنی کتاب التعظیم والمنتہ فی لتومنن بہ ولتنصرنہ میں فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وسلم کی بے انتہا عظمت کا اظہار ہے اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آپ اگر کسی رسول کے زمانہ میں تشریف لائیں تو اس رسول کے بھی آپ نبی اور رسول ہوں گے تو آپ کی نبوت اور رسالت آدم علی نبیا وعلیہ السلام کے زمانہ سے قیامت تک کی ساری مخلوق کیلئے عام ہے۔

سب انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں اور آپ کا فرمان بعثت الی الناس کافتہ آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لوگوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ آپ کے زمانہ سے پہلے زمانہ کے لوگوں کو بھی شامل ہے

اس تشریح سے آپ کے ارشاد کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد کا معنی بھی

واضح ہو گیا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور روح ابھی جمع نہیں ہوا تھا اس وقت بھی میں نبی تھا یعنی آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے اور وصف نبوت سے بالفعل متصف تھے جس نے علم الٰہی میں نبی ہونے کا معنی بتایا ہے وہ اس معنی کو نہیں پہنچا۔ کیونکہ علم الٰہی میں نبی ہونا آپ کی خصوصیت نہیں۔ علم الٰہی میں تو ہر نبی نبی تھا۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر آپ کا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ رسول اللہ تھے آپ نے اپنی امت کو اپنا یہ کمال بتایا تاکہ آپ کی قدرومنزلت پہچانیں اور آپ سے کسب کمال کریں۔ انتھی کلامہ

قرآن پاک کی آیت مذکورہ میں غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عالم ارواح میں عہد لیا کہ میں تم کو کتاب اور حکمت دے کر عالم دنیا میں بھیجوں گا۔ پھر تمہارے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا۔ اگر تم اس رسول کو پاؤ تو اس کے مومن اور ناصر بن کر رہنا۔ اور حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ اپنے زمانہ سے پہلے لوگوں کے بھی نبی ہیں اور آپ اس وقت میں بھی وصف نبوت سے متصف تھے جب آدم علیہ السلام کے جسم اور روح میں ربط اور اتصال پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور حدیث پاک میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب روحوں سے الست بربکم فرمایا تھا تو سب سے پہلے محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے بلیٰ کہا تھا آپ کا جواب سن کر سب نے بلیٰ کہا۔ گویا اس وقت بھی آپ فرائض نبوت انجام دے رہے تھے جب ثابت ہو گیا کہ آپ نبیوں کے نبی اور مقتدا ہیں تو پوری کائنات میں نہ آپ کا کوئی ہمسر ہو گا اور نہ کوئی آپ سے برتر۔ آپ کی اس یقینی برتری کی وجہ سے سب نبی اور ان کی امتیں آپ کے لواء الحمد کے نیچے ہوں گی۔ اور قیامت میں ساری مخلوق پر علی الاطلاق برتری آپ ہی کو حاصل ہو گی۔

آپ کا نور جو حضرت آدم علیہ کی پیدائش سے قبل نبی تھا آدم علیہ السلام میں ودیعت اور امانت رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو بشر بنا کر آدم علیہ السلام کی نسل سے ظاہر کرنا تھا چونکہ یہ نور برتر مطلق تھا اور اس کے سب صفات علی الاطلاق

اکمل تھے عبدیت ' طہارت ' اخلاص ' ہدایت ' ایسے تمام صفات کی اکملیت آپ میں علی الوجہ الاتم موجود تھی وصف اکملیت طہارت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ جن پشتوں اور رحموں کے راستہ سے گزر فرمائیں ان سب پشتوں اور رحموں کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ان سب پشتوں اور رحموں کو سفاح جاہلیت سے پاک کر دیا اور آپ کے سب حاملوں کو کفراور شرک کی نجاست سے بھی پاک رکھا۔ آپ نے فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات

ترجمہ = میں پاک مردوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کی رحموں کی طرف منتقل کیا جاتا رہا جب آپ نے اپنے حاملین اور حاملات کو پاک کے لفظ سے تعبیر فرمایا تو ضروری ہو گیا کہ آپ کے جمیع آباء موحد ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کے ارشاد انما المشرکون نجس سے مشرکین کی نجاست یقینی ہے۔ لہذا آپ کے آباء سے کسی نے شرک نہیں کیا اور نہ زنا کیا ہے علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا والد نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ عربی زبان میں چچا کو بھی اب کہہ دیا جاتا ہے۔

علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا خون اور پیشاب پاخانہ پاک ہیں کیونکہ آپ نے آپ کے پیشاب پینے والوں کو شفاء کی بشارت دی ہے تو جب آپ کے فضلات شریفہ شفاء ہوئے تو ان کا طاہر ہونا ضروری ہوا کیونکہ طاہر اعم مطلق ہے اور شفاء اخص مطلق یعنی ہر شفا کا طاہر ہونا ضروری ہے اور ہر طاہر کا شفا ہونا ضروری نہیں۔ شفا اور طاہر میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے۔

وہ احادیث درج ذیل ہیں جن سے علماء امت نے طہارت فضلات شریفہ کا حکم اخذ فرمایا ہے

حدیث نمبر1۔ " اخرج البزار والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم فی الحلیتہ من حدیث عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بعد عن ابیہ قال احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی والہ وسلم فاعطانی الدم فقال اذ ھب فغیبہ فذ ھبت فشربتہ فاتیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما صنعت قلت غیبتہ قال لعلک شربتہ قلت شربتہ و فی روایتہ قلت جعلتہ فی اخفی مکانظننت انہ خاف عن الناس قال لعلک شربتہ قلت شربتہ فقال

ویل لک من الناس وویل للناس منک و فی روایتہ قال رسول اللہ تعالی علیہ وعلی وسلم فما حملک علی ذلک قال علمت ان دمک لا تصبتہ نارجہنم فشربتہ فقال ویل لک من الناس وعندالدار قطنی من حدیث اسماء بنت ابی بکر نحوہ و فیہ لاتمسک النار و فی کتاب الجوہر المکنون فی ذکر القبائل والبطون انہ لما شرب ای عبداللہ بن الزبیر دمہ تضوع فمہ مسکا و بقیت رائحتہ موجودہ فی فمہ الی ان صلب رضی اللہ تعالی عنہ(المواہب اللدنیہ ج ا صفحہ ۲۸۴)

ترجمہ = حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ تعالی علیہ وسلم نے سینگی کے ذریعہ اپنا خون نکلوایا اور اپنا خون مجھے دیا اور فرمایا کہ اس کو لے جا اور کہیں چھپا دے میں لے کر گیا اور وہ خون پی لیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خون کہاں کیا میں نے عرض کیا اس کو چھپا دیا ہے فرمایا کہ شاید تو نے اسے پی لیا ہے میں نے کہا پی لیا ہے دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں میں نے کہا اس کو ایسی مخفی جگہ پر رکھا ہے جو میرے خیال میں لوگوں سے پوشیدہ ہے تو فرمایا شاید تو نے اسے پی لیا ہے میں نے کہا ہاں پی لیا ہے تو آپ نے فرمایا تجھ کو لوگوں کی طرف سے مصیبت پہنچے گی اور لوگوں کو تیری طرف سے مصیبت پہنچے گی ایک دوسری روایت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا تو میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے خون کو دوزخ کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی اسی وجہ سے پی لیا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھ کو لوگوں کی طرف سے مصیبت پہنچے گی۔ دار قطنی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر کی حدیث اسی طرح ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ اور کتاب الجوہر المکنون فی ذکر القبائل والبطون میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب سے عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون پیا تو عبداللہ کے جسم سے کستوری کی خوشبو آنے لگی اور ساری عمر حتی کہ سولی پر لٹکائے جانے تک باقی رہی۔

یہ آپ کا خون پینے والے عبداللہ بن زبیر چھ سات سال کے بچے تھے آپ بچوں کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن عبداللہ بن زبیر کو بیعت بھی کر لیا تھا۔ آپ نے

ان کی معیبت بھی مبہم طور پر بتا دی وہ معیبت سولی پر لٹکایا جانا تھا۔

یہی عبداللہ بن زبیر اور حسین ابن رسول دو ہی شخص تھے جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

اب غور فرمایئے کہ دوسرے لوگوں کا خون اگر بدن کو یا کپڑے کو لگ جائے تو بدن یا کپڑا ناپاک ہو جائے گا لیکن یہ آپ کا خون پاک ہے حتی کہ پینے والا دوزخ سے مامون اور محفوظ ہو گیا

حدیث نمبر۲

واخرج الحسن بن سفیان فی مسنده والحاکم والدارقطنی والطبرانی وابونعیم من حدیث مالک النخعی عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی عن ام ایمن قالت قام رسول الله صلی الله علیه وسلم من اللیل الی فخارة فی جانب البیت فبال فیها فقمت من اللیل وانا عطشانة فشربت مافیها وانا لااشعر فلما اصبح النبی صلی الله علیه واله وسلم قال یا ام ایمن قومی فاہریقی و ما فی تلک الفخارة قلت قدو الله شربت مافیها قالت فضحک رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی بدت نواجذه ثم قال اما والله لا یجعن بطنک ابدا (مواهب ج ا صفحه ۲۸۴)

ترجمہ = "حضرت ام ایمن نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھ کر ایک مٹی کے برتن کی طرف تشریف لے گئے جو گھر کے کونے میں رکھا تھا تو اس میں پیشاب کیا میں رات کو پیاسی اٹھی اور اس مٹی کے برتن میں جو کچھ تھا پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اے ام ایمن اٹھ کر جو کچھ اس برتن میں ہے اسے باہر پھینک دے میں نے کہا اللہ کی قسم میں نے اس برتن کا سارا پانی پی لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے دانت نواجذ بھی ظاہر ہو گئے تو فرمایا خبردار اللہ کی قسم تیرا پیٹ کبھی نہیں دکھے گا"۔

یہاں آپ نے اپنے پیشاب کو شفاء قرار دیا۔ مواہب شریف میں اسی حدیث کے بعد برکہ خادمہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک پیالہ میں رکھا ہوا آپ کا پیشاب نادانستہ طور پر پی لیا تو آپ نے اسے فرمایا صحہ.

یا ام یوسف ای ام یوسف یہ پیشاب تیرے لئے صحت ثابت ہو گا۔ چنانچہ وہ برکتہ ام یوسف زندگی بھر کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ فقط اس کو موت کی بیماری آئی۔

اس حدیثوں کی بناء پر علماء امت نے بالاتفاق آپ کے فضلات شریفہ کو طاہر کہا۔ کیونکہ طہارت عام ہے اور شفاء خاص۔ جب فضلات شریفہ کا شفا ہونا ثابت ہو گیا تو "ضمنا" ان کا طاہر ہونا بھی ثابت ہو گیا وہوا لمطلوب ' والحمدللہ علی ذلک آپ کے پاخانہ کے متعلق احادیث

حدیث نمبر ۳۔

فعند الدار قطنی فی الافراد حد ثنا محمد بن البابلی حد ثنا محمد بن سلیمان البابلی حسان الاموی انباء ناعبد ۃ بن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ من عائشتہ قالت یا رسول اللہ انی اراک تدخل الخلاء ثم یاتی الذی بعد ک فلا یری لما یخرج منک اثرا" فقال یا عائشہ اما علمت ان اللہ امر الارض ان تبتلع ما یخرج من الانبیاء و محمد بن حسان بغدادی ثقتہ من رجال الصحیح ولہ طرق اخری عند ابن سعد والاخری عند الحاکم فی مستدرکہ (مواھب ج ا صفحہ ۷۸۴)

ترجمہ = "حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یارسول میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں پھر آپ کے بعد والا انسان داخل ہوتا ہے اور آپ سے نکلی ہوئی چیز کا کوئی نشان نہیں دیکھتا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالٰی نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء سے نکلی ہوئی چیز کو نگل لے"۔

حدیث نمبر ۴۔

قال ابونعیم حدثنا محمد بن ابراہیم حدثنا علی بن احمد بن سلیمان المصری حدثنا ذ کریا بن یحیی البلخی حد ثنا شہاب بن معمرا العوفی حد ثنا عبدالکریم الخزاز حد ثنا ابوعبد اللہ المدینی عن لیلی مولاۃ عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ انک تدخل الخلاء فاذا خرجت دخلت علی اثرک فما اری شیئا الا انی اجد رائحتہ المسک قال انا معشر الانبیاء تنبت اجسادنا علی ارواح اہل الجنتہ فما خرج منہا من شی ابتلعتہ الارض الخصائص

ترجمہ = "حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بے شک آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں تو جب آپ نکلتے ہیں میں آپ کے پیچھے داخل ہوتی ہوں تو کوئی چیز نہیں دیکھتی ہاں وہاں فقط کستوری کی خوشبو پاتی ہوں آپ نے فرمایا کہ ہم نبیوں کی جماعت کے جسم بہشتیوں کی روحوں کی مانند ہوتے ہیں ان سے جو چیز نکلتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے"

ان حدیثوں سے امور ذیل معلوم ہوئے

ا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاخانہ کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا

۲۔ آپ کے بعد جانے والے بیت الخلاء میں کستوری کی خوشبو محسوس کرتے تھے

۳۔ نبی کا جسم اہل جنت کی روح کی مثل ہے

۴۔ نبی کے جسم سے اگر کوئی چیز نکلے تو زمین اس کے نگلنے کی مامور ہے

احادیث میں مذکور ہے کہ اہل جنت جو کچھ کھائیں پئیں گے وہ ڈکار کی ہوا یا خوشبودار پسینہ بن کر غائب ہو جائے گا۔ یعنی پاک اور خوشبودار مادہ بن کر غائب ہو جائے گا۔ بعینہ اسی طرح ہر نبی کا خوردہ یا نوشیدہ پاک پیشاب یا کستوری کی طرح پاک اور خوشبودار لطیف مادہ نکلتا ہے تو آپ کے پاخانہ کی طہارت اور لطافت اور تعطر ثابت ہو گئے وہوا لمقصود

نیز آپ کے جسم اطہر کا روح کی مانند لطیف ہونا بھی ثابت ہو گیا

(آپ کے جسم اطہر کی خوشبو)

مواہب شریف میں ہے کہ آپ کا جسم اطہر دائما" معطر اور خوشبودار تھا اگرچہ آپ خوشبو نہ لگاتے۔

حدیث نمبر ۵۔

روی الامام احمد انس رضی اللہ تعالی عنہ قال ماشممت ریحاقط ولا مسکاولا عنبرہ اطیب من ریح رسول اللہ تعالی علیہ والہ وسلم (مواہب ج ا صفحہ ۲۸۴)

ترجمہ = "حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے کوئی خوشبو یا کستوری یا عنبر آپ کے جسم اطہر کی خوشبو کے برابر خوشبودار نہیں سونگھے"۔

حدیث نمبر ۶۔

عن ام عاصم امراۃ عتبتہ بن فرقد السلمی کنا عند عتبہ اربع نسوۃ فمامنا امراۃ الاوہی تجہتد نی الطیب لتکون اطیب من صاحبتہا وما یمس عتبہ الطیب الاان یمس د ہنا یمسح بہ لحیتہ ولہو اطیب ریحامنا و کان اذا خرج الی الناس قالو ماشممنا ریحا" اطیب من ریح عتبہ ' فقلت لہ یوما انا لنجتہد فی فی الطیب ولانت اطیب ریحا" منا فمم ذ اک فقال اخذ نی الشری علی عہد رسول اللہ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فاتیتہ وشکوت ذ لک الیہ فامرنی ان اتجرد فتجردت وقعدت بین یدیہ و القیت ثوبی علی فرجی فنفث فی یدہ ثم مسح ظہری وبطنی بیدہ فعبق بی ہذا الطیب من یومئذ ' رواہ الطبرانی فی معجمہ الصغیر ورد ی ابویعلی والطبرانی قصہ الذ ی استعان بہ صلی اللہ وعلی والہ وسلم علی تجہیز ابنتہ فلم یکن عندہ شی فاستدعا بقار ورتہ فسلت فیہا من عرقہ وقال فلتطیب بہ فکانت اذا تطیبت بہ شم اہل المدینہ ذلک الطیب فسمو بیت المطیبین وقال جابربن عبداللہ کان فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصال لم یکن فی طریق فیتبعہ احد الاعرف انہ سلکہ من طیب عرقہ و عرفہ ولم یکن یمر بحجز الاسجد لہ رواہ الد اری والبیہقی وابونعیم (مواھب ج ا صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ = " عتبہ بن فرقد السلمی کی بیوی ام عاصم سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ ہم عتبہ کی چار بیویاں تھیں ہم میں سے ہر عورت خوشبو لگانے کی پوری کوشش کرتی کہ باقی تین عورتوں سے خوشبو میں بڑھ جائے لیکن عتبہ کبھی خوشبو نہیں لگاتا تھا فقط تیل لے کر اپنی داڑھی کو لگا لیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے بوجود عتبہ کے جسم کی خوشبو چاروں بیویوں کی خوشبو سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب وہ گھر سے نکل کر لوگوں میں جاتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ کی خوشبو کے برابر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ میں نے ایک دن عتبہ سے پوچھا کہ ہم چار دن خوشبو لگانے میں پورا زور لگاتی ہیں پھر بھی آپ ہم چاروں سے زیادہ خوشبودار ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے ؟ تو عتبہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں میرے جسم پر پتی اچھلی (یعنی وہ دانے

نکلے جو گرمی کے دنوں میں نکلتے ہیں اور ان میں بے پناہ خارش ہوتی ہے) تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی تو آپ نے مجھے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ میں کپڑے اتار کر آپ کے آگے بیٹھ گیا اور شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں پر پھونک ماری پھر وہ ہاتھ میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ پر پھیر دیئے اس روز سے میری جسم میں یہ خوشبو پیدا ہوئی

یہ روایت طبرانی نے معجم صغیر میں بیان کی ہے اور ابویعلی اور طبرانی نے اس شخص کا قصہ نقل کیا ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیٹی کے جہیز میں مدد مانگی۔ آپ کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ تو سائل سے شیشی مانگی پھر اس شیشی میں اپنا پسینہ جمع فرمایا اور فرمایا کہ یہ پسینہ اپنی بیٹی کو دے دے اور اسے کہہ دے کہ اسے بطور خوشبو لگائے تو وہ لڑکی جب آپ کا پسینہ بطور خوشبو استعمال کرتی تو پورے مدینہ طیبہ کے لوگ اس خوشبو کو محسوس کرتے اور لوگوں نے ان کے گھر کو بیت المطیبین کہنا شروع کردیا یعنی خوشبوداروں کا گھر اور حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں کئی خصوصیات تھیں آپ جس راستہ سے جاتے تو آپ کے بعد آنے والا پہچان لیتا کہ یہاں سے آپ نے گزر فرمایا ہے یعنی راستہ میں آپ کی خوشبو کی مہک موجود ہوتی اور جس پتھر سے گزرتے وہ پتھر آپ کو سجدہ کرتا"۔

حدیث نمبر ۷۔

ولم یکن لہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس اوا لقمر لا یظہر لہ ظل قال غیرہ و یشہدلہ قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا (مواہب ج ۱ صفحہ ۲۸۰)

ترجمہ = "چاند اور سورج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا ترمذی حکیم نے ذکوان سے روایت کیا اور ابن سبع نے کہا کہ آپ نور تھے اس لئے جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے محدثین

نے کہا کہ آپ کی دعا واجعلنی نورا" اس کی شاہد ہے " حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ آپ کا سایہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا کہ ہر چیز کا سایہ اس چیز سے لطیف ہوتا ہے اس لئے اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے لطیف تر ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز آپ سے لطیف تر پیدا نہیں فرمائی۔

حدیث ۸۔

وقال ابوہریرہ اذا اضحک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم یتلا لا فی الجدر رواہ البزار والبیہقی (مواہب ج اصف)

ترجمہ = ابوہریرہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنستے تو آپ کے دانتوں کی روشنی دھوپ کی طرح دیواروں پر پڑتی۔

حدیث ۹

وعن عائشہ رضی اللہ اللہ تعالی عنہا قالت لم یکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالطویل البائن ولابا لقصیر المتردد و کان ینسب الی الربعہ اذ امشی وحدہ ولم یکن علی حال یماشیہ احد من الناس ینسب الی الطول الا طالہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولربما اکتنفہ الرجلان الطویلان فیطولہما فاذ ا فارقاہ نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی الربعہ رواہ ابن عساکر والبیہقی وزاد بن سبع فی الخصائص انہ کان اذ اجلس یکون کتفہ اعلی من جمیع الجالسین

ترجمہ = حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نہ زیادہ لمبے اور نہ زیادہ پست قامت تھے جب اکیلے چلتے تو درمیانہ قد کے تھے اور جب کسی لمبے انسان کے ساتھ چلتے تو اس شخص سے بھی لمبے ہو جاتے۔ بسا اوقات دو لمبے آدمی آپکو درمیان میں لے لیتے تو آپ ان دونوں سے لمبے ہو جاتے۔ جب وہ دو لمبے جدا ہو جاتے تو آپ درمیانہ قد کے ہو جاتے ابن عساکر اور بیہقی نے روایت کیا اور ابن سبع نے خصائص میں کہا کہ آپ جب بیٹھتے تو آپ کے دونوں کندھے سب بیٹھنے والوں سے اونچے ہوتے تھے "

حدیث ۱۰

وذ کرالقاضی عیاض فی الشفای والعز فی مولده ان من خصائصهانه کان لاینزل علیه الزباب (الخصائص الکبری ج ۱ ص ۱۷)

ترجمہ = "حضرت قاضی عیاض نے شفا میں اور عز نے آپ کے مولد میں ذکر کیا کہ آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی"

علامہ سیوطی نے یہ بات بھی احادیث سے ثابت کی ہے کہ آپ جمائی اور احتلام سے بھی محفوظ تھے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شیطان کے اثر سے ہوتی ہیں اور آپ شیطان کے اثر سے محفوظ ہیں۔

جب آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کے سوار ہونے کی حالت میں نہ پیشاب کرتا نہ پاخانہ۔ جب آپ اتر کر اس جانور سے دور ہو جاتے تب وہ پیشاب پاخانہ کرتا۔ تفسیر عزیزی

عقل اور قدرت

آپ کی عقل کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے

حدیث ۱۱

اخرج ابونعیم فی الحلیته وابن عساکر عن وھب بن منبه قال قرات احدلوسبعین کتابا فوجدت فی جمیعها ان الله لم یعط جمیع الناس من بدء الدنیا الی انقضائها من العقل فی جنب عقل محمد صلی الله تعالی علیه واله وسلم الا کعبته رمل بین جمیع رمال الدنیا وان محمدا صلی الله تعالی ارجح الناس عقلا وارجحهم رایا" (الخصائص ۱ ص ۱۱۳)

ترجمہ = "حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا میں نے اکہتر آسمانی کتابیں پڑھی ہیں تو ان سب کتابوں میں یہ بات پائی ہے کہ ابتداء آفرینش سے قیامت تک کے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں اس قدر عقل وہی ہے جیسے ریت کا ایک دانہ دنیا بھر کی ریت کے مقابلہ میں۔ یعنی ساری دنیا کے انسانوں کی عقل ریت کا ایک دانہ ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم کی عقل دنیا بھر کی ریت کا انبار ہے۔"

آیت ۔ **وما کان اللہ لیطعکم علیٰ الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۔**

سورۃ آل عمران

ترجمہ =" اللہ کی شان یہ نہیں کے اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے "(ترجمہ اعلیحضرت)

یعنی اللہ تعالٰی علم غیب ہر کس وناکس کو نہیں دیتا ۔ علم غیب عطا کرنے کیلئے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے

اب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وعلی وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو کتنے علوم عطا فرمائے ہی۔

حدیث ۲

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان اللہ قدرفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ماہو کائن فیہا الی یوم القیامہ کانما انظر الی کفی ہذہ جلیانا جلاہ لنبیہ کما جلّاہ للنبیس من قبلہ (الخصائص ج صف ۱۸۵)

ترجمہ=" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ساری دنیا میرے سامنے اٹھائی تو میں اس دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک ہونے والی سب چیزوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں ۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے اپنے نبی کیلئے اظہار ہے جس طرح پہلے نبیوں کیلئے اظہار فرمایا"

معلوم ہوا کہ آپ نے قیامت تک ہونے والی سب چیزوں کو دیکھا اور دیکھتے رہیں گے کیونکہ انظر مضارع ہے اور مضارع کی وضع استمرار تجددی کیلئے ہے

حدیث ۳

اخرج احمد عن سمرۃ بن جندب قال کسفت الشمس فصلی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ثم قال انی واللہ لقدرایت منذ قمت اصلی ما انتم لاقوہ من امر دنیا کم واخرتکم (الخصائص ج صف ۱۸۵)

ترجمہ="حضرت سمرہ بن خدبؓ سے روایت ہے فرمایا کہ سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر فرمایا بے شک میں نے اللہ کی قسم جب سے نماز پڑھنے لگا ہوں تو وہ سب چیزیں دیکھ لی ہیں جو تمہیں دنیا یا آخرت میں پیش آنے والی ہیں"

اللہ تعالیٰ جلالہ وعم نوالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔جو جواہر تفاسیر متقدمین میں بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جو ہر کسی ایک تفسیر میں اور دوسرا جو ہر کسی دوسری تفسیر میں ملتا تھا تو آپ نے وہ سب جواہر اپنی تفسیر روح المعانی میں جمع کر دیئے ہیں۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ان کی رای کو علماء کی نظر میں بڑی فوقیت حاصل ہے لہذا یہ تفسیر علماء اہل السنۃ کے ہر شعبہ میں مقبول اور محبوب ہے۔

علامہ آلوسی نے سورہ الم نشرح کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے امتنان شرح صدر پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ شرح صدر کی یہ آخری تفسیر مقام امتنان سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر منت جتا رہا ہے کہ اے حبیب ہم نے آپ کا سینہ یعنی قلب اطہر علم کی وسعتوں سے اتنا کشادہ کر دیا ہے کہ وہ قلب غیب اور شہادت دونوں عالموں کو محیط ہو گیا ہے تو آپ کیلئے کان۔ کائن یکون سب برابر ہیں یعنی ماضی حال استقبال سب کو آپ کا علم حاوی ہے اور آپ کا اختلاط مع الخلق اشتغال بالحق سے مانع نہیں ہے آپ بیک وقت اپنے رب سے مستفید اور مخلوق کیلئے مفید ہوتے ہیں۔ قدتم تفسیرہ

اب غور فرمایئے کہ صاحب روح المعانی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو جمیع معلومات عالم غیب وعالم شہادہ پر محیط مانا ہے۔

یعنی کائنات کا کوئی ذرہ آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں صلی اللہ علیٰ حبیبہ وسلم

حدیث ۱۴

اخرج مسلم عن حذیفہ قال لقد حدثنی رسول اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم بما یکون حتی تقوم الساعتہ (الخصائص)

ترجمہ= "حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسلم نے وہ سب چیزیں بتائیں جو قیامت تک ہونے والی ہیں"

حدیث نمبر ۱۵

اخرج الطبرانی عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کان فی حائط فاستا ذن ابوبکر فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنتہ ثم استاذ ن عمر فقال ائذ ن لہ و بشرہ بالجنتہ و بالشہاد ۃ ثم استاذ ن عثمان فقال ائذن لہ وبشر بالجنتہ وبالشہاد ۃ (الخصائص)

ترجمہ= "حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تھے تو ابوبکر نے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت سنا دو۔ پھر عمر آئے اور اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور بہشت کی اور شہادت کی خبر سنا دو۔ پھر عثمان آئے اور اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور بہشت اور شہادت کی خبر سنا دو"۔

حدیث نمبر ۱۶

اخرج الطبرانی فی الاوسط والبیہقی عن زید بن ارقم قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انطلق حتی تاتی ابابکر فتجدہ فی دارہ جالسا محتبیاہ فبشرہ بالجنتہ ثم انطلق حتی تاتی الثنیہ فتلقی عمر راکبا علی حمار تلوح صلعتہ فبشرہ بالجنتہ ' ثم انطلق حتی تاتی عثمان فتجدہ فی السوق یبیع و یبتاع فبشرہ بالجنتہ بعد بلا شد ید فانطلقت فوجدتہم کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فاخبرتہم (الخصائص ج ا صفحہ ۲۰۶)

ترجمہ = "زید بن ارقم سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا فرمایا جا ابوبکر کے پاس تو اس کو گھر میں احتباء کی شکل میں بیٹھا ہوا پائے گا۔ تو اس کو جنت کی بشارت دے کر پھر عمر کے پاس جا۔ تو اس کو ثنیہ میں گدھے پر سوار پائے گا

اس کے سر کا گنج چمکتا ہو گا اس کو بھی جنت کی بشارت دے پھر عثمان کے پاس جا تو اس کو بازار میں خرید و فروخت کرتا ہوا پائے گا۔ تو اس کو بڑی مصیبت پیش آنے کی اور جنت کی بشارت دے"۔

تو میں گیا اور ان کو اس حال میں پایا جو آپ نے فرمایا تھا۔ میں نے ان کو آپ کی بات بتائی۔

حدیث نمبر ۱۷

اخرج احمد والحاکم بسند صحیح عن عمار بن یاسر ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم قال لعلی اشقی الناس رجلان ' احیمر ثمود الذی عقرالناقتہ والذی یضربک یا علی علی ہذہ یعنی قرنہ حتی یبل منہ ھذہ یعنی لحیتہ و قدورد ذلک من حدیث علی و جابربن سمرۃ وصہیب وغیرھم (الصواعق المحرقہ صفحہ ۴۴)

ترجمہ = "عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ دو شخص سب لوگوں سے زیادہ بدبخت ہیں ایک سرخک ثمود جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اے علی دوسرا بڑا بدبخت وہ ہو گا جو تیرے درمیان سر پر تلوار مارے گا۔ جس سے تیری ڈاڑھی تر ہو جائے گی۔ یہ حدیث علی و صہیب و جابر سمرہ و غیرھم سے بھی مروی ہے

حدیث نمبر ۱۸

اخرج الحاکم و صححہ والبیہقی عن ام سلمتہ قالت ذ کر النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم خروج بعض امہات المومنین فضحکت عائشہ فقال انظری یا حمیرا ان لاتکونی انت ثم التفت الی علی فقال ان ولیت من امرہا شیئا فارفق بہا (الخصائص ج صفحہ ۱۳۱)

ترجمہ = "حضرت ام سلمہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ام المومنین کا خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے کا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ ہنسی تو آپ نے فرمایا اے حمیرا دیکھ وہ خروج کرنے والی تو نہو آپ نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تو اس ام المومنین کے معاملہ کا مالک ہو تو اس سے

نرمی کرنا

حدیث نمبر۱۹

اخرج الشیخان عن ابی سعید ومسلم عن ام مسلمہ وابی قتادہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیہ ' ہذا الحدیث متواتر رواہ من الصحابۃ بضعۃ عشر کما بینت ذ لک فی الاحادیث المتوترۃ (الخصائص ج صفحہ ۱۳۹)

ترجمہ = شیخین نے حضرت ابو سعید سے اور مسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ حدیث متواتر ہے

حدیث نمبر۲۰

واخرج البیہقی وابونعیم عن مولاۃ لعمار قالت اشتکی عمار شکوی فغشی علیہ فافاق ونحن نبکی حولہ فقال اتخشون ان اموت علی فراشی اخبرنی حبیبی رسول اللہ تعالی علیہ والہ وسلم انہ تقتلنی الفئۃ الباغیہ و اخر ادمی من الدنیا مذقہ من لبن (الخصائص ج صفحہ ۱۳۹)

ترجمہ = حضرت عمار کی خادمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار بیمار ہوئے اور بے ہوش ہو گئے ان کو افاقہ ہوا تو ہم ان کے گردا گرد رو رہے تھے فرمانے لگے کیا تمہیں ڈر ہے کہ میں بستر پر پڑا مرجاؤں گا (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس دنیا سے میری آخری غذا دودھ کا گھونٹ ہو گا۔

حدیث نمبر۲۱

اخرج الشیخان عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم وہو یقسم قسما اذا تا ذوالخویصرۃ فقال یا رسول اللہ اعدل قال ویلک ومن یعدل اذالم اعدل خبت و خسرت ان لم اعدل ' قال عمر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائذن لی فیہ اضرب عنقہ فقال رسول اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا

يحقر احد كم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم ' يقرائون القران لايجاوز تراقيهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية انيهم رجل اسود احد ى عضديه مثل ثد ى المراه اومثل البضعته تدردر يخرجون على خير فرقه من الناس قال ابوسعيد فاشهد انى سمعت هذا من رسول الله صلى الله تعالى واله وسلم و اشهد ان على بن طالب قاتلهم وانا معه وامر بذ لک الرجل فالتمس فوجد فاتى به حتى نظرت اليه على نعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الذى نعته واخرج ابويعلى وزاود فى اخره فقال على ايكم يعرف بذ ا فقال رجل من القوم بذ ا حرقوص وامه هنها فارسل الى امه فقال لها من بذ ا ' قالت ما ادرى الاانى كنت فى الجاهلية ارعى غنما بالربذ ة فغشنى شى ء كهيته الظلمته فحملت منه فولد ت بذا (الخصائص صفحه ۱۵۰)

ترجمہ = "شیخین نے حضرت ابو سعیدی خدری سے روایت کیا فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اچانک ذوالخویصرۃ تمیمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف کیجئے آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اگر میں نے انصاف نہ کیا تو اور کون کرے گا تو خائب اور خاسر ہے اگر میں نے انصاف نہ کیا حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت فرمایئے میں اس کی گردن اڑا دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانے گا اور اپنے روزہ کو ان کے روزہ کے سامنے حقیر جانے گا قرآن مجید پڑھیں گے اور ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ سارے اسلام پر عمل کر کے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کی نشانی ایک کالا شخص ہو گا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہو گا یا فرمایا کہ گوشت کے ٹکڑے کی طرح تھرتھراتا ہو گا وہ لوگ لوگوں میں سے بہترین جماعت کی بغاوت کریں گے۔

حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان

لوگوں سے جہاد کیا اور میں آپ کے ساتھ جہاد میں شریک تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کالے شخص کو تلاش کرو جس کا بازو عورت کے پستان کی طرح ہو گا تلاش کے بعد وہ مل گیا تو وہ آپ کے پاس لایا گیا تو میں نے اس کالے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق پایا۔

ابو یعلی نے بعینہ یہی روایت بیان کی ہے اس روایت سے میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کالے کو جانتا ہے تو اس قوم میں سے ایک شخص بولا کہ یہ کالا حرقوص ہے اس کی ماں یہاں موجود ہے تو آپ نے ایک قاصد بھیجا جو اس کی ماں کو لایا آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرا بیٹا کس خاندان سے ہے وہ بولی کہ میں صرف یہ بات جانتی ہوں کہ زمانہ جاہلیت میں میں ربذہ کے مقام پر بکریاں چرا رہی تھیں تو اندھیرے کی طرح کسی چیز نے مجھے گھیر لیا تو میں حاملہ ہو گئی اور میرا یہ بیٹا پیدا ہوا"۔

اس حدیث سے ہم نے امور ذیل معلوم کئے

۱۔ حضرت عمر کی رای میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا عیب نکالنے والا واجب القتل ہے

۲۔ اس عیب نکالنے والے کے اور بھی ساتھی ہیں جن کا کام پاک لوگوں سے لڑنا اور انہیں متہم کرنا ہے

۳۔ حضرت علی نے ایسے لوگوں سے جہاد کیا اور انہیں واجب القتل جانا

۴۔ پاک لوگوں کی تنقید کرنے والے شیطان کے بیٹے ہوتے ہیں جس طرح وہ کالا شیطان کا بیٹا ثابت ہوا

۵۔ ایسے لوگوں کے نماز روزہ تلاوت قرآن اگرچہ پورے آداب سے ہوں ان کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔

حدیث نمبر ۲۲

اخرج البخاری عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم للحسن ان ابنی ہذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین

واخرج البیہقی من حدیث جابر مثلہ (الخصائص ج صفحہ ۱۲۹)

ترجمہ = حضرت ابوبکر سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت حسن سے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے ذریعہ مسلمانوں کی بڑی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا"

حدیث نمبر ۲۳

واخرج ابن السکن والبغوی فی الصحابۃ وابونعیم من طریق سحیم عن انس بن الحارث سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول انی ابنی ہذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لہا کربلاء فمن شہد ذلک منکم فلینصرہ فخرج انس بن الحارث الی کربلاء فقتل بہا مع الحسین (الخصائص ج ۱۲۳)

ترجمہ = "حضرت انس بن الحارث نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرا یہ بیٹا یعنی حسین اس سرزمین پر شہید ہو گا جس کا نام کربلا ہو گا تم میں سے جو شخص اس وقت حاضر ہو وہ حسین کی مدد کرے تو حضرت انس بن حارث کربلاء کو گئے اور وہیں حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے"۔

حدیث نمبر ۲۴

اخرج البیہقی عن ابی سعید الخدری سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم یکون خلف من بعد ستین سنتہ اضاعو الصلوۃ واتبعو الشہوات فسوف یلقون غیا ثم یکون خلف یقرئون القران لایعدو تراقیہم (الخصائص ج صفحہ ۱۳۶)

ترجمہ = "حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ سنہ ۶۰ء کے بعد ایسے جانشین ہوں گے جو نماز کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے۔ وہ عنقریب جہنم کے طبقہ غی سے جا ملیں گے پھر ایسے جانشین ہونے گے کہ قرآن مجید پڑیں گے وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا"۔

حدیث نمبر ۲۵

واخرج الحاکم وصححہ عن ابی ہریرہ یرویہ ویل للعرب من شرقد اقترب علی راس الستین تصیر الامانتہ غنیمتہ والصدقہ غرامتہ والشہادۃ بالمعرفتہ والحکم

بالهوی (الخصائص ج ا صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ = "حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ عرب برباد ہو گیا کہ برائی ۶۰ھ کے آخر میں آنے والی قریب آ گئی۔ امانت غنیمت بن جائے گی اور گواہی جان پہچان کی بنا پر ہو گی اور فیصلہ نفسانی خواہش سے ہو گا"۔

حدیث نمبر ۲۶

واخرج ابونعیم عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل قالت مررت بالنبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم فقال انک حامل بغلام فاذا ولدت فاتنی بہ قلت یا رسول اللہ انی ذاک وقد حالفت قریش ان لاباتو النساء قال ہو ماقد اخبر تک قالت فلما ولدتہ اتیتہ فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی الیسری والبہ من ریقہ و سماہ عبداللہ وقال اذھبی بابی الخلفاء فاخبرت العباس فاتاہ فذکرلہ فقال ہو ما اخبر تک ہذا ابوالخلفاء حتی یکون منہم السفاح حتی یکون منہم المہدی حتی یکون منہم من یصلی بعیسی علیہ السلام (الخصائص ج صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ = "حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے ام الفضل نے حدیث بیان کی ہے کہ میں رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ تجھے عنقریب ایک لڑکے کا حمل ہو گا جب وہ لڑکا پیدا ہو اسے میرے پاس لانا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم یہ بات کہاں ہو سکتی ہے قریش نے تو قسمیں کھائی ہیں کہ عورتوں کے قریب نہیں آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا بات وہی ہو گی جو میں نے کہہ دی ہے فرماتی ہیں کہ جب میرا لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے آپ کے پاس لائی اور آپ نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ بادشاہوں کے باپ کو لے جا۔ میں نے یہ بات اپنے شوہر عباس کو بتائی تو وہ آپ کے پاس آئے اور یہ ذکر چھیڑا تو آپ نے فرمایا بات وہی ہے جو میں نے بتا دی ہے یہ بچہ بادشاہوں کا باپ ہے ان میں سفاح ہو گا اور ان میں مہدی ہو گا اور ان میں وہ شخص بھی ہو گا جو عیسی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی وسلم کے علم کے بارہ میں کچھ احادیث کے جواہر

پارے لکھ دیئے ہیں اس سلسلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جو ہمارے بحث سے متعلق ہیں

قدرت مبارکہ

اب آپ کی خداداد قدرت کے بارہ میں چند احادیث پیش خدمت ہیں

اقتربت الساعته وانشق القمر ترجمہ = قیامت قریب آ گئی اور چاند چر گیا یعنی دو ٹکڑے ہو گیا (سورۃ قمر-ا)

آپ کے معجزات میں سے صرف دو معجزوں کا ذکر صریح قرآن مجید میں موجود ہے ایک خود قرآن مجید اور دوسرا چاند کا انشقاق آپ کے معجزہ انشقاق قمر میں بہت ہی حدیثیں آئی ہیں

حدیث نمبر۲۷

ففی الصحیحین من حدیث انس رضی اللہ تعالی عنہ ان اہل مکہ سالوا رسول اللہ صلی اللہ تعالی ان یریہم ایتہ فاراھم انشقاق القمر شقتین فی حتی راوا حراء بینہما (مواہب ج ا صفحہ ۳۵۶)

ترجمہ = "بخاری و مسلم میں حضرت انس کی روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنے نبی ہونے کی کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کا دو ٹکڑے کرنا دکھایا حتی کہ اہل مکہ نے حراء پہاڑی کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا"۔

اہل مکہ جانتے تھے کہ نبی ہی آسمانی اشیاء پر تصرف کر سکتا ہے لیکن جب آپ کا یہ تصرف انہوں نے دیکھ لیا تو ازراہ عناد کہنے لگے یہ جادو ہے حدیث انشقاق قمر کو محدثین نے متواتر کہا ہے لہذا یہ معجزہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ ہوا جس کا انکار کفر ہے

حدیث نمبر۲۸

روی الطحاوی فی مشکل الحدیث عن اسماء بنت عمیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحی الیہ وراسہ فی حجر علی رضی اللہ تعالی عنہ فلم یصل العصر حتی

غربت الشمس فقال رسول اللہ صلی تعالی علیہ والہ وسلم اصلیت یاعلی فقال لا فقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعتہ رسولک فاود د علیہ الشمس قالت اسماء فرایتھا غربت ثم رایتھا طلعت بعد ماغربت ووقعت علی الجبال والارض وذلک فی الصہبہاء (مواھب ج ا صفحہ ۳۵۸)

ترجمہ = "طحاوی نے مشکل الحدیث میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہا تھا اور آپ کا سرمبارک حضرت علی کی گود میں تھا تو حضرت علی نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی حتی کہ سورج غائب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے علی تو نے نماز پڑھی ہے حضرت علی نے کہا کہ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی و آلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک علی تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس پر سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا پھر دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد پھر نکل آیا ہے اور اس کی دھوپ زمین اور پہاڑوں پر پڑنے لگی ہے یہ واقعہ مقام صہبا خیبر میں ہوا"۔

دوسری روایتوں میں یہ الفاظ آئے کہ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ کے اشارہ سے سورج واپس لوٹا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آپ کی مبارک انگلیوں سے بندھا ہوا تھا

حدیث نمبر ۲۹

دروی الترمذی والدارمی والحاکم و صححہ عن علی بن ابی طالب قال کنت امشی مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بمکہ فخر جنالی بعض نواحیھا فما استقبلہ شجرولا حجرالا قال السلام علیک یا رسول اللہ وعن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لما استقبلنی جبریل بالرسالتہ جعلت لا امر بحجر ولا شجر الاقال السلام علیک یا رسول اللہ رواہ البزار وابونعیم وعن جابر بن عبداللہ قال لم یکن النبی صلی اللہ تعالی وعلیہ والہ وسلم یمر بحجر ولا شجرالا سجدلہ (مواھب ج ا صفحہ ۳۶۱)

حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ مکہ میں چل رہا تھا ہم اس کے اطراف میں نکلے تو جو درخت اور پتھر آپ کے سامنے آتا آپ کو السلام علیک یا رسول کہتا حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جبریل علیہ السلام میرے پاس پیغام لایا تو میں جس درخت یا پتھر سے گزرتا وہ السلام علیک یارسول اللہ کہتا حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت سے گزرتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتا"۔

حدیث نمبر۳۰

وخرج الحاکم فی مستدرکہ باسناد جید عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم فی سفر فاقبل اعرابی فلما دنی منہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم این ترید قال الی اھلی قال ہل لک الی خیر قال وما ہو قال تشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا" عبدہ ورسولہ قال ھل لک من شاہد علی ماتقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھذہ الشجرہ فدعا ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وھی علی شاطی الواد ی فاقبلت تخد الارض خدا" فاستشہد ھا ثلاثا فشہد ت ثم رجعت الی منبتہا الحدیث (مواھب ج ا صفحہ۲۶۲)

ترجمہ = "حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک اعرابی سامنے آیا تو جب آپ سے قریب ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے اس نے کہا اپنے گھر کو۔ آپ نے فرمایا کہ تم نیکی چاہتے ہو؟ اس نے کہا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی اور محمد کیلئے بندہ اور رسول کی گواہی دے وہ بولا تمہاری اس بات کا کوئی گواہ ہے آپ نے فرمایا یہ درخت ۔ وہ درخت وادی کے کنارہ پر تھا آپ نے اسے بلایا تو وہ زمین کو چیرتا حاضر ہوا آپ نے تین مرتبہ اس سے گواہی طلب کی تو اس نے گواہی دی پھر اپنی جگہ پر چلا گیا"۔

حدیث نمبر۳۱

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی تعالی علیہ وعلی وسلم فقال بم اعرف انک رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ان دعوت ہذ ا العذ ق من ھذ ہ النخلتہ اتشہد انی رسول اللہ فدعا رسول اللہ صلی علیہ وسلم فجعل ینزل من النخلتہ حتی سقط الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ثم قال ارجع فعاد فاسلم الاعرابی رواہ الترمذ ی و صححہ و فی حد یث یعلی بن مرہ الثقفی سرنا حتی نزلنا منزلا فنام النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فجاء ت شجرۃ تشق الارض حتی غشیتہ ثم رجعت الی مکانہا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذ کرت لہ فقال ہی شجرۃ استاذ نت ربہا فی ان تسلم علی فاذ ن لہا الحدیث رواہ البغوی فی شرح السنتہ (مواھب ج ا صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ = ”حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں کس بات سے جانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا کہ کھجور کے خوشہ کو اگر اس کھجور کے درخت سے نیچے بلا لوں تو میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا تووہ خوشہ کھجور کے درخت سے نیچے اترنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس آگرا پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب واپس چلا جا تو واپس چلاگیا۔ اعرابی مسلمان ہوگیا ۔علی بن مرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پھر چلنا شروع کیا حتی کہ ایک منزل پر اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے آپ کی نیند کی حالت میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور آپ کو گھیر لیا۔ پھر اپنی جگہ پر واپس چلاگیا جب آپ جاگے تو میں نے آپ نے خدمت میں درخت کا آنا بتایا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ درخت جس نے رب تعالیٰ سے میرے سلام کی اجازت لی ہے تو رب تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی ہے“۔

حدیث نمبر ۳۴

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال کان اہل بیت من الانصار لہم جمل یسنون علیہ وانہ استعصب علیہم فمنعہم ظہرہ وان الانصار جاتو الی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فقالو انہ کان لنا جمل نسنی علیہ وانہ استعصب علینا ومنعنا ظہرہ وقد عطش النخل والزرع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم لاصحابہ قوموا فقامو فدخل الحائط والجمل فی ناحتہ فمشی رسول اللہ تعالی والہ وسلم نحوہ فقالت الانصار یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم قدصار مثل الکلب الکلب وانا نخاف علیک صولتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی لیس علی منہ باس فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اقبل نحوہ حتی خر ساجد بین یدیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بنا صیتہ اذل ماکان قط حتی ادخلہ فی العمل فقال لہ اصحابہ یا رسول اللہ ھذہ بہیمتہ لاتعقل تسجد لک ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لک فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر لو صلح بشر ان یسجد لبشر لامرت المراہ ان تسجد لزوجہا من عظم حقہ علیہا رواہ احمد و نسائی (مواھب ج ۴ صفحہ ۳۶۹)

ترجمہ=" حضرت انس بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ انصار کے ایک خاندان کا ایک اونٹ تھا جس سے وہ اپنی کھیتی اور باغ کو پانی پلایا کرتے تھے ۔ وہ اونٹ سرکش ہوگیا۔ کسی کو سوار نہیں ہونے دیتا تھا۔ وہ انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا اونٹ تھا جس سے ہم پانی پلایا کرتے تھے وہ سرکش ہوگیا ہے اور سوار نہیں ہونے دیتا۔ کھجوریں اور کھیتی خشک ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو تو وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ان کے باغ میں داخل ہوئے اور اونٹ اسکے کونہ میں تھا تو آپ اس طرف چلے۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ وہ تو دیوانے کتے کی طرح ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپ پر حملہ نہ کرے ۔آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے کوئی خوف نہیں۔جب اونٹ نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی طرف آیا۔ آتے ہی آپ کو سجدہ کیا۔ آپ نے اسکی پیشانی پکڑی تو وہ نہایت عاجزی سے جھک گیا۔ آپ نے اسے کام میں لگا دیا۔ تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ یہ بے عقل جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے پھر ہم عقلمند ہوتے ہوئے آپ کو سجدہ

کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر اس طرح جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ عورت پر مرد کے بڑے حقوق ہیں۔"

حدیث نمبر۳۳

وروی البغوی فی شرح السنتہ واحمد وابونعیم بسند صحیح عن ابی ہریرۃ قال جاء ذئب الی راعی غنم فاخذ منہ شاۃ فطلبہ الراعی فانتزعہا منہ قال فصعد الذئب علی تل فاقعی واستنفر وقال عمدت الی رزق رزقنیہ اللہ۔ اخذتہ ثم انتزعتہ فقال الرجل تا اللہ ان رایت کا الیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من ہذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما ہو کائن بعد کم ولا تتبعونہ قال وکان الرجل یہودیا فجاء الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاخبرہ واسلم فصدقہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم۔

قال القاضی عیاض وفی بعض الطرق عن ابی ہریرہ فقال الذئب انت اعجب منی واقفا علی غنمک وترکت نبیالم یبعث اللہ قط اعظم منہ عندہ قدرا وقد فتحت لہ ابواب الجنتہ واشرف اہلہا علی اصحابہ ینظرون قتالہم وما بینک وبینہ الا ہذا الشعب فتصیر من جنود واللہ۔ قال الراعی من لی بغنمی۔ قال الزئب انا اوعیہا حتی ترجع فاسلم الرجل الیہ غنمہ ومضی وذکر قصتہ واسلامہ وجودہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقاتل فقال لہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عدالی غنمک تجد ہا بوفرھا فوجد ھا کذلک وذبح للذئب شاۃ منہا۔ (مواھب ج اصفحہ ۳۶۸)

ترجمہ۔" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریاں چرانے والے کی طرف آیا۔ اس ریوڑ سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے بھاگ کر بکری اس سے چھین لی۔ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر دم کو دو پاؤں کے درمیان دیکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کا دیا رزق لیا تھا لیکن تو نے مجھ سے وہ چھین لیا ہے۔ وہ چرواہا بولا۔ اللہ کی قسم آج کی طرح میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا بول رہا ہے۔

بھیڑیے نے کہا میرے بولنے سے زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے کہ ایک شخص ان کھجوروں میں دو پتھریلی زمینوں کے درمیان موجود ہے جو تم کو سب گزشتہ چیزوں کی اور آئندہ ہونے والی باتوں کی خبر دیتا ہے اور تم اس کا اتباع نہیں کرتے۔ وہ چرواہا یہودی تھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو واقعہ بتایا اور مسلمان ہوگیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس واقعہ کے بیان میں سچا قرار دیا۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ کی ایک اور روایت بیان فرمائی وہ یہ کہ

بھیڑیے نے کہا کہ تو مجھ سے زیادہ تعجبناک ہے۔ کہ اپنی بکریاں لئے کھڑا ہے اور ایسے نبی کو چھوڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے برابر کوئی عظیم القدر نبی نہیں بھیجا اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جنت والے اس نبی کے صحابہ کا جہاد شوق سے دیکھ رہے ہیں۔ تیرے اور اس نبی کے درمیان فقط یہ پہاڑی شعب ہے۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو الٰہی فوج سے شمار ہوتا۔ چرواہے نے کہا میری بکریوں کا ذمہ دار کون ہے۔ بھیڑیے نے کہا تیرے واپس آنے تک تیری بکریاں میں چرواؤنگا۔ اس شخص نے بکریاں اس بھیڑیے کو سپرد کر دیں اور وہاں سے چل پڑا ۔ اس شخص نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور آپ کو جہاد میں پایا۔ آپ نے اسے فرمایا تو اپنی بکریوں کی طرف واپس جا تو ان سب کو صحیح وسالم پائیگا۔ پھر وہ گیا تو بکریوں کو صحیح وسالم پایا ۔ تو اس چرواہے نے اپنی خوشی سے ایک بکری ذبح کر کر بھیڑیئے کو دیدی ۔"

حدیث نمبر۳۴

وروی البیہقی فی الدلائل عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ فی سفر فاصابنا عطش فجئنا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال فوضع یدہ فی تور من ماء بین یدیہ قال فجعل الماء ینبع من بین اصابعہ کانہ العیون قال خذ و ابسم اللہ فشر بنا فوسعنا و کفانا ولو کنا مائتہ الف لکفانا۔ قلت لجابر کم کنتم قال الفا وخمسائتہ ۔(مواھب ج صفحہ۳۷۱)

ترجمہ۔" حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ ہمیں بہت پیاس لگی تو ہم آپ کی خدمت میں آئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ نے پانی کے ایک جام میں اپنا ہاتھ رکھا جو جام آپ کے سامنے موجود تھا ۔ تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کی طرح ابلنے لگا۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھکر استعمال کرو تو ہم نے پانی پیا ہمارے لئے وہ پانی وسیع اور کافی ہوگیا۔ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو پھر بھی ہمیں کافی تھا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم کتنے آدمی تھے تو فرمایا کہ ہم پندرہ سو تھے۔"

حدیث نمبر ۳۵

عن جابر فی غزوہ الخندق قال فانکفات الی امراتی فقلت ہل عند ک شی ء فانی رایت بالنبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم خمصا شدید افاخرجت جرابا فیہ صاع من شعیر ولنا بہیمہ د اجن فذبحتہا وطحنتِ الشعیر حتی جعلنا اللحم فی البرمتہ ثم جئت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم فساررتہ فقلت یارسول اللہ ذبحنا بہیمتہ لنا وطحنت صاعامن شعیر فتعال انت معک فصاح النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم یا اہل الخندق ان جابر اصنع سورا فحی ہلابکم فقال صلی اللہ تعالی علیہ وعلی والہ وسلم لاتنزلن برمتکم ولاتخبزن عجینکم حتی اجی ء برجال فاخرجت لہ عجینا فبصق فیہ وبارک ثم عمد الی برمتنا فبصق وبارک ثم قال ادع خابزۃ فلتخبز معک واقدحی من برمتکم ولاتنزلوھا وھم الف فاقسم باللہ لقد اکلوا حتی ترکوہ وانحرفوا وان برمتنا لتغط کما ھی وان عجینتا لتخبز کما ہو۔ رواہ البخاری ومسلم ۔(مواھب ج صفحہ ۳۷۴

ترجمہ۔" غزوہ خندق میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں اپنی بیوی کی طرف واپس لوٹااور کہا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے ۔ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سخت بھوک محسوس کی ہے اس نے جو کی ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارا ایک پالتو لیلا بھی تھا۔ میں نے وہ لیلا ذبح کیا اور میرے بیوی نے وہ جو پیس لئے ۔ حتی کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈالا ۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آہستہ اور خفیہ طور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے ایک لیلا ذبح کیا ہے اور ایک صاع یعنی چار سیر جو پیسے ہیں ۔ اس لئے آپ تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ پانچ چھ آدمی بھی آجائیں ۔ تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی وآلہ وسلم نے پکار کر فرمایا۔ اے خندق والو جابر نے کھانا پکایا ہے تم سب آجاؤ ۔ آپ نے فرمایا ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ پکانا جب تک میں ان لوگوں کو لیکر نہ آجاوں جب آپ تشریف لائے تو میری بیوی نے وہ آٹا نکالا۔ آپ نے اس میں تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی ۔ پھر ہانڈی کے پاس آئے تو اس میں بھی تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت جابر کی بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی بلالے جو تیرے ساتھ مل کر روٹی پکائے ۔ اور ہانڈی سے پیالے بھرتے جاؤ اور اسے نیچے مت اتارو ۔ ان اصحاب کی تعداد ایک ہزار تھی ۔ اللہ کی قسم سب لوگوں نے کھا لیا اور باقی چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ لیکن ہماری ہانڈی ویسی کی ویسی پر تھی اور ہمارا آٹا وہی کا وہی موجود تھا۔

سرکار دو صلی اللہ تعالی علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم کے بے انتہا معجزات کو پڑھنے سے ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ دنیا وما فیہا کے مالک بنائے گئے۔ ہر چیز میں جس قسم کا تصرف فرمائیں آپ کو قدرت حاصل ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالی کے احکام میں بھی جس طرح چاہیں تصرف فرما سکتے ہیں۔ عموم حکم جسے چاہیں مستثنی فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا اور ابوبردہ بن نیاز کو چھے ماہہ لیلا قربانی کرنے کی اجازت فرمائی۔ اور ام عطیہ کو ایک خاندان کی اعانت کے لئے نیاحت کی اجازت فرمائی۔ بڑی عمر کے ایک شخص سالم مولی ابی خدیفہ کو سہلہ کا دودھ پلا کر سالم کو بیٹا اور سہلہ کو ماں قرار دیا احاطہ حرم سے درخت اور گھاس کاٹنا منع فرمایا تو حضرت عباس نے اذخر کا استثنا چاہا تو آپ نے اذخر کو مستثنی فرمایا ۔

اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں کہ آپ نے عموم حکم سے بعض لوگوں کو

مستثنیٰ فرمایا چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علی شرط مسلم ہے۔

حدیث نمبر۳۶

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبه عن قتاده عن نصربن عاصم عن رجل منهم انه اتی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فاسلم علی انه لایصلی الاصلوتین فقبل ذلک منه ۔(منقول از الامن والعلا)

ترجمہ۔"حضرت نصربن عاصم سے روایت ہے کہ ہمارے خاندان کاایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شرط پر مسلمان ہوا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھا کروں گا۔ تو آپ نے اس کی یہ شرط قبول فرمائی۔"

نبوت کی قوتوں کو سمجھنے کیلئے حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پر ہاروی کی عبارت نقل کرتا ہوں جو انہوں نے ضرورت نبوت ثابت کرنے کیلئے حکماء اسلامیین کا قول تحریر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔

قال الحکماء الاسلامیون لابدلی النبی من ثلاثه شروط احدہا الا طلاع علی المغیبات وبذ ا باتصال روحه بالملائکته المقربین ای العقول المنتقشته بصور الکائنات وثا نیہاوان یطیعه ہیولی العناصر فیتصرف فیہا من قلب الہواء ماء واحداث السحب والا مطار والزلازل والصواعق وہذالان کل نفس فہی متصرفه فی بدنہا فلا یبعد عن النفس القویه ان تتصرف فی جسم اخر وثالثہا ان یری القوی المجردۃ متمثلته ویسمع کلامہم وحیا لکن لاوجود لصورہم وکلا مہم الا فی الحس المشترک کالرویاالان غیر ہم لایجد نحوذ لک الافی النوم وہم یجدون ذلک فی الیقظته لقوہ نفوسہم

ترجمہ۔" مسلمان حکماء نے کہا کہ ہر نبی میں تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک یہ کہ اسے غیوب پر اطلاع ہو۔ یہ اسلئے کہ اسکی روح مقربین فرشتوں سے ملی ہوئی ہے یعنی وہ عقلیں جن میں کائنات کی سب صورتیں منقوش ہیں دوسری شرط یہ ہے کہ عناصر کا ہیولی اس کافرماں بردار ہو ۔ وہ نبی اس ہیولی میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ یعنی ہوا کو پانی بنا دے ۔ بادل اور بارشیں پیدا کرے اور زلزلے اور کڑکیں

ظاہر کرے کیونکہ ہر روح اپنے بدن میں متصرف ہے ۔ تو طاقتور روح سے یہ بعید نہیں کہ وہ دوسرے جسم میں تصرف کرے۔

اور تیسری یہ ہے کہ وہ نبی مجردات کو صورت مثالیہ میں دیکھے اور پوشیدہ طور پر ان کی بات سنے ۔ لیکن ان کی صورتوں کا اور ان کی بات کا وجود فقط نبی کی حس مشترک ہی میں ہوتا ہے ۔ غیر نبی ایسی چیزوں کو خواب میں دیکھتے ہیں ۔اور نبی اپنی روحانی طاقت طاقت سے بیداری میں محسوس کرتے ہیں ۔"

اب ہم حضرت امام غزالی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نبی کو کس طرح مانتے ہو احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں ۔

وہو یختص بانواع من الخواص- احدہا ان یعرف حقائق الامور المتعلقہ باللہ وصفاتہ والملائکہ والدار الاخرۃ ۔لاکما یعلمہ غیرہ مخالفالہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الیقین والتحقیق والکشف ۔ والثانی ان لہ فی نفسہ صفتہ بہا تتم لہ الافعال الخارقہ للعادات کما ان لنا صفتہ بہا تتم الحرکات المقرونتہ بارادتنا وباختیارنا وہی القدور وان کانت القدرۃ والمقدور جمیعا من فعل اللہ تعالی والثالث ان لہ صفتہ بہا یبصر الملائکہ ویشاہدہم کما ان للبصیر صفتہ بہا یفارق الاعمی حتی یدرک بہا المبصرات ۔ والرابع ان لہ صفتہ بہا یدرک ماسیکون فی الغیب اما فی الیقظہ او فی المنام اذ بہا یطالع اللوح المحفوظ فیری مافیہ من الغیب ۔ فہذا کمالات وصفات یعلم ثبوتہا للانبیاء ۔ (احیاء علوم الدین جلد چہارم صفحہ ۱۹۳)

ترجمہ۔" نبی کے چند خصوصیات ہیں جو غیر نبی میں موجود نہیں ہوتے ۔ایک یہ کہ نبی اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات اور ملائکہ اور دار آخرت سے تعلق رکھنے والے امور کی حقیقتوں کو جانتا ہے ۔ اس طرح نہیں جس طرح دوسرے جانتے ہیں بلکہ اس کا علم غیر کے علم سے کثرت معلومات اور بہت زیادہ یقین و تحقیق و کشف میں ممتاز ہوتا ہے ۔

دوسری خصوصیت نبی میں یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک ایسی صفت موجود ہوتی ہے جس سے اسکے معجزات کی تکمیل ہوتی ہے جس طرح ہم دوسرے انسانوں میں ایک صفت ہوتی ہے جس سے ہمارے حرکات ارادیہ واختیاریہ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں ۔ وہ

صفت قدرت ہے اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں۔ یعنی نبی خوارق اور معجزات پر اس طرح قدرت رکھتا ہے جس طرح ہم اپنے حرکات ارادیہ پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

نبی میں تیسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح آنکھوں والے میں دیکھنے کی صفت ہوتی ہے کہ اسی صفت کی وجہ سے وہ اندھے سے ممتاز ہوتا ہے یعنی نبی فقط بینا ہوتا اور باقی ساری امت کے افراد اسکی نسبت نابینا ہوتے ہیں۔

نبی میں چوتھی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک ایسی صفت بھی ہوتی ہے جس سے غیب کی آئندہ باتوں کو جان لیتا ہے۔ یہ اس کا جاننا بیداری میں یا نیند میں ہوتا ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے نبی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اس میں جو غیب ہیں ان سب کو دیکھتا ہے۔ یہ ایسے کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء کیلئے یقینی ہے۔"

تبصرہ

احادیث مذکورہ سے در تصریحات علماء سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری مخلوق سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ طہارت اور تقویٰ اور عصمت میں تمام انبیاء و رسل سے ممتاز ہیں۔ آپ مطلع علی الغیوب ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں۔ آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی قدرت عطا فرمائی کہ کوئی متصرف مخلوق آپ سے ہمسری نہیں کر سکتی۔ آپ مالک احکام ہیں جو جن کا ثبوت انبیاء کیلئے یقینی ہے۔"

تبصرہ

احادیث مذکورہ سے اور تصریحات علماء سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری مخلوق سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ طہارت اور تقویٰ اور عصمت میں تمام انبیاء و رسل سے ممتاز ہیں۔ آپ مطلع علی الغیوب ہیں کہ کائنات کی

کوئی چیز آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں۔ آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی قدرت عطا فرمائی کہ کوئی متصرف مخلوق آپ سے ہمسری نہیں کر سکتی۔ آپ مالک احکام ہیں جو چاہیں۔ حکم نافذ فرمائیں۔ احکام خداوندی کے عموم سے جسے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ جسے آخرت کا کوئی درجہ عطا فرمائیں تو ان کا دینا اللہ تعالیٰ کا دینا ہے۔ ان سے محبت اور غلامی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ان سے استغنا اور روگردانی غضب الٰہی کا موجب ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ عظیم اعظم ہیں۔ ساری مخلوق آپ کی اطاعت و اتباع کی مامور ہے۔ مخلوق کو جس قسم کا کوئی کمال ملتا ہے آپ کے اذن سے ملتا ہے اور آپ کی ذات سے ملتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ جنگ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو کیسا شمار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جنگ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو سب مسلمانوں سے افضل شمار کرتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہم بھی جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کو دوسرے سب فرشتوں سے افضل جانتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آسمانی مخلوق کو بھی آپ کے دربار سے فضیلت ملتی ہے۔ جس طرح ارضی مخلوق کو آپ کے دربار سے فضیلت ملتی ہے۔ صحابہ کرام کو صحابیت کا شرف آپ ہی سے ملا۔ صحابی کی تعریف ہے کہ جس مومن نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی صحبت پائی اور ایمان پر مرا وہ صحابی ہے اگرچہ ایک لحظہ اس کو صحبت میسر آئی۔

ظاہر ہے کہ صحابیت کی حقیقت نبی کی ذات کا قرب مکانی ہے بشرطیکہ نبی حیات ظاہری میں ہو اور قرب مکانی رکھنے والا استعداد قبول فیض رکھتا ہو یعنی مومن ہو۔ صحابہ کرام غیر صحابی مومنوں سے افضل ہیں اور صحابہ کرام میں سے خلفاء راشدین بترتیب خلافت افضل ہیں۔ یعنی بعد الانبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی مرتضے پھر حسن مجتبیٰ

شرح عقائد میں جہاں افضل انبیاء ابوبکر صدیق کو بتایا ہے اس کی شرح نبراس میں لکھا ہے

ذکر المحققون ان الفضیلتہ المجوث عنہا فی الکلام ہی کثرة الثواب ای اعظم

الجزاء علی اعمال الخیر لاشرف النسب

ترجمہ۔" محققین نے ذکر کیا کہ علم الکلام میں جس فضیلت کی بحث ہے وہ کثرت ثواب ہے یعنی اعمال خیر پر بڑی جزاء۔ شرف نسب کی بحث نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو بعد الانبیاء جو افضل کہا گیا ہے وہ ان کی فضیلت کثرت اعمال صالحہ و کثرت ثواب ہے۔

بالفاظ دیگر ابوبکر صدیق کمالات کسبیہ میں ان سب لوگوں سے افضل ہیں جن کو فضیلت کسب کمال سے ملی ان لوگوں سے افضل نہیں ہیں جن کو فضیلت کمالات وھبیہ سے ملی۔ مثال کے طور پر حضرت فاطمہ الزھراء کو فضیلت وھبیہ ملی' جس کی وجہ سے وہ ساری امت سے افضل ہیں۔ وہ فضیلت وھبیہ سید الانبیاء والمرسلین کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہونا ہے۔

حضرت علامہ محمود آوسی صاحب روح المعانی لستن کا حد من النساء کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ آپ کی ازواج مطہرات حضرت فاطمہ سے افضل ہیں بلکہ حضرت زہراء آپ کی سب بیویوں سے افضل ہیں۔ پھر فرمایا

بل ھی من بعض الحیثیات کحیثتہ البضعیتہ افضل من کل من الخلفاء الاربعتہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

ترجمہ۔"بلکہ حضرت زہراء بعض حیثیتوں سے جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے چاروں خلفاء راشدین میں ہر ایک سے افضل ہیں۔"

یہ بات عنقریب احادیث نبویہ سے ثابت کی جائے گی۔ علاوہ ازیں حضرت علی کو بھی آپ نے اپنی ذریت میں شمار فرمایا کیونکہ آپ کی ذریت کا ظہور حضرت علی سے وابستہ تھا۔ یہ چاروں آل عبا آپ کی ساری امت مسلمہ سے افضل ہیں جب ان چاروں کو سیدا لطیبین والطاہرین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ملائینگے تو یہ پانچ فرد ہو جائیں گے جن کو اولیاء امت پنجتن پاک کہتے ہیں۔

اہل بیت کی خصوصی شان

آیت تطہیر

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

ترجمہ۔ " اہل بیت نبی اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر تم کو پاک کرنا چاہتا ہے "۔

یعنی اے میرے نبی کے گھر والو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو کفر و معصیت کے ارادہ اور عمل سے دور رکھے اور نہایت تقوی سے تم کو آراستہ کرے۔

لفظ اہل بیت اور طہارت کا مفہوم جب تک واضح نہ ہو اس وقت تک آیت کا سمجھنا دشوار ہے

لفظ اہل بیت تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اہل بیت سکنی اہل بیت نسب اہل بیت ولادت ۔ اہل بیت سکنی آپ کی بیویاں ہیں جو آپ کے ساتھ سکونت رکھتی ہیں ۔ اہل بیت نسب آپ کے رشتہ دار بنو ہاشم ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور اہل بیت ولادت آپ کی اولاد ہے ۔

اور طہارت سے مراد تقوی کا ملکہ راسخہ ہے جو بمنزلہ عادت بن جائے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ اے نبی پاک کے گھر والو ان کے ساتھ سکونت رکھنے والو ان احکام کو تمہارے لئے زیادہ موکد اس لئے بنایا ہے کہ تم ان احکام الہیہ پر عمل کرو اور کفر و معصیت سے مجتنب رہو اور اخلاق حمیدہ اپنے اندر پیدا کرو ۔ تو مضاعفت اجرے (دوگنا اجر) جو تمہارا خاصہ جلد تم تقوی کے اقصیٰ مقام تک پہنچ جاؤ گے پھر تم سے کبھی کفر یا معصیت کا ارادہ ہی سر زد نہیں ہوگا ۔ جب آپ کی ازواج مطہرات نے عمل بالا حکام کی شرط پوری کرلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تقوی کا وہ اعلیٰ مقام بخشا جو ان کی شان کے لائق تھا۔ شرط پوری ہو جانے کی وجہ سے مشروط کا پایا جانا یقینی ہوگیا ۔ اس آیت میں خلافت کی کوئی بات نہیں اور نہ امامت کی کوئی بات ہے نہ عصمت کی۔

عصمت فقط نبی کا خاصہ ہے ۔ قرآن اور حدیث میں نہ کہیں امام کا تصور ہے اور

نہ اسکی عصمت کا۔ نبی کے بغیر جس قدر پاک افراد ہیں ان کی طہارت کو تقویٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نبی ہی صرف مقتدا مطلق ہے اور متبوع فی جمیع الاعمال اس لئے وہ تکوینیا طاہر اور معصوم ہوتا ہے۔ اس کی طہارت بایں معنی ذاتی ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو پیدا ہی معصوم اور متقی کیا ہے۔ اس کا تقویٰ طاری نہیں۔ غیر نبی جو متقی ہے اس سے بھی گناہ سرزد نہیں ہو گا لیکن نبی سے گناہ کبھی سرزد ہونا ممکن نہیں اور غیر نبی متقی سے ممکن غیر واقع۔ نبی کے بغیر جن لوگوں کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے ہے، وہ اتباع علی الاطلاق نہیں۔ بلکہ بشرطہ پیروی شریعت ہے۔ جب ہم علی الاطلاق اتباع کریں گے تو حضرت محمد رسول اللہ کی اتباع کریں گے۔

" سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے شق صدر کے واقعہ میں آیا ہے کہ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اس نبی کو اسکی امت کے دس آدمیوں کے مقابلہ میں تولو۔ جب انہوں نے تولا تو میں وزنی ہوگیا۔ پھر انہوں نے مجھے سو آدمی کے برابر تولا تو پھر بھی میں بھاری ہو گیا۔ پھر کہنے لگا کہ اگر اسکو ساری امت کے برابر تولو پھر بھی یہ سب سے بھاری ہو جائے گا"۔

جس طرح نبی کی ذات ساری مخلوق سے وزنی ہے اسی طرح نبی کا عمل ساری امت کے اعمال سے وزنی ہے حتیٰ کہ ساری امت کی ساری عبادتیں نبی کے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنے کی برابر نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کا کلمہ ان کی ساری عبادتوں سے زیادہ وزنی اور ثقیل ہے اسی قیاس پر نبی کا تقویٰ ساری امت کے تقویٰ سے قوی تر ہے۔ نبی ہی کے تقویٰ کو عصمت کا نام دیا جاتا ہے۔ غیر کا تقویٰ نبی کے تقویٰ کا ظل ہوتا ہے۔ اس ظل میں کمی بیشی قوت ضعف حسب استعداد متقین وحسب تفاوت علاقہ باطنی عارض ہوتے رہتے ہیں۔

جس متقی کا تعلق باطنی قوی ہوگا اور استعداد قبول فیض بھی کامل ہوگی اس کا تقویٰ قوی تر ہوگا۔ وہ کفر و معصیت کے ارادہ اور عمل سے بالکل پاک ہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت تطہیر نے آپ کی ازواج مطہرات کو تقویٰ اور طہارت

کی سند دیدی جس کی بنا پر زنا سے ان کا پاک ہونا اور زنا کے ارادے سے پاک ہونا ضروری قرار پایا اور نبی کی موافقت میں ساری ازواج مطہرات دنیا اور زینت دنیا سے بے زار ہو گئیں اور آخرت کی کامیابی کو اپنا نصب العین بنایا ۔ حالانکہ ازواج مطہرات کا نبی سے علاقہ بہ نسبت مومنین بنی ہاشم ضعیف ہے کیونکہ علاقہ زوجیت طلاق دینے سے ٹوٹ جاتا ہے یہ علاقہ ممکن الانقطاع ہے اور مومنین بنی ہاشم کا آپ سے تعلق ازواج مطہرات کے تعلق سے قوی ہے ۔ لہٰذا مومنین بنی ہاشم کا امہات المومنین سے کامل التقوی ہونا اسی آیت سے ثابت ہوگیا ۔ جس کی بنا پر بعض مفسرین نے اہل بیت کی تفسیر بنی ہاشم سے کی ہے کہ اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے پھر اہل بیت ولادت یعنی آپ کی اولاد کا آپ سے تعلق سب سے زیادہ قوی ہے اور آپ کے اجزاء جسم ہیں اس قسم کی قوۃ علاقہ اور استعداد کامل پہلے دونوں قسموں میں نہیں لہٰذا آپ کی اولاد کو جو طہارت اور تقوی آپ سے حاصل ہوئے وہ عدیم المثال ہیں۔

اس لئے بعض حدیثوں میں مذکور ہے کہ یہ آیت تطہیر آپ کی اولاد کے بارہ میں نازل ہوئی ۔ یہ اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اگرچہ یہ آیت امہات مومنین کی طہارت بیان کرنے کیلئے نازل ہوئی لیکن آپ کی اولاد کی طہارت کاملہ پر التزاما دلالت کر رہی ہے۔

الکنایہ ابلغ من التصریح ۔ یہ آیت چونکہ آپ کی اولاد کیلئے اہل بیت سکنی سے اور اہل بیت نسب سے تقوی کا قدر زائد ثابت کر رہی ہے ۔ اسلئے آپ نے خود کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ ملاکر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۷

عن ابی سعید رضی اللہ تعالی عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نزلت ھذہ الایۃ فی خمستہ فی وفی علی وحسن وحسین وفاطمہ (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا) تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۳۸۵

ترجمہ ۔ " حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت انما یرید اللہ الخ پانچ شخصوں کے بارہ میں نازل ہوئی میرے بارے میں اور علی و حسن و حسین اور فاطمہ کے بارہ میں "۔

حدیث نمبر ۳۸

عن العوام عن عم لہ قال دخلت مع ابی علی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فسالتہا عن علی رضی اللہ تعالی عنہ فقالت رضی اللہ تعالی عنہا تسئالنی عن رجل کان من احب الناس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و کانت تحتہ ابنتہ و احب الناس الیہ لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم د عا علیا وفاطمہ وحسنا وحسینا رضی اللہ تعالی عنہا فالقی علیہم ثوبا فقال اللہم ہوئلاء اہل بیتی فاذ ھب عنہم الرجس وطہرھم تطہرا قالت فد نوت منہم فقلت یارسول اللہ وانامن اہل بیتک فقال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تنحی فانک علی خیر (تفسیر ابن کثیر ج صف ۴۸۵)

ترجمہ۔" عوان نے اپنے چچا سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنا کی خدمت حاضر ہوا تو ان سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا تو ایسے شخص کے بارہ میں پوچھتا ہے جو آپ کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اور ان کے عقد میں آپ کی وہ بیٹی تھی جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلایا۔ اور ان پر ایک کپڑا ڈالا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر گندگی کو دور رکھ اور ان کو پوری طرح پاک کر دے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان کے قریب ہو گئی اور کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو ہٹ جا یقیناً" تجھے خیر حاصل ہے"۔

حضرت ابو سعید کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت و تقوی آپ کی طہارت و تقوی کے قسم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم پانچوں کے حق میں

نازل ہوئی یہی حدیث لفظ پنجتن پاک کا ماخذ ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم پانچوں کے بارہ میں نازل ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان چاروں آل عبا کی طہارت اور تقوی کو کوئی فرد بشر نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری روایت جو حضرت عائشہ سے ہے وہ بھی واضح طور بتا رہی ہے کہ ان چاروں آل عبا میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شریک نہیں کیا۔ آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ اے عائشہ تجھے بھلائی حاصل ہے۔ یعنی تم ہی تو اس آیت میں مخاطب ہو تمہیں وہ طہارت اور تقوی جو تمہاری شان کے لائق ہے حاصل ہے۔ مزید براں یہ کہ آپ نے ان آل عبا کے حق میں دعا بھی فرما دی کہ ان کی مخصوص طہارت اور کامل تقوی میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

آپ نے چند مقامات پر ان چاروں پر عبا ڈال کر یہ دعا فرمائی۔ کیونکہ ایسی بہت روایات ہیں جن سے اس واقعہ کا تعدد سمجھا جاتا ہے۔ یہ تکرار عمل بھی ان کی خصوصی شان کو واضح کرنے کیلئے تھا۔

مزید توضیح

اہل بیت کی تینوں قسموں نے اپنی اپنی شان کے لائق طہارت و تقوی رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک سے حاصل کیا۔ ان تینوں قسموں کے تقوی کے درجات مختلف ہیں۔ یہ اختلاف درجات تقوی ان کے تعلق باطنی کے مختلف ہونے کی وجہ سے اور استعداد کی کمی بیشی کی وجہ سے ہے۔

آپ کی ازواج مطہرات کو قبل الزواج بنی ہاشم سے ہونے کا شرف حاصل نہیں تھا۔ بعد التزوج ان کو یہ شرف اہلبیت ملا۔ کیونکہ کبھی ان سے زنا کاری سرزد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں اہل بیت بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ بعد التزوج آپ سے جب ان کا علاقہ پیدا ہوگیا تو زنا سے اور ارادہ زنا سے اور مبادی زنا سے اور حب دنیا سے اور حب زینت سے اور تبرج جاہلیت سے ہمیشہ کیلئے پاک ہو گئیں اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی وآلہ وسلم کی محبت سے اور ذوق اطاعۃ اللہ واطاعۃ الرسول سے اور شوق فوز اخروی سے آراستہ ہوگئیں۔ اگرچہ یہ صفات دوسری

صحابیات میں بھی موجود ہیں لیکن ان کے صفات اور تقویٰ دوسری صحابیات کی صفات اور تقویٰ سے اکمل ہیں۔ کیونکہ ان کا ربط آپ کی ذات گرامی سے بہ نسبت دوسری صحابیات زیادہ قوی ہے۔ لہذا بعد الزواج ان کا کسی بدکاری میں مبتلا ہونا ناممکن ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہتان عظیم کے دنوں میں آپ نے حضرت عمرؓ کا خیال دریافت فرمایا تو حضرت عمر نے جواب دیا یارسول اللہ آپ کے کپڑوں پر اللہ تعالیٰ مکھی کو نہیں بیٹھنے دیتا۔ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا گندی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے بستر پر نہ آنے دیتا۔ یعنی شرف زوجیت حاصل کرنے سے پہلے وہ پاک تھی تو شرف زوجیت ملا۔ اب شرف ملنے کے بعد تو وہ پہلے سے بھی زیادہ پاک ہوگئی۔ اب تو اس کے گندہ ہونے کا امکان ہی باقی نہیں رہا۔ فللہ در عمر۔

اب اہل بیت کی دوسری قسم اہل بیت نسب یعنی مومنین بنی ہاشم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مومنین بنی ہاشم کو دوسرے صحابہ سے خصوصی امتیاز بخشا۔ ان میں جذبہ جہاد اور شوق آخرت اور اللہ ورسول کی محبت ایسے صفات دوسرے صحابہ سے بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے بنی ہاشم کی توقیر اور مودت اپنی توقیر اور مودت قرار دی اور ان کی عداوت اپنی عداوت شمار فرمائی۔

آپ پر مال صدقہ حرام تھا وہ مومنین بنی ہاشم پر بھی حرام فرمایا۔ یعنی اپنی اس خصوصیت میں ان کو شریک کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین بنی ہاشم کو مال صدقہ کے عوض مال غنیمت کا خمس الخمس عطا فرمایا۔ آپ ہمیشہ اپنے خاندان یعنی بنو ہاشم کو اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ تقسیم فرمایا کرتے تھے اور قریش کے کسی فرد کو اس شرف میں شریک نہیں ہونے دیتے تھے۔ البتہ بنو مطلب کو بعض اوقات بنو ہاشم کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ بنوہاشم اور بنو مطلب باہمی تعاون کی وجہ سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

آپ کے چوتھے جد عبدمناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم۔ مطلب۔ نوفل۔ عبدشمس یعنی امیہ کا باپ آپ ہاشم کی اولاد ہیں۔ ہاشم اور مطلب کی اولادیں آپس میں ہمیشہ متحد رہی ہیں اور ایک دوسرے کا تعاون کرتی رہی ہیں۔ اسکے برعکس نوفل۔ اور

عبد شمس کی اولادیں ہمیشہ سے بنو ہاشم کی دشمن رہی ہیں۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان پر مال زکوۃ حرام کر دیا اور اس کے عوض میں ان کو خمس الخمس عطا فرمایا تو آپ کبھی کبھی بنو مطلب کو بنو ہاشم کے برابر عطا فرمایا کرتے۔ چنانچہ اس بات پر بنو نوفل اور بنو امیہ نے اعتراض کیا اور اپنے آپ کو اس شرف میں بنو ہاشم کے ساتھ ملانا چاہا تو آپ نے انکار فرما دیا جو حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث نمبر۳۹

عن جبیر بن مطعم قال مشیت انا وعثمان بن عفان الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقلنا اعطیت نبی المطلب من خمس خیبر وتر کتنا ونحن نمبرلتہ واحدۃ منک فقال انما بنوہاشم وبنو المطلب شی ء واحد قال جبیر لم یقسم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لبنی عبد شمس وبنی نوفل شیئاـ رواہ البخاری (مشکوۃ باب قسمتہ الغنائم)

ترجمہ۔"حضرت جبیر بن مطعم نے فرمایا میں اور عثمان بن غفان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے بنو مطلب کو خیبر کے خمس کا حصہ دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا حالانکہ ہم بھی آپ سے بنو مطلب والا رشتہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب تو محض ایک چیز ہیں۔ حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کوئی چیز نہیں دی"۔

تشریح۔ اس حدیث کے راوی حضرت جبیر بنو نوفل میں سے ہیں اور حضرت عثمان بنو عبد شمس سے۔ یعنی یہ دونوں حضرات آپ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ بنو ہاشم کو جو فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ذی القربیٰ فرما کر آپ کے رشتہ داروں کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ واقعی آپ کے ذی القربیٰ بنو ہاشم ہی ہیں۔ اگر آپ فقط بنو ہاشم کو عطا فرماتے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ نے بنوہاشم کے بغیر بنو مطلب کو بھی دیا ہے۔ حالانکہ ہم بھی آپ سے بنو مطلب والا رشتہ رکھتے ہیں۔ یعنی ہم بھی ہاشم کے بھائیوں کی اولاد ہیں تو ہمیں بھی ملنا چاہئے۔

آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی متحد رہے ہیں اور ایک شمار ہوتے رہے ہیں اس کے برخلاف بنو عبد شمس اور بنو نوفل ہمیشہ بنو ہاشم کے دشمن رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا وہ عطیہ جو بنوہاشم کیلئے ہے اس عطیہ میں ان کے دشمنوں کو کس طرح شریک کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اور حضرت جبیر اور حضرت عثمان کو کچھ نہ دیا۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ آپ کے اہل بیت نسب کو اللہ تعالیٰ نے جو امتیازی شان بخشی ہے اس میں بنوامیہ اور بنو نوفل کا کوئی حصہ نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ایسی مقدس ہستی کو اپنے اہل بیت میں گھسنے نہیں دیا۔ البتہ بنو مطلب کی دیرینہ مودت کی بنا پر ان کو بنو ہاشم کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

اہل بیت کی تیسری قسم

باقی رہی اہل بیت کی تیسری قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اور آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناطقہ ہیں۔ ان کی فضیلت کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کے اجزاء صامتہ ناخن بال وغیرہ جب آپ کے جسم اطہر سے جدا ہو جائیں تو پھر بھی وہ پوری امت مسلمہ سے افضل ہیں۔ چہ جائیکہ آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناطقہ جو پورے جسم کا نچوڑ ہوں پھر ان کی پیدائش کے بعد ان کو چوما اور نگرانی فرمائی۔ وحی الہی کے مطابق ان کی تعلیم اور تربیت فرمائی۔ اب امت مسلمہ کا کونسا فرد ہے جو ان سے ہمسری کا دعوی کر سکے۔

آپ کی ذریت طیبہ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی یہ چار حضرات ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان چاروں پر اپنی چادر مبارک ڈال کر آیت پڑھی اور ان کی تطہیر کی دعا فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی ان تینوں کی جنس سے یعنی اولاد سے شمار فرمایا جس کی وجہ حدیث ذیل ہے۔

حدیث نمبر۳۹

اخرج الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی وسلم قال ان اللہ جعل ذریتہ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب۔(صواعق ۷۴)

ترجمہ "حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی"۔

اللہ تعالیٰ نے ان چاروں میں سب فضائل جمع فرما دیئے جو غیر نبی میں ممکن ہیں پہلی بات یہ کہ ان چاروں کو شرف صحابت حاصل ہے۔ علماء نے حضرت حسن کو ان صحابہ سے شمار فرمایا جن سے تیرہ ۱۳ حدیثیں مروی ہیں اور حضرت حسین کو ان صحابہ میں شمار فرمایا جن سے آٹھ حدیثیں مروی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ سن تکلیف میں زمانہ جاہلیت نہیں پایا اور ان کو زمانہ جاہلیت کی ہوا تک نہیں لگی۔

تیسری بات یہ کہ آغوش نبوت میں ان چاروں نے پرورش پائی۔ اور آپ ہی سے اعمال اسلامیہ سیکھے اور آپ ہی سے بلاواسطہ اخلاق حسنہ اور طرق تعبد حاصل کیے۔

چوتھی بات یہ کہ سید الانبیاء کے سب سے بڑھ کر محبوب رہے اور آپ عمر بھر ان کو نہایت محبت سے چومتے رہے۔ اور ہر وقت ان کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کرتے تھے۔ ان کے جسم کے اکثر حصوں کو دست نبوت نے مس فرمایا۔ اور حضرت حسن اور حضرت حسین کو بارہا اپنی زبان مبارک چسوائی۔

پانچویں بات جو سب سے اعلیٰ ہے یہ کہ یہ حضرات آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناطقہ ہیں۔ آپ نے خود ان کے بارہ میں فرمایا کہ یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ آپ نے ان چاروں کی طہارت کو اپنی طہارت کا جزو قرار دیا اور فرمایا کہ آیت تطہیر ہم پانچوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ان چھ فضیلتوں کا اجتماع

امت مسلمہ کے کسی فرد میں نہیں پایا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان ان حضرات سے افضل نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی حضرت ابوبکر صدیق کی مسلمہ فضیلت وہ کثرت اعمال صالحہ کثرت ثواب کی بنا پر ہے۔ امت مسلمہ کا کوئی فرد کثرت اعمال صالحہ اور کثرت ثواب میں حضرت ابوبکر صدیق کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یعنی کمالات کسبیہ میں حضرت صدیق سب سے اونچے ہیں۔(اہل بیت با معنی الاعم کے فضائل)

اٰیتہ قرانیہ ۔قل لا اسئلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربی۔

ترجمہ۔"فرما دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ کی اجرت نہیں چاہتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مودت یعنی محبت رکھو"۔

ترجمہ حدیث نمبرا۔ بزار اور طبرانی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا بعض ان میں حسان ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ میں بشیر کا بیٹا ہوں اور میں نذیر کا بیٹا ہوں۔ پھر فرمایا ان اہل بیت سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے فرض کر دی ہے اور فرمایا ہے۔

قل لا اسئلکم اجرا الاالمودۃ فی القربی۔ (صواعق صفحہ ۱۷۰)

ترجمہ حدیث نمبر۲۔ "حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے اس آیت کے تفسیر میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ وہی مومن ہوگا جس کے دل میں علی اور اس کے گھر والوں کی محبت ہوگی۔ اور یہ روایت بھی صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اس وجہ سے رکھو کہ وہ تمہیں رزق دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔(صواعق صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ حدیث نمبر۳۔ "دیلمی نے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین عادتیں اپنی اولاد میں پیدا کرو۔ نبی کی محبت۔ نبی کے اہل بیت کی محبت۔ اور قرآن مجید پڑھنا۔

اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ قریش باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم جاتے ہیں۔ تو ان کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں اور باتیں بند کر دیتے ہیں یعنی خاموش ہو جاتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسلم بہت غضب ناک ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان رگ پھول گئی اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے محبت اللہ اور اس کے رسول کیلئے نہ رکھے۔ دوسری صحیح روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک میرے اہل بیت سے محبت نہ رکھے۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک وہ ایمان دار نہ ہوں اور ایماندار اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک تم کو اللہ کیلئے اور میری قرابت کی وجہ سے محبوب نہ بنا لیں۔ کیا قبیلہ مرلو میری شفاعت کی امید رکھتا ہے اور عبدالمطلب کے بیٹے امید نہیں رکھتے۔ دوسری روایت کے لفظ یہ ہیں کہ لوگ کسی قسم کی بھلائی حاصل ہرگز نہیں کر سکتے جب تک اللہ کیلئے اور میری قرابت کے باعث تم سے محبت نہ رکھیں۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی ایک مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ تم کو میری محبت کی وجہ سے محبوب نہ بنا لے۔ تم لوگ یہ امید رکھتے ہوئے کہ میری شفاعت سے بہشت میں داخل ہوؤ گے اور عبدالمطلب کے بیٹے یہ امید نہیں رکھتے۔ (صواعق صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ حدیث نمبر۴۔ "مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا کہ ہم لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے حمد وثنا کے بعد اما بعد کا لفظ فرمایا۔ پھر فرمایا اے لوگوں میں تمہاری مانند انسان ہوں۔ عنقریب رب تعالیٰ کا

قاصد میرے پاس آئے گا تو یہاں سے جانا قبول کر لوں گا۔ میں تم لوگوں میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی چیز کتاب اللہ ہے۔ اس کو مضبوط پکڑ لو۔ آپ نے اس کے مطابق عمل کرنے پر ابھارا اور ترغیب فرمائی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں یعنی تین بار یہی فقرہ دہرایا۔

اس حدیث کے راوی زید سے پوچھا گیا۔ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں تو فرمایا کیوں نہیں۔ بلکہ آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن (درحقیقت) آپ کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کیلئے مال زکوۃ حرام کر دیا گیا اور انہوں نے آپ کے بعد دنیا میں رہنا ہے۔ سائل نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں حضرت زید نے فرمایا وہ آل علی اور آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پھر سائل نے پوچھا ان سب پر زکوۃ حرام ہے تو زید نے کہا ہاں ۔(صواعق ۱۴۹)

ترجمہ حدیث نمبر۵۔ "ترمذی نے روایت بیان کی آپ نے فرمایا کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوط پکڑا تو گمراہ ہرگز نہیں ہو گے۔ وہ دو چیزیں ہیں ایک دوسرے سے زیادہ عظمت رکھنے والی ہیں ۔ ایک کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے اور دوسری میرے عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ تم دیکھ لو کہ کس طرح میری جانشینی کرو گے"۔ (صواعق صفحہ ۱۴۹)

آیت قرآنیہ ۔ **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھالذین امنو اصلو علیہ وسلمو تسلیما۔**

ترجمہ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر صلوۃ وسلام بھیجو"۔

عارف باللہ شیخ عبدالغنی نالبلسی نے امر درود شریف کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ شریعت مطہرہ میں مقرر اور ثابت قانون ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے محسن کے احسان کا

بدلہ نہ دے سکے تو محسن کیلئے دعا کر دے۔ جب اللہ تعالٰی نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امت مسلمہ کے بڑے محسن ہیں اور امت مسلمہ ان کو احسان ارشاد وہدایت کا بدلہ نہیں دے سکتی تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دعا کرنے کا ہر فرد کو حکم دیا۔

دوسری بات یہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں تشہد میں بتا دیا گیا ہے۔ آپ صلوۃ کا طریقہ ہمیں بتائیں۔ تو آپ نے درود شریف ابراھیمی تعلیم فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو گئی کہ آل نبی نبی کا جزو ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے تو نبی پر صلوۃ بھیجنے کا حکم دیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی نے اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد الخ سکھایا۔

اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محسن ہونے کی وجہ سے آل نبی بھی امت مسلمہ کی محسن ہے۔ اگر آل نبی امت مسلمہ کی محسن نہ ہوتی تو درود شریف میں ان کو شریک نہ کیا جاتا۔

اس بات کی توضیح باقی رہ گئی ہے کہ آل محمد سے کون لوگ مراد ہیں۔ لفظ آل دراصل اہل ہے۔ اس سے آپ کے اہل بیت مراد ہیں۔ بدرجہ اتم اہل بیت آپ کی ذریت ہے۔ اور باقی اہل بیت ذریت کے تابع ہیں۔ بعض نادان لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جمیع امت مسلمہ آل نبی ہے اس پر حدیث کل مومن تقی ونقی فھو آلی۔ پڑھ کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقوی کا ادنی درجہ شرک سے بچنا ہے اور یہ ہر مومن کو حاصل ہے۔ للذا ہر مومن آل نبی ہے۔

اول تو یہ بات ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کیونکہ لغتہ تمبع کو آل کہتے ہیں تو پھر بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ درود شریف میں تمبع کا معنی مراد ہے۔ کیونکہ جب درود شریف کی یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قبل ازیں آپ کی کوئی بھلائی نازل نہیں ہوئی جس میں اللہ تعالٰی

نے ہم کو شریک نہ کیا ہو لیکن اس درود شریف میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔ تو یہ آیت " **ہو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمومنین رحیما** " نازل ہوئی۔ تو صحابہ کو صلوۃ اللہ وصلوۃ الملائکہ کا کچھ حصہ مل گیا لیکن مومنین کو ان پر صلوۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا۔

اگر آل محمد سے متقین مراد ہوتے تو ابوبکر صدیق یہ نہ کہتے کہ ہمیں حصہ نہیں ملا۔ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اتقی کا لقب دیا ہے تو درود شریف میں آل محمد سے متقین یا متبعین مراد ہونا باطل ہوگیا۔ اور آل محمد سے اہل بیت مراد ہوئے جن کے کامل افراد آپ کی ذریت طاہرہ ہے امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نماز میں آل محمد پر صلوۃ بھیجنا واجب قرار دیتے ہیں اگر کسی شخص نے آل محمد پر درود نہیں پڑھا اگرچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا ہو پھر بھی آپ اس کی نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں۔ اس بارہ میں امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے اشعار درج ذیل ہیں۔

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم۔ فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم۔ من لم یصل علیکم لاصلوۃ لہ

ترجمہ۔ "اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے جس کو اس نے قرآن پاک میں نازل فرمایا۔ تمہارے قدر کی یہ عظمت تمہیں کافی ہے کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز جائز نہیں"۔

اب غور فرمایئے کہ آل رسول کے محسن ہونے کا عقیدہ اور امت مسلمہ کے بدلہ دینے سے عاجز ہونے کا عقیدہ اور ان کیلئے دعا کرنا ہماری عبادت میں داخل ہے۔

آیتہ قرآنیہ

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم

ترجمہ۔ "اور اعراف پر کچھ لوگ ہونگے جو ہر ایک شخص کو علامت سے پہچان رہے ہوں گے"۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ اعراف پل صراط سے اونچا مقام ہے۔ اس مقام پر حضرت عباس حضرت حمزہ حضرت علی اور حضرت جعفر ذوالجناحین موجود ہوں گے۔ پل صراط سے گزرنے والے لوگوں کو دیکھ رہے ہوں گے اور ان دو علامتوں سے پہچان رہے ہوں گے۔ کہ ان سے محبت رکھنے والے لوگوں کے چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور ان سے دشمنی کرنے والے لوگوں کے چہرے سیاہ اور ظلمانی ہوں گے۔ تو یہ چاروں حضرات ان دو علامتوں سے اپنے محبین اور مبغضین کو پہچان رہے ہوں گے۔ قرآن مجید میں رجال کے لفظ سے یہ چار افراد اہل بیت مراد ہیں۔ (صواعق صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ حدیث نمبر۱۔ "دیلمی نے اور اس کے بیٹے نے حدیث بیان کی ہے لیکن سند نہیں بتائی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ جو شخص مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھے اس کو بہت عیال اور بہت مال دے"۔

مبغضین کیلئے یہ بددعا کافی ہے کہ جب ان کا مال زیادہ ہوگا تو قیامت میں ان کا حساب لمبا ہوگا اور عیال زیادہ ہوگا تو شیاطین بڑھیں گے اور صاحب عیال کے عذاب کا باعث بنیں گے۔

اس بددعا کی حکمت یہ ہے کہ دنیا ہی کی محبت آپ کے اور آپ کے اہل بیت سے بغض رکھنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس لئے آپ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی کہ یا اللہ جس مال اور عیال کو یہ لوگ اپنا محبوب بنا رہے ہیں اور نبی سے اور نبی کے اہل بیت سے دشمنی کر رہے ہیں اسی مال اور عیال کو بڑھا کر ان کے عذاب کا باعث بنا دے۔ اس کے برعکس جو اس قسم کی دعا محبین کیلئے فرمائی ہے جس طرح حضرت انس کے حق میں تکثیر مال و تکثیر اولاد کی دعا فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ انس کو بہت مال اور بہت اولاد کی نعمت عطا فرما۔ اور مبغضین کیلئے جو دعا فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کو بہت مال اور بہت اولاد کی سزا دے۔ (صواعق صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ حدیث نمبر۲۔ "ابوالشیخ اور دیلمی نے حدیث بیان کی کہ جو شخص میری عترۃ یا

انصار یا عرب کا حق نہیں پہچانتا وہ یا تو منافق ہوگا یا زانیہ کا بیٹا ہوگا یا حیض میں اس کا حمل ٹھہرا ہوگا۔(صواعق ۱۷۳)

ترجمہ حدیث نمبر۸۔ "دیلمی نے حدیث بیان کی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو وہ قرآن سے بھی ضرور محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی ضرور محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے صحابہ اور میرے اہل بیت سے ضرور محبت رکھتا ہے۔(صواعق صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ حدیث نمبر۹۔ "دیلمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا کہ جو شخص میرا قرب چاہے اور ایسا احسان مجھ پر کرنا چاہے جس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں وہ میرے اہل بیت سے تعلقات جوڑے اور ان کو خوش کرے۔ اور بہت سندوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی کہ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا چلو حضرت حسن بن علی کی زیارت کیلئے چلیں۔ حضرت زبیر نے ذرا دیر کی تو حضرت عمر نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض ہے اور ان کی زیارت نفل ہے (صواعق صفحہ ۱۷۶)

ترجمہ حدیث نمبر۱۰۔ "خطیب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا کہ مرد دوسرے مرد کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو مگر بنی ہاشم کسی دوسرے شخص کیلئے کھڑے نہ ہوں (صواعق صفحہ ۱۷۶)

ترجمہ حدیث نمبر۱۱۔ "طبرانی نے آپ کا ارشاد بیان کیا کہ جو شخص عبدالمطلب کی اولاد پر احسان کرے اور وہ اولاد اسے بدلہ نہ دے تو میں اس کو بدلہ دونگا جب وہ شخص کل قیامت کے دن مجھے ملے گا" (صواعق صفحہ ۱۷۶)

تاریخ دمشق میں ہے کہ لوگوں نے رمادہ کے سال ۱۷ھ میں بار بار نماز استسقاء پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی تو حضرت عمر نے فرمایا کل میں ایسے شخص کے توسل سے بارش کی دعا کرونگا جس کے توسل سے اللہ تعالیٰ بارش دیگا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر حضرت عباس کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عباس نے پوچھا کون۔ فرمایا عمر۔ حضرت عباس نے پوچھا کیا کام ہے۔ حضرت

عمر نے کہا چلو آپ کے توسل سے ہم اللہ سے بارش طلب کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا بیٹھ جایئے۔ پھر بنی ہاشم کو پیغام بھیجا کہ وضو کر کر اور پاکیزہ کپڑے پہنکر میرے پاس آجاؤ۔ جب وہ آئے تو حضرت عباس نے ان کو خوشبو لگائی۔ پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے۔ حضرت علی کو آگے کیا اور حضرت حسن کو دائیں جانب اور حضرت حسین کو بائیں جانب اور باقی ماندہ بنی ہاشم کو اپنے پیچھے۔ اور حضرت عمر سے کہا کہ ہمارے ساتھ کسی دوسرے شخص کو نہ ملاؤ۔ پھر عیدگاہ میں آکر کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالٰی کے حمدوثنا کے بعد یہ دعا کی اے اللہ۔ تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے تو ہمارے اعمال کو جانتا تھا۔ ہمارے بارے میں تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق دینے سے نہیں روکا۔اے اللہ جس طرح تو نے اولا ہم پر فضل فرمایا اسی طرح آخرا" بھی ہم پر فضل فرما۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ وہیں بارش شروع ہوگئی۔ اور ہم لوگ بہت پانی کو عبور کرتے ہوئے اپنے گھروں کو پہنچے۔ تو حضرت عباس نے کہا میں بارش دلانے والا اور بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے پانچ مرتبہ بارش دلائی تھی۔ (صواعق صفحہ ۱۷۸)

ابن عبدالبر نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان جب سوار ہوتے اور حضرت عباس سے گزرتے تو سواری سے فورا" اتر جاتے اور ان کا اترنا حضرت عباس کی تعظیم کیلئے ہوتا تھا۔

ترجمہ حدیث ۱۳۔ "ابو یعلی نے سلمہ بن رکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کہا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کیلئے امان ہیں" (صواعق صفحہ ۱۸۷)

ترجمہ حدیث نمبر ۱۴۔ "حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے بارے میں

مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی ان میں سے توحید اور رسالت سے ایماں رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا" (صواعق صفحہ ۱۸۷)

ترجمہ حدیث نمبر۱۴۔ "ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پل صراط پر زیادہ قدم جمانے والا وہ ہوگا جو میرے اہل بیت سے اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوگا"۔ (صواعق صفحہ ۱۸۷)

اہل بیت بالمعنی الاخص کے فضائل یعنی ذریت طیبہ

آیتہ قرآنیہ ۔ **والذین امنو واتبعتم ذریتہم بایمان الحقنابھم ذریتہم وما التنا من عملھم من شئی۔**

ترجمہ۔" اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرینگے"۔

اللہ تعالیٰ نے کامل الایمان لوگوں سے وعدہ فرمایا کہ ان کی اولاد اگر مومن ہے، تو ان کے آباء کا درجہ بہشت میں دے دیا جائے گا اگرچہ اولاد کے عمل اپنے آباء سے کم ہوں گے۔ آباء کے عملوں میں سے کوئی عمل لے کر پھر اولاد کو دے کر آباء کے برابر نہیں کیا جائے گا کہ اس صورت میں آباء کا درجہ کم ہو جائے۔

بلکہ کامل الایمان آباء کو اپنے درجہ میں رہنے دیا جائیگا اور کم درجہ کی اولاد کو تفضلا ان کے آباء والا اونچا درجہ دے دیا جائے گا تاکہ بہشت میں یکجا رہیں اور جدائی کا غم نہ ہو اس آیت سے صراحتہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ بہشت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ میں ان کی ذریت حضرت زہراء ۔ حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین۔ اور ان کی اولاد **علی ابیہم وعلیہم السلام** ہوں گے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ سب انبیاء و رسل سے اونچا ہو گا۔ آپ کے درجہ کے بعد دوسرے

انبیاء کے درجات حسب مراتب ہونگے۔ پھر ان کے نیچے صدیقین ۔ شہداء ۔ صالحین کے درجات ہونگے۔ پھر عام مومنین کے درجات۔

اب غور فرمائیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم کی ذات طیبہ بقیہ سب انبیاء ورسل سے بہشت میں اونچی ہوگی۔اور صدیقین کا درجہ سب انبیاء کے درجات سے نیچے ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ نہیں کہ آپ کی ذریت طیبہ خادم کی حیثیت سے آپ کے درجہ میں ہوگی۔ بلکہ ان کی حیثیت شہزادوں کی حیثیت ہوگی۔

حدیث نمبر۱۴

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان فاطمہ احصنت فرجھا فحرم اللہ ذ ریتھا علی النار۔ اخرجہ تمام فی فوائدہ والنبزار والطبرانی بلفظ فحر مہا اللہ وذ ریتھا علی النار۔(صواعق صفحہ ۲۳۴)

ترجمہ۔" حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ پاک دامن رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔ دوسرے روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اسکی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے"

ترجمہ حدیث نمبر۱۵۔ "صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب بے شک میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے تین چیزیں مانگی ہیں۔ تمہارے مجاہد کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے۔ اور تمہارے ناوان کو علم عطا کرے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے تمہیں کریم۔ نجیب۔ رحیم۔ بنائے۔ پس اگر کوئی شخص حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ٹھہر کر نماز روزہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ آل محمد سے بغض رکھتا ہو تو وہ جنہم میں داخل ہوگا۔ اور یہ حدیث بھی وارد ہوئی ہے کہ جس شخص نے میرے اہل بیت کو برا کہا وہ اللہ تعالیٰ سے اور اسلام سے مرتد ہوگیا۔ اور جس نے مجھے میری عترت کی وجہ سے رنج پہنچایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ۔ اور جس نے مجھے میری

عترت کی وجہ سے رنج پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کو رنج پہنچایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر بہشت کو حرام کر دیا ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ لڑی یا ان کے خلاف کسی کی مدد کی یا ان کو گالیاں دیں"۔(صواعق صفحہ ۲۴۰)

ذریت طیبہ کے متعلق چند حکایات

۱۔ تقی فاسی نے حکایت بیان کی کہ ایک امام سادات مدینہ منورہ کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ سادات میں ایک شخص مطیر نامی تھا اس نے وفات پائی تو اس امام نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی کیونکہ وہ کبوتروں سے کھیلا کرتا تھا۔ خواب میں اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضرت فاطمہ کو دیکھا کہ حضرت فاطمہ مسجد حرام میں موجود ہیں اور لوگ ان کو سلام عرض کر رہے ہیں حضرت فاطمہ نے اس امام کو دیکھا تو دوسری طرف رخ پھیر لیا۔ پھر یہ امام اس طرف گیا تو آپ نے پھر بھی رخ پھیر لیا۔ تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد اس امام نے حضرت فاطمہ کے قریب جا کر روگردانی کا سبب پوچھا تو فرمایا میرے بیٹے نے وفات پائی اور تو نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ کیا ہمارا جاہ و مرتبہ مطیر کو اپنے اندر نہیں لے سکتا۔(صواعق صفحہ ۲۴۴)

۲۔ تقی مقریزی نے یعقوب مغربی سے روایت کی کہ وہ ۸۱۷ھ میں شیخ عابد محمد فاسی کے ساتھ روضہ مکرمہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ کے سادات بنی حسین سے شیعہ ہو جانے کی وجہ سے بغض رکھتا تھا۔ ایک دن میں قبر شریف کے سامنے سویا تھا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے میرا نام لے کر مجھے پکارا اور فرمایا کیا وجہ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے دور رکھے۔ میں آپ کے اولاد سے کراہت نہیں کرتا۔ میں ان کے عمل سے کراہت کرتا ہوں کہ وہ اہل السنہ سے تعصب رکھتے ہیں۔ تو آپ نے ایک فقہی مسئلہ مجھے فرمایا۔ کہ کیا نافرمان بیٹا نسب میں نہیں ملایا جائے گا۔ میں نے کہا کیوں نہیں ملایا جائے گا یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا یہ بھی نافرمان بیٹا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد سے میری یہ عادت ہو گئی ہے کہ بنی

حسنین میں سے جس کسی سے ملتا ہوں اسکی انتہائی تعظیم کرتا ہوں۔(صواعق)

۳۔ تقی مقریزی نے رئیس شمس عمری سے روایت کی اس نے کہا کہ جمال محمود عجمی محتسب اور اس کے نائب اور نوکر چاکر سید عبدالرحمٰن طباطبی کے گھر کو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جمال محمود نے اجازت طلب کی تو سید عبدالرحمٰن باہر آئے اور محتسب کو دیکھ کر گھبرائے۔ محتسب نے کہا مجھے معافی دیجئے۔ سید عبدالرحمٰن نے کہا کس بات کی معافی۔ محتسب محمود نے کہا کہ گزشتہ رات آپ سلطان ظاہر برقوق کے دربار میں مجھ سے ذرا اوپر بیٹھے تھے۔ آپ کا یہ اوپر بیٹھنا مجھے ناگوار ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص کس وجہ سے مجھ سے اونچا بیٹھا ہے۔ جب میں رات کو سویا تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اے محمود تو میری اولاد سے نیچے بیٹھنے کو برا جانتا ہے۔ تو سید عبدالرحمٰن رونے لگے اور کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم مجھے یاد فرمائیں۔ ان کے ساتھ سارے حاضرین رونے لگے۔ پھر سب نے سید عبدالرحمٰن سے دعا کرائی اور واپس آئے۔ (صواعق صفحہ ۲۳۴)

۴۔ محدث تقی بن فہد ہاشمی مکی نے حکایت بیان کی کہا کہ میرے پاس سید عقیل بن جمیل آیا اور رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کھانا نہ دیا۔ اسی رات یا دوسری رات میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے مجھ سے روگردانی فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیسے مجھ سے روگردانی فرما رہے ہیں حالانکہ میں تو آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ نے فرمایا میں کیسے تجھ سے روگردانی نہ کروں حالانکہ میرا بیٹا تجھ سے کھانا مانگتا ہے تو اسے کھانا نہیں دیتا تقی فرماتے ہیں کہ صبح کو میں اس سید کے پاس گیا اور معافی مانگی اور حسب طاقت اس کے ساتھ احسان کیا۔ صواعق صفحہ ۲۳۴)

۵۔ جمال عبدالغفار انصاری معروف ابن نوح نے ام نجم الدین بن مطروح سے روایت کی جو صالحات میں سے تھی فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مہنگائی اور قحط ہوا کہ لوگوں نے اس میں چمڑے کھائے ہم گھر کے اٹھارہ آدمی تھے آدھے پیالے کی مقدار

کماتے اور اس پر گزارہ کرتے ہمارے پاس چودہ بوریاں آٹا آیا میرے شوہر نے دس بوریاں اہل مکہ پر تقسیم کر دیں اور چار بوریاں اپنے لئے رکھ لیں جب وہ سویا تو روتا ہوا جاگا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا میں نے ابھی خواب میں حضرت فاطمۃ الزہرا علی ابیہا علیہا السلام کو دیکھا کہ فرما رہی ہیں کہ اے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکی ہے تو فوراً اٹھا اور وہ چار بوریاں سادات پر تقسیم کر دیں اور ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی ہم بھوک کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے (صواعق صفحہ ۱۴۳)

۶۔ مقریزی نے معزبن عز قاضی حنابلہ سے روایت کیا جو ملک موئد کے ہمنشینوں میں سے تھا اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں دیکھا گویا قبر شریف کھل گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارہ پر بیٹھے ہیں اور کفن شریف پہنے ہوئے ہیں ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ فرمایا میں اٹھ کر قریب پہنچا تو مجھے فرمایا کہ مئوید سے کہہ دے کہ وہ عجلان کو چھوڑ دے عجلان بن سعید امیر مدینہ سید تھے اور ان دنوں ۸۲۴ ھ سے محبوس تھے۔ معز نے کہا میں نے یہ خواب ملک مئوید سے بیان کیا اور قسم کھائی کہ میں نے آج تک عجلان کو نہیں دیکھا جب وہ مجلس ختم ہوئی تو مئوید تیروں کی نشانہ گاہ کی طرف خود گیا اور مینار پر عجلان کو آواز دی اور اسے آزاد کر کر اس سے بہت احسان کئے تقی مقریزی نے کہا کہ میرے اس قسم کی صحیح حکایات بہت ہیں جو اولاد حسن سے اولاد حسین سے تعلق رکھتی ہیں اے مخاطب تو اپنے آپ کو سادات پر طعنہ زنی سے باز رکھ وہ جس حال میں بھی ہوں
سے کہہ دے کہ وہ عجلان کو چھوڑ دے عجلان بن سعید امیر مدینہ سید تھے اور ان دنوں ۸۲۴ ھ سے محبوس تھے۔ معز نے کہا میں نے یہ خواب ملک موئدے بیان کیا اور قسم کھائی کہ میں نے آج تک عجلان کو نہیں دیکھا جب وہ مجلس ختم ہوئی تو موئد تیروں کی نشانہ گاہ کی طرف خود گیا اور مینار پر عجلان کو آواز دی اور اسے آزاد کر کر اس سے بہت احسان کئے تقی مقریزی نے کہا کہ میرے اس قسم کی صحیح حکایات بہت ہیں جو اولاد حسن سے اولاد حسین سے تعلق رکھتی ہیں اے مخاطب تو اپنے آپ کو

سادات پر طعنہ زنی سے باز رکھ وہ جس حال میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے سید مرداح کی آنکھوں پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ صبح کو اٹھا تو آنکھیں صحیح سالم تھیں بلکہ یہ آنکھیں پہلی آنکھوں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ یہ بات مدینہ منورہ میں مشہور ہو گئی۔ پھر وہ قاہرہ آئے اور بادشاہ کو پتہ چلا تو وہ سزا دینے والوں پر بہت ناراض ہوا۔ تو سزا دینے والوں نے بہت گواہ پیش کئے۔ انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے سید مرداح کو نابینا دیکھا تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر بہہ گئی تھیں اور سید مرداح نے بادشاہ کو اپنا خواب بھی سنایا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ (صواعق صفحہ ۲۴۴)

۸۔ ہمیں یمن کے ایک ولی اللہ نے واقعہ بیان کیا کہ میں نے مع عیال حج کیلئے بحری سفر کیا۔ جب ہم جدہ پہنچے تو چونگی والوں نے محصول کیلئے ہماری تلاشی لی۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے اندر بھی دیکھا تو مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے مکہ کے حکمران سید محمد بن برکات رحمہم اللہ تعالیٰ کے حق میں بددعا کی۔ تو رات کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے اعراض اور روگردانی فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا تو نے وہ ظالم نہیں دیکھے جو میرے بیٹے سے زیادہ ظالم ہیں۔ یعنی ان کے حق میں تو بددعا نہیں کی اور میرے بیٹے کے حق میں بددعا کی ہے۔ تو میں خوف کی حالت میں جاگا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور عہد کیا کہ آج سے کسی سید سے کوئی تعرض نہیں کروں گا خواہ وہ جو کچھ کرے۔ (صواعق ۲۴۵)

۹۔ ایک ولی اللہ نے واقعہ بیان کیا ہے کہ مصر کے ایک فاجر نے ایک سیدہ کو بدکاری کیلئے جبراً پکڑ لیا۔ وہ فاجر بادشاہ کا خاص اور مقرب تھا۔ وہ سیدہ بیچاری بہت حیران ہوئی۔ کیونکہ نماز عشاء پڑھی جا چکی تھی۔ چھوٹنے کا کوئی چارہ نظر نہ آیا تو ایک ولی کے وسیلہ سے دعا کی تو اسی وقت بادشاہ کے قاصد اس فاجر کو پکڑنے کیلئے آپہنچے۔ اور پکڑ کر لے گئے۔ اور سیدہ اس کے پنجہ سے آزاد ہو کر چلی گئی۔ تو وہ فاجر بادشاہ سے مل کر واپس نہ آیا۔ یعنی بادشاہ نے اسے قتل کرادیا۔ یہ اس سیدہ کی کرامت

تھی۔ (صواعق ۲۴۵)

۱۰۔ مقریزی نے کہا کہ مجھے ایک طالب علم نے واقعہ بیان کیا ہے کہ شہر فاس میں ایک شخص کا جرم قتل عدالت میں ثابت ہوگیا۔جج نے قاتل کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ بادشاہ کی طرف سے جج کے پاس قاصد آیا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں اس قاتل کو قتل نہ کرو۔ جج نے کہا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے کیونکہ جرم ثابت ہے۔ دوسرے دن جج نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ پھر بادشاہ کا قاصد آیا اور کہا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے میں نے دوسری بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اس مجرم کو قتل نہ کرو۔ لیکن پھر بھی جج نے وہی بات کہی کہ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر تیسرے دن جج نے حکم دیا کہ اس قاتل کو قتل کر دو۔ پھر بھی بادشاہ کا قاصد آیا اور اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت نے کہا ہے کہ میں نے تیسری بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ فرمارہے ہیں اس مجرم کو قتل نہ کرو۔ جج نے غصہ میں آکر کہا کہ ہم کسی کے خواب کی بنا پر شریعت کو نہیں چھوڑ سکتے اسکو لے جاؤ اور فوراً قتل کرو۔ اسی حال میں ایک انسان ظاہر ہوا اور اس نے مقتول کے وارث سے گفتگو کی تو مقتول کے وارث نے جرم قتل معاف کر دیا۔ حالانکہ قبل ازیں بہت کوشش کی جا چکی تھی لیکن مقتول کے وارث نے معاف نہیں کیا تھا۔ اب جب مقتول کے وارث نے جرم معاف کر دیا تو جج نے بھی حکم دیا کہ اب اس مجرم کو آزاد کر دو۔ بادشاہ کے پاس یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے قاصد بھیجا کہ اس مجرم کو آزاد کرنے کے بعد میرے پاس حاضر کرو۔ جب وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ تیرا جو واقعہ ہو مجھے سچ سچ بیان کردے۔ اس نے کہا کہ قتل کا میرا جرم جو عدالت میں ثابت کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ میں اور میرا مقتول ہم دونوں شراب پی رہے تھے۔ اس میرے ساتھی نے ایک سیدہ سے زنا کرنا چاہا۔ میں نے اس سیدہ کے احترام کی بنا پر اسے منع کیا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ مجھے قتل کے بغیر اور کوئی صورت سیدہ کے بچانے کی نظر نہ آئی تو میں نے اپنے ساتھی کو

قتل کر دیا اور سیدہ کو بچا لیا۔ بادشاہ نے کہا یقیناً" تیری بات سچی ہے کہ میں نے تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہے کہ اس قاتل کو قتل نہ کرو۔(صواعق صفحہ ۲۴۵)

۱۔ بعض حفاظ حدیث نے روایت بیان کی ہے کہ ایک عورت نے متوکل کے دربار میں دعوی کیا کہ میں سیدہ ہوں۔ متوکل نے حضرت امام علی عسکری کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ یہ عورت سیدہ ہونے کا دعوی کرتی ہے۔ کیا آپ اس کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حسنین کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔اس عورت کو شیر کے پنجرے میں ڈال دو تو پتہ چل جائے گا کہ یہ سچی ہے یا جھوٹی۔ جب اس عورت نے یہ بات سنی تو ڈر گئی اور اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کر لیا۔ پھر جب امام علی عسکری اپنے گھر واپس چلے آئے تو درباریوں نے متوکل سے کہا کہ آپ امام علی عسکری پر اس قسم کا تجربہ کیوں نہیں کرتے۔ جب وہ خود کہہ چکے ہیں کہ حسنین کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ خلیفہ عباسی متوکل چند دنوں کے بعد اپنے محل کے بالا خانہ میں بیٹھ گیا۔ اور حکم دیا کہ اس محل کے صحن میں چار پانچ خوفناک شیر چھوڑ دو۔ پھر امام علی عسکری کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب وہ آئیں صحن میں قدم رکھیں تو باہر کا دروازہ بند کر دو اور ان سے کہہ دو کہ بادشاہ بالا خانہ میں بیٹھا ہے۔ شیر لا کر محل کے صحن میں چھوڑے گئے تو وہ آزادی کی خوشی میں دہاڑنے لگے اور ان کی ہولناک آوازوں سے سارا بغداد گونج اٹھا۔ پھر بادشاہ کے قاصد امام علی عسکری کو بلا لائے۔ جب آپ نے صحن میں قدم مبارک رکھا تو پیچھے سے دروازہ بند کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ بادشاہ محل کے بالاخانے میں تشریف فرما ہے۔

جب شیروں نے آپ کو دیکھا تو بالکل خاموش ہوگئے۔ اور ادب کی وجہ سے ان پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اور نہایت خاموشی اور خوشی سے آپ کی طرف آنے لگے اور آپ بھی محل کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ سب سر جھکائے ہوئے آپ کے پاس آکر آپ کا طواف کرنے لگے۔ آپ اپنے ہاتھ پر آستین ڈال کر ان کے بدن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ متوکل بالاخانہ سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر آپ سیڑھی پر چڑھے اور متوکل کے

پاس جا کر بہت دیر باتیں کرتے رہے۔ اور شیر آپ کے انتظار میں نہایت خاموشی اور ادب سے کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو شیروں نے پھر آپ کا طواف کیا۔ پھر آپ واپس اپنے گھر چلے آئے تو متوکل نے آپ کی خدمت میں بڑے انعامات بھیجے۔

پھر درباریوں نے متوکل سے کہا کہ آپ بھی ہمیں اس طرح کر دکھائیں جس طرح آپ کے چچا زاد نے کیا ہے۔ متوکل بولا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر متوکل نے درباریوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو لوگوں میں ظاہر نہ کریں۔(صواعق صفحہ ۲۰۵)

۴۔ ابونعیم اور سلفی نے روایت بیان کی ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی میں حج کیا۔ ازدحام اور انبوہ کی وجہ سے حجراسود تک نہ پہنچ سکا۔ تو زمزم کے قریب اس کے لئے ممبر نصب کیا گیا۔ ممبر پر بیٹھ کر طائفین کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے گرداگرد شامی سردار تھے اچانک حضرت امام زین العابدین طواف کیلئے تشریف لائے۔جب آپ حجراسود کے قریب پہنچے تو سب لوگ حجراسود سے ہٹ گئے حتیٰ کہ آپ نے حجراسود کو چوم لیا۔ شامی سرداروں نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہے جس کیلئے سب لوگ حجراسود سے ہٹ گئے ہیں۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں شامی لوگوں کے دلوں میں امام زین العابدین کی عظمت کا تصور نہ آجائے کہا میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ فرزدق شاعر محب اہل بیت قریب سے ہشام کی بات سن رہا تھا اس نے کہا اس شخص کو میں جانتا ہوں۔ اور بالبداہتہ قصیدہ پڑھا۔ جس کے بعض اشعار درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہذا الذی تعرف البطحاء وطاتہ ـــ والبیت یعرفہ والحل والحرم

۲۔ ہذا ابن خیر عباد اللہ کلہم ـــ ہذا التقی النقی الطاہر العلم

۳۔ اذا رأتہ قریش قال قائلہا ـــ الی مکارم ہذا ینتہی الکرم

۴۔ ینمی الی ذروۃ العزالتی قصرت ـــ عن نیلہا عرب الاسلام والعجم

۵۔ ہذا ابن فاطمہ ان کنت جاہلہ ـــ بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا

۶۔ فلیس قولک من ہذا بضائرہ۔۔ العرب تعرف من انکرت والعجم

۷۔ من معشر حبہم دین وبغضہم۔ کفر وقربہم منجی ومعتصم

۸۔ لا یستطیع جواد بعد غایتہم ۔۔ ولا یدانیہم قوم وان کرموا

ترجمہ اشعار فرزدق

۱۔ یہ وہ شخص ہے جس کی رفتار کو سرزمین مکہ پہنچانتی ہے۔ خود بیت اللہ بھی اس کو پہنچانتا ہے اور سرزمین حرم اور بیرون حرم بھی اس کو پہنچانتی ہے۔

۲۔ جو اللہ تعالیٰ کے سب بندوں سے بہتر ہے یہ اسی کا بیٹا تو ہے۔ یہ سب گناہوں سے بچنے والا۔ اور سب آلائشوں سے صاف۔اور ہر نجاست سے پاک اور قدرت الٰہی کا نشان ہی تو ہے۔

۳۔ جب قبیلہ قریش اس کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ نیک سیرت کی ترقی اس کے ستودہ صفات پر جا رکتی ہے۔

۴۔ یہ عزت کی چوٹی تک بڑھا چلا جاتا ہے۔ جس چوٹی تک پہنچنے سے سب عرب اور عجم قاصر ہیں۔

۵۔ اگر تو اسکو نہیں جانتا تو میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ یہ حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے جس کے جدپاک پر سب نبیوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔

۶۔ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کو تو نہیں جانتا اس کو عرب اور عجم سب جانتے ہیں۔

۷۔ یہ اس گھرانے کا فرد ہے جن کی محبت دین ہے اور ان کا بغض کفر ہے۔ اور ان کا قرب جائے نجات اور جائے تحفظ ہے۔

۸۔ کوئی تیز رفتار گھوڑا ان کی نہایت تک پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اور کوئی قوم خواہ کریم ہو ان کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

جب ہشام نے یہ اشعار سنے تو ناراض ہوا اور فرزدق کو عسفان کی جیل میں محبوس کر دیا۔ حضرت امام زین العابدین کو پتہ چلا تو بارہ ہزار درھم فرزدق کو بھیجے اور معذرت کی کہ اگر ہماری پاس اور درھم ہوتے تو اس سے زیادہ تمہاری حوصلہ افزائی

کرتے۔ فرزدق نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے یہ اشعار اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کہے تھے۔ انعام لینے کیلئے نہیں کہے تھے۔ حضرت امام زین العابدین نے یہ فرما کر دوبارہ اسکو بھیجے کہ ہم اس گھرانے کے فرد ہیں جو دی ہوئی چیز پھر واپس نہیں لیتے۔ تو فرزدق نے قبول کر لئے۔ پھر فرزدق نے جیل ہی میں ہشام کی ہجو لکھی اور اس کو بھیجی۔ ہشام نے بدل نخواستہ اسے آزاد کر دیا (صلی اللہ تعالیٰ وعلیک وسلم)

اعتراض

قرآن مجید سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مدار نجات تقویٰ ہے نسب کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت نہیں۔جب آیہ انذر عشیر تک الاقربین نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے قریش کو بلایا۔ جب وہ جمع ہوئے تو سب سے فرمایا تم اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ حتی کہ آپ نے فرمایا۔

یا فاطمہ بنت محمد یا صفیہ بنت عبدالمطلب یا بنی المطلب لا املک لکم من اللہ شیئا غیر ان لکم رحما سابلہا۔

ترجمہ۔"اے فاطمہ بنت محمد اے صفیہ بنت عبدالمطلب اے مطلب کے بیٹو میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نفع کا مالک نہیں ہاں ۔ میرا تم سے رشتہ ہے جس کو میں جوڑوں گا"۔

طبرانی نے حدیث بیان کی کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت یہ نہ سمجھیں کہ وہ مجھ سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ میرے دوست تم میں سے وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں خواہ وہ جس خاندان سے ہوں اور جہاں رہتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ **ان اکرم مکم عند اللہ اتقاکم**۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں تم میں سے زیادہ عزت پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ متقی ہوں گے۔

تو معلوم ہوا کہ مدار نجات اور مدار قرب الٰہی تقویٰ ہے۔ نسب نہیں۔ پھر تمہارا اکرام اہل بیت کس بنا پر ہے ۔ اگر اہل بیت کے تقویٰ کی بنا پر ہے تو یہ ان کی

خصوصیت نہیں۔ اگر نسب کی شرافت کی بنا پر ہے تو نسب کی شرافت اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر نہیں۔

جواب

جب آیت انذار نازل ہوئی تو آپ نے اپنے سب اقارب سے فرمایا کہ اگر تم اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور میں اس عذاب کو دفع نہیں کر سکوں گا۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کی صورت میں آپ کے اہل بیت سے ہونا کچھ مفید نہیں۔ اور کفار کیلئے شفاعت بھی نہیں ہوگی۔ گزشتہ آیتہ الحاق ذریت میں صراحتہ ایمان کی شرط موجود ہے یعنی مومن اولاد کو آباء کی بہشت میں داخل کر دیا جائے گا جہاں آپ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں تو یہ عدم ملک نفع کفر کی صورت میں ہے۔ ایمان کی صورت میں آپ کی ذریت بہشت میں آپ کے ساتھ ہوگی۔ درجہ متحدہ ہو گا اور گنہگار مومنین کیلئے آپ کی شفاعت یقینی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا شفاعتی لاہل الکبائر من امتی۔ کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی کافروں کی شفاعت کی اجازت کسی نبی کو نہیں ملے گی۔ شفاعت بھی بشرط ایمان ہوگی علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب اور سبب بھی قیامت کے دن نافع ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ " ہر سبب اور نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا بغیر میرے نسب وسبب کے "۔ سبب علاقہ زوجیت کو کہتے ہیں۔

جہاں آپ نے حضرت فاطمہ اور حضرت صفیہ سے فرمایا کہ تم سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دفع نہیں کر سکتا وہاں عدم دفع مخصوص بحالت کفر ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب میرے رشتہ دار نہیں ہوں گے مجھ سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے۔ اس بنا پر ہے کہ یہاں اپنے اہل بیت کو تقوی کی طرف راغب فرمایا ہے تاکہ اکتساب کمالات کسبیہ سے آپ کے اہل بیت غافل نہ ہو جائیں۔ اور ان میں اس نسب شریف کی وجہ سے غرور پیدا نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ

کے ارادہ کے موافق اہل بیت تقوی کی نہایت قصوی تک پہنچے اور امام الاتقیاء کہلائے۔ تو پوری امت کے متقین سے فائق ہوگئے۔ کیونکہ اتقیاء امت میں فقط تقوی ہے اور اہل بیت میں تقوی بھی ہے اور شرافت نسب بھی اس لئے ان کو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قرب آحاد امت سے زیادہ حاصل ہوگا۔

ایک ضروری توضیح باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ گنہگاروں کا انبیاء یا صالحین کی شفاعت سے بہشت میں جانا یا آپ کی ذریت طاہرہ کا آپ کے ساتھ بہشت میں رہنا آیتہ ان کرمکم عند اللہ اتقاکم کے خلاف نہیں۔ بلکہ یہ بھی اکرام تقویٰ ہے۔

گنہگاروں کا کسی نبی یا صالح کی شفاعت سے بہشت میں جانا اس نبی یا صالح کے تقویٰ کا اکرام ہے اور آپ کی ذریت طاہرہ کا گنہگار ہونے کی صورت میں بھی آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ رہنا آپ کے تقوی کا اکرام ہے۔ تو اکرام عند اللہ تقوی میں منحصر ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

عود بسوئے خصائص ذریت طاہرہ

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم میں بلکہ ہر نبی میں دو صفتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک نبوت اور دوسری ولایت نبوت کی حقیقت اللہ تعالی سے پھر کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ہے اور ولایت کی حقیقت مخلوق سے پھر کر اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونا ہے یہ دونوں صفتیں ہر نبی میں موجود ہوتی ہیں۔ متکلمین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ اسی بنا پر آپ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہوئی۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ مومن جب تک اپنے آپ میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صفات پیدا نہ کرے اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا۔ جس قدر آپ کے صفات مومن میں زیادہ ہونگے اس قدر مومن کا درجہ کمال اعلی ہوگا۔ چنانچہ آپ کی نبوت کا ظہور مومن میں بایں معنی ہوتا ہے کہ مومن مصلح خلق اور آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہوتا ہے اور آپ کی ولایت کا ظہور بھی مومن میں بایں صورت ہوتا ہے کہ مومن اللہ تعالی سے قرب اور اتصال عبادت رکھتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں

بھی آپ کی نبوت اور ولایت کا ظہور ہے۔ اور آپ کی ذریت طاہرہ میں بھی دونوں صفتوں کا ظہور ہے لیکن صحابہ کرام پر نبوت کی مظہریت غالب ہے اور آپ کی ذریت طاہرہ پر آپ کی ولایت کی مظہریت غالب ہے۔

ذکر شاہ ولی اللہ الد ہلوی فی کتابہ۔ التفہیمات الا لہیہ۔ انی رایت ارواح ائمتہ اہل البیت فی حظیرہ القدس باتم وجہ واجمل وضع۔ وعلمت ان منکرھم والمشاحن لہم فی خطر عظیم لکنوجوھہم منصرفۃ الی الباطن والخلافتہ لاتستصب الالمن کان وجہہ منصر فا الی الظاہر۔ فبہذ ا السبب طلبوا الخلافتہ وماقالوھا علی وجہہا وکذلک کل من لہ رسوخ قدم فی خطیرۃ القدس فان الانکار علیہ واضمار الوحر منہ یورث الخزی فی البعد من اللہ تعالی۔(حاشیہ صواعق صفحہ ۱۷۵)

ترجمہ۔" حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب التفہیمات الا لہیہ میں ذکر فرمایا کہ میں نے ائمہ اہل بیت کی روحوں کو خطیرہ القدس یعنی ملاء الاعلی میں پوری طرح خوبصورت دیکھا ہے اور میں نے جان لیا ہے کہ ان کا منکر اور ان سے بغض رکھنے والا بہت بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف متوجہ ہیں۔ اورخلافت ان کو ہی ساز گار آتی ہے جن کے چہرے ظاہر کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی وجہ سے انہوں نے خلافت طلب کی اور پورے طور کامیاب نہ ہوئے اسی طرح جس کا قدم حظیرہ القدس میں راسخ ہو اس کا انکار اور اس سے دشمنی پوری رسوائی اور لعنت کا باعث بنتی ہے"۔

شاہ اللہ صاحب کی عبارت مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ آپ کی ذریت طاہرہ پر مظہریت ولایت غالب ہے اس لئے خلافت ان کو ساز گار نہیں آئی۔

آپ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہے تو جن لوگوں پر آپ کی افضل صفت کا پورا ظہور ہے یقیناً" وہ سب صحابہ سے افضل ہیں جن پر نبوت کا ظہور غالب ہے۔ قبل ازیں بھی دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ آل عبا۔ حضرت فاطمہ۔حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین کل افراد امت مسلمہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوب شریف میں لکھتے ہیں۔

ای براد ر حضرت امیر چونکہ حامل بار ولایت محمد اند علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیتہ تربیت مقام ابد ال واقطاب واوتاد کہ از اولیا عزلت اند وجانب کمالات ولایت د ریشاں غالب است مفوض بامد اد وامانت انحضرت است۔ سر قطب الاقطاب کہ قطب مد ار است زیر قدم اوست۔ قطب مدار بحمایت ورعایت او مہم خوذرا سرانجام می نماید وازعہد ہ مداریت برمی اید۔ حضرت فاطمہ واماموں نیز د ریں مقام باحضرت امیر رضی اللہ عنہم شریک اند۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱) منقول ازمسلک امام ربانی۔

ترجمہ۔ "اے برادر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیہ کی صفت کے حامل ہیں۔ اس لئے اقطاب ابدال اوتاد کے مقام کی تربیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد واعانت کے سپرد ہے۔ اور یہ اولیا مذکوریں اولیاء عزلت کہلاتے ہیں۔ اور ان پر ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ قطب الاقطاب جسے قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قدم مبارک اس کے سر پر ہوتا ہے۔ قطب مدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت ورعایت ہی کے ذریعہ اپنی ڈیوٹی انجام دے سکتا ہے اور اپنے عہدہ قطب مدار کو سنبھال سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں"۔

حضرت مجدد صاحب کے ارشاد سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اس تربیت قطب مدار میں یہ چاروں حضرت علی۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک ہیں اور اس تصرف میں یہ چاروں بمنزلہ فرد واحد ہیں۔

اور یہ بات اپنے مقام پر واضح طور پر موجود ہے کہ اسی قطب مدار کے ذریعہ دنیا بھر کے اولیا کو فیض پہنچتا ہے۔ تو نظام ولایت ہر وقت ان چاروں کا محتاج ہے۔ یہ چار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتے ہیں اور قطب مدار کے ذریعہ دنیا بھر میں تقسیم فرماتے ہیں۔ پنجتن پاک کی یہ بادشاہی ہمیشہ ہمیشہ قائم ہے۔ یہ چاروں حضرات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ولایت حاصل کر رہے ہیں۔

اور تمام دنیا کو نور ولایت سے منور کر رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام آپ کی نبوت کا مظہر ہیں۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نبی کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ تو آپ کی ذریت طاہرہ کا اس حیثیت سے بھی صحابہ کرام سے افضل ہونا ثابت ہو گیا۔

صلی اللہ تعالی علیک وعلی الک یا رسول اللہ حضرت زہراء علی ابیہا وعلیہا الصلوۃ والسلام اور حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کا زواج یعنی بیاہ۔

ترجمہ "جب حضرت زہراء جوان ہوئیں تو سادات مہاجرین وانصار نے خطبہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بارہ میں وحی الٰہی کا منتظر ہوں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی خطبہ کیا تو ان کو بھی آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے۔ پھر ابوبکر اور عمر اور سعد بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے رشتے کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ بڑے لوگوں نے حضرت فاطمہ کا خطبہ کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی وآلہ وسلم نے یہ فرما کر رد فرما دیا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے لیکن علی نے نہ خطبہ کیا ہے اور نہ اس بارہ میں کوئی مذاکرہ کیا ہے۔ میرے خیال میں علی کا یہ عمل ترک خطبہ تنگ دستی کی وجہ سے ہے اور یہ بھی میرا خیال ہے کہ اللہ تعالی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم فاطمہ کو علی کیلئے روکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر سعد کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے تم میرے ساتھ علی کے پاس چلتے ہو۔ ہم چل کر علی سے کہیں کہ فاطمہ کا خطبہ کرے۔ اگر تنگ دستی مانع ہوگی تو ہم اس کی امداد کریں گے۔ حضرت سعد نے کہا **وفقک اللہ یا ابابکر**۔ اے ابوبکر اللہ تعالی تجھے نیک کاموں کی توفیق دے۔ تو یہ لوگ مسجد نبوی سے نکلے اور علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اس کی عبادت گاہ میں تلاش کیا تو ان کو وہاں نہ پایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے اونٹ کے ذریعہ پانی نکال کر ایک انصاری کے باغ کو اجرت پر پلاتے تھے۔ تو یہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے جب حضرت علی نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تمہارے پیچھے کیا ہے ان لوگوں نے کہا خیر ہے۔ حضرت ابوبکر نے گفتگو شروع کی اور کہا اے ابو الحسنؑ کوئی نیکی کا کام

ایسا نہیں جس میں آپ سب سے آگے بڑھے ہوئے نہ ہوں۔ آپ کو جو قرابت نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ وسلم سے حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں اشراف قریش نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی دختر فاطمہ کا خطبہ کیا ہے لیکن آپ نے یہ فرما کر رد فرما دیا ہے۔ کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیا وجہ ہے کہ آپ خطبہ نہیں کرتے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ کا معاملہ آپ ہی کیلئے روکے ہوئے ہیں ۔ تو حضرت علی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمانے لگے اے ابوبکر آپ نے میری خفتہ تمناؤں کو جگا دیا ہے۔ اللہ کی قسم میرے دل میں سیدہ فاطمہ کی بڑی رغبت ہے۔ لیکن میری تنگدستی خطبہ سے مانع ہے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا اے ابوالحسن آپ اس طرح نہ فرمائیں۔ دنیا اور اسکی موجودات اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وسلم کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنا اونٹ کھولا اور اسے اپنے گھر لائے۔ اور باندھ دیا اور گھر سے جوتا لیکر پہن لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے ۔ آپ ام سلمہ کے گھر میں موجود تھے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا اٹھ اور دروازہ کھول دے یہ ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا یہ میرا بھائی ہے اور ساری مخلوق سے مجھے پیارا ہے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں جلدی سے دروازے کی طرف گئی اور میرے پاؤں پر دے کی چادر کی وجہ سے لڑکھڑاتے گئے۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ علی بن ابی طالب تھے۔ اللہ کی قسم جب تک میں واپس آکر پردے میں داخل نہ ہوئی اس وقت تک حضرت علی نے گھر کے اندر قدم نہیں رکھا پھر جب وہ داخل ہوئے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو سلام کہا۔ آپ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے علی سے فرمایا بیٹھ جا تو وہ آپ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علی

سے کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن شرم کے مارے کہہ نہیں سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی گویا تو کسی حاجت کا قصد رکھتا ہے تو اپنے دل کی بات خود کہہ دے۔ مجھ سے متعلق تیری جو حاجت ہوگی وہ پوری کی جائے گی۔

تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے مجھے اپنے چچا ابوطالب سے اور فاطمہ بنت اسد سے اس حالت میں لیا کہ میں لایعقل بچہ تھا۔ آپ ہی نے مجھے ہدایت دی اور تہذیب و تادیب کے ساتھ تربیت فرمائی۔ تو آپ شفقت کے اعتبار سے ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے بہتر ثابت ہوئے کہ آپ نے مجھے ہدایت دی اور شرک کے برے عقائد سے بچایا۔ آپ یا رسول اللہ دنیا اور آخرت میں میرا ذخیرہ اور وسیلہ ہیں ان سب احسانوں کے باوجود میں زوجہ کا خواستگار ہوں۔ اور آپ کی بیٹی فاطمہ کے خطبہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ یا رسول اللہ کیا آپ اسے میرے عقد میں دیں گے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر ڈالی تو آپ کا چہرہ خوشی اور فرحت کی وجہ سے چمک رہا تھا۔

اور مسکرا کر حضرت علی سے فرمایا اے علی تیرے پاس فاطمہ کے مہر کی کوئی چیز ہے۔ حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم یارسول اللہ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں فقط تین چیزوں کا مالک ہوں۔ زرہ۔ تلوار۔ پانی نکالنے والا اونٹ آپ نے فرمایا تلوار ضروری ہے تو اس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ اور اونٹ کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی روزی کمائے گا اور سفر میں اس پر سامان لادے گا۔ لیکن زرہ کے عوض میں نے فاطمہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے اور اسی مقدار پر میں رضامند ہوں۔ اور فرمایا اے ابوالحسن تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فاطمہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے پھر میں نے زمین میں کیا ہے تیرے آنے سے پہلے آسماں سے ایک فرشتہ اترا ہے میں نے کوئی فرشتہ اس کی مثل نہیں دیکھا کہ اس کے مختلف چہرے اور چند پر تھے اس فرشتے نے آکر کہا کہ یارسول اللہ آپ کو بکھرے موتیوں کے جمع ہونے اور نسل کی طہارت کی بشارت ہو۔ میں نے فرشتے سے کہا وہ کیا ہے اس نے

کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم میں سطائیل فرشتہ ہوں۔ عرش کا ایک پایہ اٹھانے پر لگا ہوں۔ آپ کو بشارت دینے کیلئے اللہ تعالیٰ سے اذن حاصل کیا ہے۔ یہ جبرئیل میرے پیچھے آرہا ہے۔ اور آپ کے رب کی طرف سے آپ کو کرامت کی خبر دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتے نے ابھی بات مکمل نہیں کی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام اترے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ وبرکاتہ۔ پھر میرے ہاتھ میں ایک سفید ریشم رکھا جس میں نور سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں میں نے کہا اے حبیب جبرئیل یہ خطوط کیا ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نظر فرمائی تو آپ کو ساری مخلوق سے برگزیدہ کیا اور ساری مخلوق کا رسول بنایا۔ پھر دوبارہ اس پر نظر فرمائی تو آپ کے لئے بھائی وزیر دوست محبوب چنا اور اس سے آپ کی بیٹی فاطمہ کو بیاہا۔ میں نے کہا حبیب جبرئیل وہ کون شخص ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ آپ کا دینی بھائی اور نسبی چچازاد علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہشتیوں کو وحی فرمائی کہ مزین ہو جاؤ اور حوروں کو وحی فرمائی کہ وہ بھی زیب زینت کریں اور درخت طوبیٰ کو وحی فرمائی کہ زیوروں اور جوڑوں کے ثمر اٹھائے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ چوتھے آسمان میں بیت المعمور کے سامنے جمع ہو جائیں۔ تو ملا الاعلیٰ فرشتے اترے اور اللہ تعالیٰ نے رضوان خازن جنت کو امر فرمایا کہ وہ بیت المعمور پر کرامت کا ممبر نصب کرے۔ یہ وہ ممبر ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اسماء سکھائے تھے اور ملائکہ الحجب میں ایک فرشتہ کو حکم دیا جس کا نام راحیل ہے کہ اس ممبر پر اللہ تعالیٰ کی محامد اور ثنا پڑھے۔ جب اس نے پڑھے تو آسمانوں کے فرشتے فرحت اور سرور میں جھومے۔ اور جبرئیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تو عقد نکاح کر دیے کیونکہ میں نے اپنے دوست علی کو اپنی باندی فاطمہ بیاہ دی ہے جو میرے رسول اور سب مخلوق سے برگزیدہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دختر ہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے عقد نکاح کر دیا اور اور فرشتوں کو گواہ بنایا اور ان کی گواہی اس حریر میں درج کی مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس حریر کو آپ کی

خدمت میں لاؤں اور اس پر سفید مشک کی مہر لگا دوں۔ رضوان خازن جنت کے حوالے کروں۔ جب اللہ تعالیٰ نے علی اور فاطمہ کی شادی بیاہ پر اپنے فرشتوں کو گواہ بنایا تو درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ زیور اور جوڑے نیچے گرائے۔ چنانچہ اس نے نیچے گرائے اور حوروں اور فرشتوں نے چنے۔ اور حوریں یہ زیور اور جوڑے قیامت تک ایک دوسرے کو ہدیہ کے طور پر دیں گی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں آپ کو علی اور فاطمہ کی شادی بیاہ زمین میں بھی کر دینے کا حکم سناؤں۔ اور فاطمہ کو دو پاک اور افضل بیٹوں کے تولد کی بشارت سناؤں جو دنیا میں بھی خیر ہونگے اور آخرت میں بھی۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن وہ فرشتہ یہاں سے گیا ہے تو ادھر سے تو نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اے ابوالحسن تو میرے آگے مسجد کو چل۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب لوگوں کے سامنے تجھے عقد نکاح دیتا ہوں۔ اور تیرے فضایل کا ذکر لوگوں کے سامنے کرتا ہوں جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں وہاں سے جلدی نکلا اور میں نہایت خوشی کی وجہ سے لایعقل تھا تو مجھے راستہ میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا ہے اے ابو الحسن میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم میرے پیچھے مسجد آرہے ہیں۔ اور اس بات کو لوگوں کی موجودگی میں بیان فرمائیں گے تو یہ دونوں حضرات خوش ہوئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ یہ ابھی مسجد کے درمیان نہیں پہنچے تھے کہ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ تو فرمایا اے بلال ۔ مہاجرین اور انصار کو بلا لا۔ بلال بلانے کے لئے گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے قریب بیٹھ گئے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر آپ ممبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کا حمد وثنا کیا۔ پھر فرمایا اے مسلمانوں جبریل علیہ السلام میرے پاس آیا اور بتایا کہ اللہ

تعالی نے بیت المعمور کے پاس فرشتوں کو گواہ بنا کر میری بیٹی فاطمہ اپنے بندہ علی بن ابی طالب سے بیاہ دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی زمین میں بھی اسے علی سے بیاہ دوں اور تم لوگوں کو گواہ بناؤں ۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور حضرت علی سے فرمایا اے علی اٹھ اور اپنے لئے خطبہ پڑھ۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر حمد ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی عبادت کی لائق نہیں وہ اکیلا ہے ۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ شبیہ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ اور اسکے رسول ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کی آل پر اور اس کے اصحاب پر اوراس کی ازدواج پر ہمیشہ صلوۃ فرمائے جو اس کو راضی کر دے امابعد بے شک نکاح سنت ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے اور اس کا مہر میری زرہ کو بنایا ہے میں بھی اس بات پر رضا مند ہوں اور آپ بھی رضا مند ہیں۔ تم سب یہ بات آپ سے پوچھ لو اور گواہ بن جاؤ سب مسلمانوں نے مبارک باد کہا اور دعائیں دیں۔ پھر آپ اپنی بیویوں کے پاس چلے گئے اور ان کو حکم دیا کہ فاطمہ کیلئے دف بجائیں آپ کی سب بیویوں نے حضرت فاطمہ کے پاس جاکر دف بجائے

حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے وہ زرہ لے لی اور بازار کو بیچنے کے لئے چلا ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار سو درھم میں فروخت کی ۔ جب میں نے قیمت وصول کر لی اور حضرت عثمان نے زرہ پر قبضہ کرلیا تو حضرت عثمان فرمانے لگے کہ اب یہ قیمت آپ کی ہے اور زرہ میری ہے۔ میں نے کہا ہاں ۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں یہ زرہ آپ کو ہدیہ کے طور پر دیتا ہوں ۔

حضرت علی نے فرمایا میں ان درہموں کو اور زرہ کو لے کر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بھی سنائی۔

آپ نے حضرت عثمان کے حق میں دعا فرمائی۔ اور آپ نے ان درہموں سے مٹھی بھر درہم لئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ درہم دے کر فرمایا کہ فاطمہ کے بیاہ کا سودا خرید لاؤ۔ حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ان کے ساتھ بار برداری کیلئے روانہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ جو درہم آپ نے مجھے دیئے وہ تریسٹھ ۶۳ تھے۔ تو میں نے کھدر کا ایک بچھونا جو اون سے بھرا تھا خریدا اور ایک چمڑے کا دستر خوان اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔اور ایک پانی کی مشک اور چند کوزے اور اون کا باریک پردہ۔ کچھ چیزیں میں نے اٹھائیں اور کچھ سلمان نے اور کچھ بلال نے۔

ہم نے یہ ساری چیزیں لاکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے سامنے رکھ دیں ۔ جب آپ نے دیکھا تو روئے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ اس قوم کو برکت دے جن کا شعار تجھ سے ڈرنا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ زرہ کے باقی درھم آپ نے حضرت ام سلمہ کو بطور امانت دیئے۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک میں نے اس بارہ میں آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ حیا حائل رہا۔ لیکن جب میں تنہا آپ سے ملتا تو آپ فرماتے اے ابوالحسن میں نے سارے عالمین کی سردار تجھ سے بیاہی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے بعد میرے بھائی عقیل بن ابی طالب میرے پاس آئے اور کہا میرے بھائی میں کسی بات پر اس قدر خوش نہیں ہوا جس قدر آپ کے اور فاطمہ کے نکاح پر خوش ہوا ہوں۔ اب اگر رخصتی ہو جائے اجتماع سے ہماوی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی میں نے کہا اللہ کی قسم میں بھی یہ بات چاہتا ہوں لیکن رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے حیا مانع ہے۔ میرے بھائی نے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ فوراً میرے ساتھ چلیں۔ ہم آپ سے ملنے کے ارادہ سے چل پڑے تو راستہ میں آپ کی لونڈی ام ایمن ہمیں ملی۔ ہم نے ام ایمن کو اپنا مقصد بتایا اس نے کہا تم ذرا ٹھہرو اس بارہ میں ہمیں بات کرنے دو۔ کیونکہ عورتوں کی بات بہ نسبت مردوں

کے زیادہ موثر ہوتی ہے ۔ پھر ام ایمن حضرت ام سلمہ کے پاس گئی اور ماجرا بیان کیا
اس نے آپ کی سب بیویوں سے کہا۔ تو آپ کی سب بیویاں حضرت عائشہ کے گھر
جمع ہوگئیں۔ اور آپ کے گرد آکر کہنے لگیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا
رسول اللہ ہم سب ایک مقصد کیلئے جمع ہوئی ہیں اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا موجود ہوتیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب
ہم نے حضرت خدیجہ کا نام لیا تو آپ رونے لگے اور فرمایا خدیجہ کی مثل کہاں ہے
جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی اور اپنے مال سے میرے دین
میں اور میری دنیا میں میری مدد کی ۔ تو حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ واقعی
حضرت خدیجہ ایسی ہی تھیں لیکن اس دنیا سے چلی گئی اب اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے
درجات میں ہم سے جمع فرمائے گا ۔ یہ آپ کا دینی بھائی اور نسب میں چچا زاد بھائی علی
بن ابی طالب اپنی زوجہ فاطمہ کی رخصتی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام سلمہ تو ام
ایمن کو بلالے اور اسے بھیج کر علی کو بلا لے۔ ام ایمن حضرت علی کو بلانے گئی تو وہ
منتظر تھے۔ ان سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بلاتے ہیں۔
حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں ام ایمن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی
آلہ وسلم کے پاس چلا آیا آپ حضرت عائشہ کے گھر میں موجود تھے۔ آپ کی بیویاں
اٹھ کر کمرے میں داخل ہو گئیں اور میں آپ کے آگے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے
فرمایا تو اپنی بیوی کی رخصتی چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں آپ پر میرے ماں باپ قربان
ہوں ۔ آپ نے فرمایا بسرو چشم انشاء اللہ آج رات رخصتی ہو جائے گی حضر علی فرماتے
ہیں کہ میں خوشی کی حالت میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعلی آلہ وسلم نے حکم دیا کہ فاطمہ کو آراستہ کرو۔ اور خوشبو لگاؤ اور اس کے لئے
بچھونا بچھاؤ آپ نے دس درھم ماموںہ درہموں سے حضرت علی کو دئے ۔ اور فرمایا کہ
کھجوریں مکھن اور کھویا خرید لاؤ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں یہ چیزیں لایا اور آپ
کو دیدیں آپ نے چمڑے کا دسترخوان لگایا اور اپنے قمیص کی آستینں اوپر چڑھالیں اور
وہ چیزیں دسترخوان پر ڈال کر اپنے زور دار ہاتھوں سے ان کو مل کر حلوہ سا بنا لیا جس

کو عرب حیس کہتے ہیں پھر فرمایا اے علی جن کو چاہے بلا لا حضرت علی گئے تو مسجد میں آپ کے صحابہ موجود تھے حضرت علی نے ان سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتے ہیں تو وہ سب کے سب چلے آئے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ بہت آگئے ہیں تو آپ نے اس حیس کو رومال سے ڈھک دیا اور فرمایا کہ دس دس کی جماعت یکے بعد دیگرے اندر آئیں تو دس دس آدمی اندر جاتے رہے۔اور شکم سیر ہو کر نکلتے رہے۔ اور حیس میں کوئی کمی نظر نہیں آتی تھی حتیٰ کہ اسی حیس کو سات سو آدمیوں نے کھا لیا اور آپ کی برکت سے حیس اسی مقدار پر باقی رہا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فاطمہ اور علی کو بلایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے علی کو لیااور بائیں ہاتھ سے فاطمہ کو لیا اور اپنے سینے مبارک سے دونوں کو لگا کر دونوں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر حضرت فاطمہ کو حضرت علی کے سپرد کیا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن تجھے بہترین بیوی سے بیاہا ہے پھر آپ چل کر ان دونوں کے گھر تک تشریف لے گئے۔ جب واپس ہوئے تو دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری پراگندگی کو جمع فرمائے۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں کو امانت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو تم پر اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ پھر حضرت علی اپنی زوجہ سے نرم باتیں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ رات کے اندھیرے چھا گئے تو حضرت فاطمہ رونے لگی ۔ حضرت علی نے کہا اے سیدۃ النساء تو کس سبب سے رو رہی ہے کیا تجھے میری زوجیت میں ہونا ناگوار ہے سیدہ نے فرمایا میں راضی کیوں نہ ہوں جب کہ آپ ہی میری رضا ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیکن اس نئے گھر میں داخل ہونے نے مجھے قبر کا داخلہ یاد دلا دیا ہے۔ اے میرے چچازاد تجھے میرے باپ کی قسم ہم مل کر مصلیٰ پر کھڑے ہو جائیں اور آج رات عبادت میں صرف کریں۔ حضرت سیدہ کی خواہش سے یہ دونوں حضرات شب بھر ایک مصلیٰ پر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے اسی طرح پہلی تین راتیں عبادت میں مصروف رہے اور تین دن روزہ دار رہے پھر چوتھی رات سوئے تو آپ کے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا

آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ علی اور فاطمہ نے ان تینوں راتوں میں اپنا بستر اور آرام چھوڑا ار یہ دن قیام اور صیام میں گزارے ۔ آپ ان دونوں کے پاس جائیں اور ان سے حال دریافت فرمائیں اور ان سے یہ بھی فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرمایا ہے اور تم قیامت کے دن مجرمین کی شفاعت کرو گے۔

تو نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے گھر تشریف لائے سب سے پہلے گھر میں آپ کو اسماء بنت عمیس نظر آئی آپ نے اس سے فرمایا تو یہاں کیوں ٹھہری ہے حالانکہ گھر میں مرد موجود ہے اسماء نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ بیٹی جب شوہر سے بیاہی جاتی ہے تو کسی ایک عورت کی اسے حاجت ہوتی ہے جو اس کا کام کرے اور اس کی ضرورتیں پوری کرے۔ تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور فرمایا اے اسماء اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی ضرورتوں میں سے تیری ہر ضرورت پوری کرے حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ موسم سرما کی صبح کا وقت تھا سردی بہت سخت تھی۔ میں اور فاطمہ لحاف کے نیچے تھے جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سنی ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں میرے حق کی قسم تم اسی حال میں سوئے رہو اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جب تک میں نہ آؤں ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر لیٹے رہے اور آپ اندر تشریف لائے تو ہمارے سروں کے قریب بیٹھ گئے۔ اور اپنے پاؤں ہمارے درمیان داخل کئے۔ میں نے آپ کی دائیں ٹانگ پکڑ کر سینہ سے لگائی اور فاطمہ نے آپ کی بائیں ٹانگ سینہ سے لگا لی۔ ہم دونوں آپ کی ٹانگوں کو سینہ سے لگا کر گرمانے لگے۔ حتیٰ کہ ہم نے دونوں ٹانگوں کو گرما دیا اور سردی دور کر دی پھر ہمارے لئے دعا فرمائی۔ حضرت علی کو باہر جانے کا حکم دیا تو وہ باہر چلے گئے پھر حضرت فاطمہ سے پوچھا تیرا شوہر کیسا ہے حضرت فاطمہ نے کہا ابا جان وہ بہترین شوہر ہے۔ پھر حضرت علی کو بلایا اور فرمایا اپنی زوجہ سے ہمیشہ نرم رہنا۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کو درد پہنچانا مجھ کو درد پہنچانا ہے اور

اس کو خوش کرنا مجھ کو خوش کرنا ہے۔ میں تم دونوں کو بطور امانت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو تم پر اپنا خلیفہ بنایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی کو دور رکھے اور تم کو پوری طرح پاک کر دے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے فاطمہ کو کبھی ناراض نہیں کیا اور نہ کسی کام پر مجبور کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی اور نہ اس نے مجھے کبھی ناراض کیا اور نہ کبھی نافرمانی کی۔ وہ ہمیشہ میری مونس اور غمگسار رہی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاهما عنا۔ تم ذکر الزواج بحمد اللہ تعالیٰ (الروض الفائق)

اب آل عبا میں ہر ایک کے انفرادی فضائل وخصوصیات مذکور ہوں گے اور ان کے محاربین کا تذکرہ بھی آئے گا

حضرت فاطمہ زہراء بتول

حضرت زہراء کی پیدائش ظہور نبوت کے سال میں ہوئی۔ یہ ابن عبدالبر کا قول ہے اور ابن جوزی نے کہا کہ آپ کی پیدائش ظہور نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی تینوں بیٹیوں سے چھوٹی ہیں۔ اور سب سے زیادہ آپ کو محبوب اور پیاری ہیں۔ اور ان کی کنیت ام محمد تھی۔ طبرانی نے سند صحیح علی شرط الشیخین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول بیان کیا کہ میں نے فاطمہ کے باپ کے بعد فاطمہ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حضرت ابن مسعود نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے نقل کیا کہ فاطمہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ سے محفوظ کر لیا ہے۔ ابن عساکر لغت میں فطم بمعنی منع آتا ہے گویا ان کا نام مانعہ ہوا۔ یعنی مانعہ من عذاب النار۔ اور بتول لغتہ معنی منقطع ہے تو بتول ان کا نام اس لئے ہے کہ آپ بہنوں کی وفات کے بعد سب ہم زمان عورتوں سے فضیلت اور دین اور حسب میں منقطع ہیں یعنی منفرد۔ بعض نے کہا کہ وہ دنیا سے کٹ کر رب تعالیٰ کی ہو گئیں اس لئے ان کو بتول کہا جاتا ہے۔ ابن ابی عاصم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علی ابیہا

وعلیہا الصلوۃ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا کی وجہ سے راضی ہوتا ہے۔

اعتراض

جب حضرت زہراء کا غضب اس قدر خطرناک ہے تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابوجہل کی بیٹی کا خطبہ کیوں کیا جس سے حضرت زہراء بھی ناراض ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی ناراض ہوئے۔ جس کا واقعہ حسب ذیل ہے۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی قوم خیال کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی طرفداری میں کسی پر ناراض نہیں ہوتے۔ اب علی کو دیکھئے کہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر رہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور شہادتین کے بعد فرمایا میں نے ابو العاص کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تو اس نے جو بات کہی سچ کہی اور جو وعدہ کیا پورا کیا بیشک فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کو دکھ دے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ تو حضرت علی نے خطبہ ترک کر دیا۔ خطبہ کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ حضرت علی کے اس خطبہ سے حضرت رسول اور حضرت بتول اور دونوں کو اذیت پہنچی۔ ایذاء رسول پر بہت وعیدیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ تو پھر یقیناً" حضرت علی ان وعیدوں کے مصداق قرار پائے پھر وہ برتری اور امتیاز جو حضرت علی کو حاصل ہے باقی نہ رہے۔

الجواب

حضرت علی کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اذن علم فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع کی بنا پر تھا۔ جو عمل قرآن مجید کا صریح منطوق ہو اس کو ایذاء رسول نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بات حضرت علی پر واضح نہیں ہوئی تھی کہ فاطمہ بتول کا شوہر عموم آیتہ سے مستثنیٰ ہے اور اسے دوسرے نکاح کا اذن نہیں ہے پھر جب نبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی فاطمہ کی موجودگی میں نکاح کا ماذون نہیں ہے تو انہوں نے خطبہ ترک کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اس توضیح کی بعد بھی اگر حضرت علی اپنے ارادہ پر قائم رہتے تو پھر اس کو ایذاء رسول کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنے ارادہ سے فوراً باز آگئے تو آپ نے بھی ان کو کسی وعید کا مستحق قرار نہیں دیا

ایذاء رسول اس قول یا فعل کو کہتے ہیں کہ جو رسول کو دکھ دینے کے ارادہ سے صادر ہو۔ اگر کسی کے قول یا فعل سے آپ رنجیدہ ہوں اور وہ قول یا فعل دکھ دینے کی نیت سے صادر نہ ہوا تو اس کو ایذاء نہیں کہیں گے۔ جس پر وعید ہے حضرت زینب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا تو دعوت ولیمہ میں بہت صحابہ شریک ہوئے سب لوگ کھانا کھانے کے بعد چلے گئے فقط دو چار آپ کے گھر میں بیٹھ گئے اور کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے مکان کی تنگی کے باعث ان کے بیٹھ جانے سے آپ کو رنجیدگی ہوئی لیکن شرم وحیا کی وجہ سے ان بیٹھنے والے صحابہ سے یہ نہ فرمایا تم چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ حکم دیا کہ تم نبی کے گھر بغیر اجازت داخل نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر تمہیں کھانے کیلئے بلایا جائے تو قبل از وقت کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو پورے وقت پر جاؤ اور کھانا کھا کر فوراً باہر نکلو۔ وہاں بیٹھ کر باتیں نہ کرو کہ ایسا کرنے سے میرے حبیب کو دکھ پہنچتا ہے لیکن تمہیں یہ بات نہیں کہتے کہ اب تم چلے جاؤ۔ تو اس آیت میں واضح طور پر ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لایستحی من الحق۔ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اس عمل کو ایذاء رسول کا نام دیا لیکن اس پر کوئی وعید اس لئے مرتب نہیں ہوئی کہ صحابہ کرام کا یہ عمل آپ کو دکھ دینے کے ارادہ سے نہیں تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی کے اس خطبہ سے اگرچہ حضرت رسول اور حضرت بتول رنجیدہ ہوئے لیکن ان کا یہ خطبہ آپ کو دکھ دینے کی نیت سے نہیں تھا۔ لہذا اس خطبہ کو ہم ایذاء رسول کا مصداق قرار نہیں دیں گے جس پر کوئی وعید مترتب ہو۔ یوں تو آپ کی امت کے ہر فرد کے ہر گناہ سے آپ کی ایذاء ہوتی ہے۔ لیکن

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ فاطمہ علی ابیہا وعلیہا الصلوۃ السلام تشریف لائی اس کی رفتار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی رفتار تھی تو آپ نے فرمایا مرحبا اے میری بیٹی پھر اسکو اپنی دائیں جانب بٹھا لیا اور چھپا کر اس سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگی۔ پھر چھپا کر دوسری بات کی تو وہ ہنسنے لگی میں نے کہا آج کی طرح غمی اور خوشی ایک دوسرے سے قریب میں نے کبھی نہیں دیکھے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی بات دریافت کی تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کروں گی جب آپ کی وفات ہو گئی تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پھر دریافت کیا تو آپ کی بات بتا دی کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ جبرئیل ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے اور امسال دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرے خیال میں یہ تکرار میرے اجل کے قریب ہونے کی وجہ سے ہے اور میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میرے پاس تو آئے گی اور میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں تو میں رونے لگی تھی۔ پھر فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو ہی سارے عالمین کی عورتوں کی سردار ہوگی۔ تو میں ہنسنے لگی اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ تو سب جنتی عورتوں سے افضل ہوگی۔"

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت زہراء علی الاطلاق سب عورتوں سے افضل ہیں بعض احادیث میں جو حضرت مریم کا استثناء آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آپ کے پاس جو وحی آئی اس میں حضرت مریم کا باستثناء تھا تو آپ نے حضرت زہراء کو سب عورتوں سے افضل باستثنا مریم فرمایا۔ پھر جب حضرت زہراء کے مراتب میں ترقی ہوئی تو حضرت مریم سے بھی افضل بنا دی گئی۔ تو آپ نے حضرت زہراء کا سب نساء العالمین سے علی الاطلاق افضل ہونا بیان فرمایا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اپنی والدہ اور تینوں بہنوں سے حضرت زہراء کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان چاروں کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی یعنی حیات ظاہرہ میں

وفات ہوئی تو ان کی وفات آپ کے نامہ اعمال میں لکھی گئی اور آپ کی وفات حضرت زہراء کی موجودگی میں ہوئی اس عظیم مصیبت کا ثواب حضرت زہراء کو ملا۔ اس لحاظ سے وہ اپنی والدہ سے تینوں بہنوں سے ثواب میں بڑھ گئی اور علی الاطلاق سب سے افضل قرار پائی۔ ہذا ہوا المقصود (کذافی زرقانی) آپ نے فرمایا **احب اہلی الی فاطمہ اخرجہ الترمذی وحسنہ** " میرے اہل بیت سے فاطمہ سب سے زیادہ میری محبوب ہے" کہیں سفر کو جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے۔ اور مواہب شریف میں ہے۔ **وکان یقبل فی فیھا ویمصہ لسانہ**۔ آپ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ پر بوسہ دیتے اور اس کو اپنی زبان چسواتے۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا۔ **فاطمہ بضعتہ منی فمن اغضبھا اغضبنی** " فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"

" ابن عبدالبر نے حدیث بیان کی کہ حضرت زہراء نے اسماء بنت عمیس سے کہا کہ میں اس عمل کو برا جانتی ہوں جو مردہ عورتوں سے کیا جاتا ہے وہ یہ کہ عورت کی میت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کپڑے کے بوجود عورت کے جسم کا پتہ چل رہا ہوتا ہے کہ موٹی ہے یا پتلی ہے تو اسماء بنت عمیس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی میں تجھے وہ چیز نہ دکھاؤں جو میں نے سرزمین حبشہ میں دیکھی تھی۔ تو اسماء نے کھجور کی گیلی چھڑیاں منگائیں تو انہیں چارپائی سے باندھ کر ٹیڑھا کر دیا اور اوپر کپڑا ڈال دیا۔

حضرت زہراء نے فرمایا یہ کیا ہی اچھی چیز ہے مرد اور عورت کا اس سے امتیاز ہو جاتا ہے جب میں مروں تو تو اور میرا شوہر علی مجھے نہلائیں اور میرے لئے بھی چھڑیوں کی یہ پوشش بنائیں۔ اور تم دونوں کے بغیر اور کوئی میرے نہلانے میں شریک نہ ہو" " امام احمد نے مناقب میں ضعیف سند کے ساتھ اور اسی طرح ابن سعد نے ام رافع سلمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زہراء جب بیمار ہوئی تو اچھی طرح غسل فرمایا اور

نئے کپڑے پہنے پھر مجھے فرمایا کہ میرا بستر کمرے کے درمیان میں بچھا دے۔ میں نے درمیان میں بچھا دیا آپ اس پر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور قبلہ رو ہو کر فرمایا کہ میں ابھی اس عالم فانی سے کوچ کرتی ہوں۔ جب میری وفات ہو جائے تو کوئی مجھے نہ کھولے اور نہ کوئی غسل دے۔ پھر وہیں وفات فرما گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو ام رافع نے ان کو آپ کی وصیت بتائی۔ تو حضرت علی نے ان کو اٹھا کر دفن کر دیا نہ انہیں کھولا اور نہ نہلایا"

آپ کے لئے وہ پردہ بنایا گیا جو حضرت اسماء کی روایت میں مذکورہ ہوا۔ پھر ان کے بعد پردہ زینب بنت جحش کیلئے بھی بنایا گیا

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ دار دنیا میں بسر فرمائے اور ۳ رمضان ۱۱ھ کو وصال فرمایا

انا للہ وانا الیہ راجعون

ابوبکر نے غیلانیات میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے اندر سے پکارنے والا پکار کر کہے گا۔ اے میدان حشر والو اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہوں کو نیچے کر لو تاکہ فاطمہ بنت محمد پل صراط سے گزر جائے۔ تو وہ ستر ہزار حورعین کے گھیرے میں بجلی کی رفتار میں گزریں گی۔ (صواعق صفحہ ۱۹۰)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بہشت میں دھوپ کی طرح روشنی ہر سو نمودار ہوگی تو سب بہشتی لوگ رضواں خازن جنت سے کہیں گے اے رضواں بہشت میں یہ دھوپ کہاں سے آگئی ہے حالانکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے **لایرون فیہا شمسا ولاز مہریرا** کہ بہشتی لوگ بہشت میں نہ دھوپ دیکھیں گے نہ سردی تو رضواں جواب دے گا کہ یہ جو دھوپ نظر آرہی ہے دھوپ نہیں ہے بلکہ حضرت زہراء اور حضرت علی کے دانتوں کی روشنی ہے وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہنسے ہیں (تفسیر روح المعانی)

حضرت زہراء کے تین بیٹے حسن۔ حسین۔ محسن ہوئے۔ محسن چھوٹی عمر میں وفات پا

گئے اور دو بیٹیاں ام کلثوم۔ زینت علی ابیہم علیہم الصلوۃ والسلام۔

نسائی نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان ابنتی فاطمہ حوراء ادمیتہ لم تحض ولم تطمث۔ "یقیناً میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے اسے نہ کبھی خون حیض ہوا اور نہ خون نفاس جب بچہ پیدا ہوتا تو ایک گھنٹہ تک صاف ہو جاتیں اس لئے ان کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ (خصائص)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناف بریدہ پیدا ہوئے جس کی بنا پر واضح ہو گیا کہ آپ شکم مادر میں بچوں کی معتاد غذا سے پاک اور غنی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت زہراء ہر قسم کے نسوانی خون سے پاک تھیں حضرت زہراء کے خون حیض سے پاک ہونے کی وجہ سے ان کی اولاد جو ان کے شکم اقدس سے پیدا ہوئے وہ بھی خون کی معتاد غذا سے پاک تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی سب اولاد خون کی معتاد غذا سے پاک ثابت ہوئی۔

اہل الکساء یعنی پنجتن پاک کے فرد ثالث حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ)

اسلم وہو ابن عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذلک قدیما۔ بل قال ابن عباس وانس وزید بن ارقم وسلمان الفارسی وجماعتہ انہ اول من اسلم ونقل بعضہم الاجماع علیہ۔ مر الجمع بن ہذا الاجماع والا جماع علی ان ابابکر اول من اسلم ونقل ابو یعلی عنہ وقال بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی لہ وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثاء (صواعق صفحہ ۱۱)

ترجمہ۔ "حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دس برس کی عمر میں مسلمان ہوئے بعض نے کہا نو سال کی عمر میں اور بعض نے کہا آٹھ سال کی عمر میں اور بعض نے اس سے بھی کم عمر بتائی۔ آپ کا اسلام لانا پرانا ہے بلکہ حضرت ابن عباس اور حضرت انس اور حضرت زید بن ارقم اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ بعض علماء نے آپ کے اول المسلمین ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اس اجماع اور حضرت ابوبکر کے اول المسلمین

ہے لیکن میں عثمان شہید کے خون کا بدلہ چاہتا ہوں۔

علامہ ابن حجر اس بارہ میں تنبیہہ تحریر فرماتے ہیں۔

جلم مبلمران الحقیق بالخلافہ بعد الائمۃ الثلاثہ ہو الامام المرتضی والولی المجتبی علی بن ابی طالب باتفاق اہل الحل العقد علیہ کطلحۃ والزبیر وابی عباس وخزیمۃ بن ثابت وابی الہیثم بن التیہان ومحمد بن سلمۃ وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہم وفی شرح المقاصد عن بعض المتکلمین ان الاجماع انعقد علی ذلک ووجہ انعقاد فی زمن الشوری علی انہا لہ ولعثمان وہذا اجماع علی انہ لولا عثمان لکانت لعلی۔ فحین خرج عثمان بقتلہ من البین علم انہا بقیت لعلی اجماعا۔ ومن ثم قال امام الحرمین ولا اکتراث بقول من قال لااجماع علی امامۃ فان الامامۃ لم تجحدلہ وانما ہاجت الفتنۃ لامور اخری (صواعق صفحہ ۷۱)

گزشتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تینوں خلیفوں کے بعد خلیفہ باتفاق اہل الحل والعقد امام مرتضیٰ ولی مجتبیٰ علی بن ابی طالب ہیں جیسے طلحہ وزبیر وابو موسیٰ وابن عباس وخزیمہ بن ثابت وابو الہیثم بن تیہان ومحمد بن سلمہ وعمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور شرح المقاصد میں بعض متکلمین کا قول موجود ہے کہ خلافت علی پر اجماع منعقد ہوا انعقاد اجماع کی صورت یہ ہے کہ شوریٰ کے زمانہ میں یہ بات طے ہوئی کہ خلافت علی یا عثمان کیلئے ہے۔ یہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر عثمان نہ ہوتے تو خلافت علی کیلئے ہوتی۔ پھر جب عثمان شہادت پا کر درمیان سے نکل گئے تو اجماعا خلافت علی کیلئے رہ گئی۔ اسی وجہ سے امام الحرمین نے کہا کہ اس شخص کی بات لائق التفات نہیں جو کہے کہ علی کی خلافت پر اجماع نہیں کیونکہ آپ کی خلافت کا کوئی منکر نہیں تھا۔ فتنہ تو دوسرے ہی امور سے بھڑک اٹھا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل

وہی کثیرۃ عظیمۃ شہیرۃ حتی قال احمد ماجاء لاحد من الفضائل ماجاء لعلی۔ وقال اسمعیل القاضی والنسائی وابو علی نیساپوری لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الحسان اکثر ماجاء فی علی۔ وقال بعض المتاخرین من ذریۃ اہل البیت

ہونے کے اجماع میں تطبیق گزر چکی ہے۔ اور ابو لیعلی نے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پہلی وحی سوموار کو نازل ہوئی اور میں منگل کو مسلمان ہوا۔"

اب وہ عبارت تطبیق نقل کی جاتی ہے جس کا علامہ ابن حجر نے حوالہ دیا ہے۔

ومن ثم ذہب خلائق من الصحابۃ والتابعین وغیرہم الی ان ابابکر اول الناس اسلاماً بل ادعی بعضہم الاجماع علیہ وجمع بین ہذا وغیرہ من الاحادیث المنافیۃ لہ بانہ اول الرجال اسلاماً وخدیجۃ اول الناس فی النساء وعلی اول الصبیان وزید اول الارقاء۔ وخالف فی ذلک ابن کثیر فقال الظاہر ان اہل بیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امنوا قبل کل احد زوجتہ خدیجۃ ومولاہ زید و زوجتہ ام ایمن وعلی وورقۃ ویؤیدہ ما صح عن سعد بن ابی وقاص انہ (ابوبکر) اسلم قبلہ اکثر من خمسۃ قال ولکن کان خیرنا اسلاماً۔ (صواعق صفحہ ۷۶)

"اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین وغیرہم سے بہت سی خلق اس طرف گئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سب لوگوں سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور بعض نے اس بات پر اجماع کا دعوی کیا۔ اس میں اور اس کے منافی احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سب آزاد مردوں سے پہلے اسلام لائے اور خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورتوں میں سب سے پہلے اور علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سب بچوں سے پہلے اور زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سب غلاموں سے پہلے۔ لیکن اس بات میں ابن کثیر نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ظاہر یہ بات ہے کہ آپ کے اہل بیت آپ کی بیوی خدیجہ اور زید اور اس کی بیوی ام ایمن اور علی اور ورقہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ سعد بن ابی وقاص کی روایت صحیحہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سے قبل پانچ شخصوں سے زیادہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن وہ ہم سب مسلمانوں سے بہتر ہیں"۔ صواعق کی دونوں عبارتوں سے واضح ہو گیا ہے حضرت علی حضرت ابوبکر سے زیادہ قدیم الاسلام ہیں۔

آپ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے حتی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بارہا اس بات کا اعتراف کیا کہ علی مجھ سے افضل ہے اور وہی مستحق امامت

النبوی وسبب ذلک واللہ اعلم ان اللہ تعالی اطلع نبیہ علی ماٰیکون بعدہ مما ابتلی بہ علی وماوقع من الاختلاف لما ال الیہ امر الخلافتہ فاقتضی ذلک نصح الامتہ با شہارہ بتلک الفضائل لتحصل النجاۃ لمن تمسک بہ ممن بلغتہ ثم لماوقع الاختلاف والخروج علیہ نشر من سمع من الصحابتہ تلک الفضائل وبثہا نصحا للامتہ ایضا۔ ثم لما اشتد الخطب واشتغلت طائفتہ من بنی امیتہ بتنقیصہ وسبہ علی المنابر ووافقہم الخوارج لعنہم اللہ بل قالو بکفرہ اشتغلت جہابذۃ الحفاظ من اہل السنتہ ببث فضائلہ حتی کثرت نصحا للامتہ ونصرۃ للحق۔(صواعق صفحہ ۱۲۰)

" آپ کے فضائل بہت ہیں اور عظیم الشان ہیں اور مشہور ہیں حتی کہ امام احمد نے فرمایا جس قدر علی کے فضائل ثابت ہیں اور کسی کے اتنا ثابت نہیں۔ اسمٰعیل قاضی اور نسائی اور ابو علی نیساپوری نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی ایک کے فضائل اچھے اسانید سے اس قدر زیادہ نہیں آئے جس قدر علی کے فضائل آئے ہیں ذریت اہل بیت نبوی سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ واللہ اعلم کثرت فضائل علی کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کو ان اختلافات پر اطلاع دی جو خلافت راشدہ کے آخر میں واقع ہوئے۔ تو امت کی خیر خواہی کا تقاضا تھا کہ علی کے فضائل مشہور کریں تاکہ یہ فضائل جن کو پہنچیں وہ علی سے وابستہ ہو کر نجات حاصل کریں۔ پھر جب ان کے خلاف بغاوت اور اختلافات رونما ہوا تو صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنے ہوئے وہ فضائل امت کی خیر خواہی کیلئے نشر کئے اور بکھیرے۔ پھر جب معیبت شدید ہوئی اور ایک جماعت یعنی بنو امیہ ممبروں پر علی کی شان گھٹانے لگے اور سب بکنے لگے۔ اور خوارج لعنہم اللہ نے بھی بنو امیہ کی موافقت کی بلکہ وہ علی کے کفر کے قائل ہوئے تو اہل السنہ کے بڑے حفاظ حدیث ان کے فضائل نشر کرنے لگے حتی کہ وہ بہت ہوئے۔ یہ ان کا عمل امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کیلئے تھا"۔

نابالغی میں اسلام قبول کرنا اور ہوش سنبھالنے سے قبل سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں داخل ہو جانا اور بچپن سے

طہارت کے بجرے کنارے کی شلواری کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ حضرت علی امر
میں منفرد ہی نظر آتے ہیں۔ اگر اس عظیم طہارت میں ان کے شریک ہیں تو حضرت
زہراء اور حسنین کہ یہ بھی ہیں۔ کہ وہ بھی پیدائشی طہارت کے ساتھ آغوش نبوت میں
پرورش پانے والے ہیں اور جاہلیت کے عقائد اور اعمال سے ہمیشہ پاک رہے ہیں۔
اس طہارت عظمی ہی کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی چادر
میں ان چاروں کو داخل فرمایا اور آیت تطہیر پڑھی پھر ان چاروں کیلئے طہارت کاملہ کی
دعا فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آیت تطہیر ہم پانچوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اس وجہ
سے اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک ان پانچوں کا لقب پنجتن پاک قرار پایا۔ ان پانچوں
کے لئے آیت تطہیر کے نزول کی حدیث تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے لکھی جا چکی ہے۔

حدیث نمبر۱۔ بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں علی بن ابی طالب کو اپنے اہل وعیال
میں خلیفہ بنایا تو علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور
بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے علی تو اس بات پر راضی
نہیں کہ جس طرح موسی علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو گھر میں اپنا خلیفہ
چھوڑ جاتے اسی طرح تم میرے بھائی ہو اور تمہیں اپنے گھر میں خلیفہ چھوڑے جا رہا
ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔
کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
حدیث نمبر۲۔ بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ طویل ہو جانے کے بعد ایک دن فرمایا
کہ کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے
محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں تو اللہ تعالی اس کے
ہاتھ پر فتح دے گا۔ رات بھر صحابہ باتیں کرتے رہے اور اپنی اپنی رای بیان کرتے
رہے کہ فلاں کو جھنڈا عطا ہوگا۔ ہر ایک صحابی کو یہ امید تھی کہ جھنڈا مجھے ملے گا۔

صبح کو آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے۔ عرض کیا گیا کہ اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس کسی کو بھیجو۔ تو آپ کو لایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی تو فوراً صحت یاب ہو گئے گویا ان کو درد تھا ہی نہیں۔ تو آپ نے ان کو جھنڈا سپرد فرمایا۔ انتہی۔

(ف) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی محبت اور محبوبیت اگرچہ سب صحابہ میں مشترکہ تھی پھر بھی حضرت علی کو اس صفت کے ساتھ مخصوص فرمایا جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ محبت اور محبوبیت میں سب صحابہ سے اکمل ہیں۔

حدیث نمبر۳۔ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی محبوب تھیں اور ان کے شوہر سب مردوں سے زیادہ آپ کے محبوب تھے۔

حدیث نمبر۴۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ جب آیت ندع ابناء نا وابناء کم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن حضرت حسین کو بلایا اور کہا اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

حدیث نمبر۵۔ ابن ابی شیبہ نے زید بن ربیع سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس یہ بات پہنچی کہ بعض لوگ ان کے حق میں ناروا باتیں کہتے ہیں تو آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جس نے میرے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہو وہ کھڑا ہو کر بتا دے۔ تو صحابہ کی بہت بڑی جماعت کھڑی ہو گئی اور سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں جس کا دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ جو علی سے دوستی

رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو علی سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی کر۔

حدیث نمبر۵۔ ترمذی اور حاکم نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ میں بھی ان چار شخصوں سے محبت رکھتا ہوں۔ صحابہ نے کہا کہ ان کے نام ہمیں بتایئے۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ایک علی ہیں تین مرتبہ یہ بات فرمائی پھر فرمایا کہ باقی تین ابوذر اور مقداد اور سلمان ہیں۔

حدیث نمبر۷۔ امام احمد ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرا جزو ہے اور میں علی کا جزو ہوں۔ اور مجھ پر لازم حق کی ادائیگی فقط میں کر سکتا ہوں یا علی کر سکتا ہے

حدیث نمبر۸۔ ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی آنسو بہاتے ہوئے آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو آپ نے فرمایا تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

حدیث نمبر۹۔ مسلم نے حضرت علی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جان پیدا فرمائی بے شک نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھے یہ پختہ بات بتائی کہ مجھ سے محبت فقط مومن کرے گا اور مجھ سے عداوت فقط منافق کرے گا۔

حدیث نمبر۱۰۔ بزار نے اور طبرانی اوسط میں جابر بن عبداللہ اور طبرانی نے اور حاکم نے اور عقیلی نے ضعفاء میں اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص علم چاہے وہ دروازہ کے پاس آئے۔ اور ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے علماء نے اس حدیث کے بارہ میں اختلاف

کیا ہے بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اور بعض نے اسے موضوع کہا ہے۔ علامہ سیوطی نے فرمایا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ حدیث حسن ہے نہ موضوع ہے اور نہ صحیح۔

حدیث نمبر۱۵۔ حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا اور تصحیح کی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں میں نوجوان ہوں مجھے قضاء کا پتہ نہیں تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا فرمائی اے اللہ اس کے دل کی رہنماء فرما اور اسکی زبان کو حق پر قائم رکھ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا آپ کی اس دعا کے بعد کسی فیصلہ میں مجھے تردد نہیں ہوا۔

آپ نے اقضاکم علی اس وقت فرمایا جب آپ صحابہ کی جماعت میں بیٹھے تھے تو دو شخص جھگڑا لے کر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یارسول اللہ میرا گدھا تھا اور اس شخص کی گائے تھی۔ اس کی گائے نے میرے گدھا کو مار ڈالا ہے۔ تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ جانوروں پر کوئی ضمان نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا اے علی تو ان دونوں شخصوں کے مابین فیصلہ کر دے۔ حضرت علی نے ان دونوں سے پوچھا کہ گدھا اور گائے دونوں چھوٹے ہوئے تھے یا دونوں بندھے ہوئے تھے۔ یا ایک چھوٹا ہوا اور دوسرا بندھا ہوا تھا۔ تو دونوں نے بالاتفاق کہا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے چھوٹی ہوئی تھی اور گائے کا مالک بھی گائے کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا گائے والے پر ضمان ہے۔ یعنی گائے والا گدھے کی قیمت ادا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فیصلہ کی تصویب فرمائی اور اسی فیصلہ کو جاری فرمایا اور فرمایا اقضاکم علی یعنی تم سب میں سے بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے۔

حدیث نمبر۱۶۔ ابن سعد نے حضرت علی سے روایت کیا کہ حضرت علی سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ دوسرے صحابہ سے زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم

سے کوئی بات پوچھتا تو آپ بیان فرماتے اور اگر خاموش رہتا تو پھر بھی آپ مجھے بتاتے رہتے۔

حدیث نمبر ۱۳۔ طبرانی اور حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو غصہ آتا تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بغیر اور کوئی آپ سے بات کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

حدیث نمبر ۱۴۔ حاکم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کا اسناد حسن ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۔ ابن عبدالبر نے روایت کیا کہ صحابہ کرام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل جانتے تھے اور ان کو آگے کرتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے امد ان کی رای پر عمل کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے چہرہ کو بہت زیادہ دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ نے ان سے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(ف) حضرت علی کو کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اس فضیلت میں امت مسلمہ کا کوئی فرد آپ کا شریک نہیں۔

حدیث نمبر ۱۶۔ ابو یعلی اور بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے علی کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا۔

حدیث نمبر ۱۷۔ طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علی سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص علی سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو شخص مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔

حدیث نمبر۱۸۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھ کو گالی دیتا ہے۔

حدیث نمبر۱۹۔ طبرانی سے اوسط میں حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ علی قرآن مجید کے ساتھ ہے اور قرآن مجید علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتی کہ دونوں اکھٹے حوض کوثر میں میرے پاس آئیں گے۔

حدیث نمبر۲۰۔ امام احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فرمایا کہ سب لوگوں سے بدبخت ترین دو شخص ہیں ایک قوم ثمود کا احمیر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے اے علی جو تیرے درمیان سر پر ماریگا حتی کہ داڑھی کو خون سے تر کر دیگا۔ دوسرے چند صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

حدیث نمبر۲۱۔ ترمذی اور حاکم نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ یقیناً" علی میرا جزو ہے اور میں علی کا جزو ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔

حدیث نمبر۲۲۔ طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو علی سے بیا ہوں۔

حدیث نمبر۲۳۔ طبرانی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔

حدیث نمبر۲۴۔ دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور طبرانی وابن مرویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ سابق تین ہیں یعنی سب سے پہلے نبی کے ساتھ ایمان لانے والے تین شخص ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا یوشع بن نون ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا صاحب یٰسں ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا علی بن ابی طالب ہے۔

حدیث نمبر۲۵۔ حاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی سب نیکوں کاروں کا امام ہے اور بدکاروں کو قتل کرنے والا ہے۔ جو اسکی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کو تنہا چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے تنہا چھوڑے گا۔

حدیث نمبر۲۶۔ دار قطنی نے افراد میں حضرت ابن عباس سے رویت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ علی باب حطہ ہے(یعنی بنی اسرائیل کے اس دوروازہ کی مانند ہے جس میں سے گزرنے کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ حطتہ کہتے ہوئے گزرے) جو اس میں سے گزریگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے باہر رہیگا وہ کافر ہوگا۔

حدیث نمبر۲۷۔ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ہیں کہ کوئی منافق ان چاروں سے محبت نہیں کر سکتا فقط مومن ان سے محبت کرے گا۔ وہ چار یہ ہیں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث نمبر۲۸۔ حافظ حجر نے اصابہ میں مسند احمد بن حنبل سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایت کو نقل کیا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس شخص کو امیر بنائیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو اس کو دنیا سے نفرت کرنے والا اور آخرت

میں رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ تے تو اس کو قوی اور امین پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریگا۔ اگر تم علی کو امیر بناؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔ تو اس کو رہنما اور راہ یافتہ پاؤ گے کہ تم کو صراط مستقیم پر چلائے گا۔ (ف) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرا خیال ہے کہ تم علی کو میرے بعد امیر اور خلیفہ نہیں بناؤ گے اس بنا پر نہیں تھا کہ صحابہ کرام حضرت علی سے محبت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ فرمانا دو وجہوں کی بنا پر تھا۔

ا۔ آپ کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم پر تھی۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ ازل میں خلافت راشدہ کی ترتیب جو حتمی ہے وہ اس طرح ہے۔ابوبکر۔ عمر۔عثمان۔علی۔ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی ترتیب موت کے موافق رکھی ہے۔ خلفاء راشدین مین سے پہلے وفات پانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس لئے ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ نصب فرمایا۔پھر حضرت عمر کی وفات تھی پھر حضرت عثمان کی پھر حضرت علی کی۔اگر ابتدا میں حضرت علی کو خلافت دیدی جاتی تو باقی خلفاء راشدین خلافت سے محروم ہو جاتے کیونکہ ان کی موت پہلے واقع ہو جاتی انکی اور خلافت کی نوبت ہی نہ آتی۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم میرے بعد علی کو امیر نہیں بناؤگے۔ کیونکہ آپ کے بعد حضرت علی کے خلیفہ بن جانے سے باقی خلفاء راشدین کا حرمان یقینی تھا حالانکہ ازل سے خلافت راشدہ ان چاروں کیلئے لکھی جا چکی تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو خاتم الخلفا بنایا تھا جس طرح حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی درحقیقت حضرت علی کی خلافت تھی یا اس کی متمم۔ اس لئے وہ حضرت علی کی خاتمیت کے منافی نہیں۔

حدیث نمبر۹۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا اے ابن عباس جب تو نماز عشاء پڑھ لے تو گورستان

میں میرے پاس آجانا۔ وہ رات روشن تھی۔ جب میں ان کے پاس گیا تو مجھے فرمایا کہ تو الحمد کے الف کی تفسیر جانتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے پورا گھنٹہ الف کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ تو آپ نے پورا گھنٹہ تفسیر بیان فرمائی ۔ پھر پورا گھنٹہ حاء کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر پورا گھنٹہ میم کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر پورا گھنٹہ دال کی تفسیر بیان فرمائی حتی کہ صبح صادق ہو گئی۔ تو مجھے فرمایا اب گھر جا کر نماز کی تیاری کرو میں وہاں سے آیا مجھے آپ کی بیان کردہ تفسیر پوری یاد اور محفوظ تھی۔ پھر میں نے اپنے علم قرآن اور حضرت علی کے علم قرآن کا موازنہ کیا تو میرا علم چھوٹا سا حوض اور حضرت علی کا علم بڑا سمندر نظر آیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے اور حضرت علی کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے علم سے ہے۔ اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ میرے علم اور تمام صحابہ کرام کے علم کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے علم سے وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے نسبت ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت علی کی وفات پر اس قدر روئے کہ بینائی چلی گئی۔ ابو الطفیل نے کہا کہ میں نے سنا کہ حضرت علی خطبہ میں فرمارہے تھے۔ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اللہ کی قسم تم جو چیز مجھ سے پوچھو گے یقیناً" میں تم کو بتا دوں گا۔ اور قرآن مجید کی جو بات پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ اللہ کی قسم قرآن مجید کی جز آیت کے بارہ میں جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ نرم زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دوں۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ علم کے نو عشر حضرت علی کو دیئے گئے ہیں اور دسواں عشر دوسرے لوگوں کو۔ اس دسویں عشر میں بھی حضرت علی دوسرے لوگوں کے شریک ہیں۔امیر معاویہ کو جو پیچیدہ مسائل پیش آتے وہ لکھ کر حضرت علی سے حل کراتے۔ جب امیر معاویہ کے پاس حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی تو کہا کہ علی بن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم چلے گئے۔

امیر معاویہ نے ایک دن ضرار صدائی سے کہا جو حضرت علی کے مصاحب تھے کہ علی کے صفات بتاؤ تو ضرار نے کہا مجھے معاف رکھیے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ ان کے صفات تجھے ضرور بیان کرنا پڑینگے۔ ضرار نے کہا اگر ضرور ہے تو بیان کرتا ہوں۔ حضرت علی نہایت خوش خو اور سخت زور آور تھے۔ جو فیصلہ کرتے انصاف سے کرتے۔ علم ان کے اطراف سے بہتا اور حکمت ان کے ہر گوشہ سے بولتی۔ دنیا اور اس کی زینت سے دور بھاگتے۔ رات اور اس کی تنہائی سے بہت مانوس تھے لمبی فکر اور نہ تھمنے والے آنسوؤں کے مالک تھے۔ معمولی لباس اور نہایت سادہ غذا ان کو بہت مرغوب تھے۔ رہنے سہنے میں اپنے آپ کو عامی تصور فرماتے۔ جب ہم ان سے پوچھتے تو وہ جواب دیتے۔ ہم قرب کے باوجود ان کی ہیبت سے بول نہیں سکتے تھے۔ وہ دین کی انتہائی تعظیم کرتے اور غریبوں ناداروں کو اپنا مقرب بناتے۔ کوئی بڑا آدمی ان سے غلط فیصلہ نہیں کرا سکتا تھا اور کوئی کمزور ان کے عدل سے مایوس نہیں تھا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض اوقات ان کو دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو اپنی داڑھی کو پکڑ کر مار گزیدہ کی طرح تڑپتے اور رو رو کر فرماتے اے دنیا تو کسی دوسرے کو دھوکا دے۔ کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ چاہتی ہے یا تو میری شوق مند ہے۔ دور ہو دور ہو۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ اب رجوع بھی نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر بہت کم ہے لیکن ترا خطرہ بہت زیادہ ۔ ہائے۔ سامان کم ہے۔ اور سفر بہت لمبا اور وحشت ناک ضرار کی یہ گفتگو سن کر امیر معاویہ رونے لگے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے واقعی اسی طرح ہی تھے۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی خلافت کے دنوں میں ایک دن خطبہ فرما رہے تھے تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم آپ کے لئے خلافت کی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے خلافت کی وصیت فرماتے تو میں یقیناً تلوار لیکر اپنا حق حاصل کرنے کیلئے جہاد کرتا۔(یہ حدیث نمبر۲۹ علامہ یوسف نبہانی کی الشرف المئوبد سے لی گئی ہے)(مشاجرات)

اب ان لڑائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کے عہد خلافت میں پیش آئیں۔ ان واقعات کی پوری تفصیلات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن یہاں بقدر ضرورت ان لڑائیوں کا مختصر زرقانی علی المواہیب سے اس لئے نقل کیا جاتا ہے کہ دو اعتراضوں کا پوری توضیح کے ساتھ جواب لکھا جا سکے۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ کے مابین یہ لڑائیاں اللہ تعالیٰ کے ارشاد اشداء اعلی ا لکفار رحماء بنیھم کے خلاف ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان لڑائیوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کا دامن صاف نہیں رہتا کیونکہ ان کے فریق برابر کا درجہ رکھنے والے لوگ تھے۔ ان دونوں اعتراضوں کے جواب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے ان لڑائیوں کا تذکرہ لکھا جائے۔ وا للہ المستعانی۔(واقعہ الجمل)

اس واقعہ کے بیان کرنے سے قبل ان حدیثوں کا اعادہ ضروری ہے جو اس واقعہ سے متعلق ہیں اس اعادہ میں فقط ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا۔ حضرت ام مسلمہ نے فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ام المومنین خلیفہ اسلام پر خروج کریگی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا دیکھ اے حمیراء شاید وہ تو نہ ہو پھر آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر تو اس ام المومنین کے معاملہ کا کا مالک بنے تو اس سے نرمی کرنا۔

۲۔ بزار و ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون لمبے بالوں والے اونٹ پر سوار ہو کر خروج کرے گی اور اس کو حواب کے کتے بھونکیں گے ۔اور اس کے گرد بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔ اور مرتی مرتی بچے گی۔

۳۔ حاکم اور بیہقی نے ابو لاسود سے روایت کیا ابو لاسود فرماتے ہیں میلہ تعالیٰ وجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر تو اس ام المومنین کے معاملہ کا کا مالک بنے تو اس سے نرمی کرنا۔

۲۔ بزار و ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون لمبے بالوں والے اونٹ پر سوار ہو کر خروج کرے گی اور اس کو حواب کے کتے بھونکیں گے۔اور اس کے گرد بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔ اور مرتی مرتی بچے گی۔

۳۔ حاکم اور بیہقی نے ابو لاسود سے روایت کیا ابو لاسود فرماتے ہیں میز بیر واپس چلے آئے اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔

واقعہ صرف اتنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے تمام اہل الحل والعقد نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ بنایا اور بیعت کرلی۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی حضرت علی کی بیعت کر لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ حج کیلئے مکہ مکرمہ میں تھیں۔ حضرت عائشہ نے وہاں مکہ مکرمہ میں شہادت عثمان کی خبر سنی تو لوگوں کو طلب قصاص پر ابھارا۔ادھر سے حضرت طلحہ اور زبیر بھی حضرت علی سے عمرہ کی اجازت لیکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے وہاں جا کر حضرت عائشہ سے متفق ہوگئے۔ کہ ہم قاتلین عثمان سے بدلہ لیکر رہیں گے۔

حضرت عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئیں اور ان کے حامی لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ خبرمدینہ طیبہ میں حضرت علی کو پہنچی تو حضرت علی نو۹۰۰ سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بیٹے حسن کو اور حضرت عماربن یاسر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے اور ممبر پر چڑھے۔ حضرت حسن ممبر کے آخری زینہ پر بیٹھے اور حضرت عماربن یاسر اس سے نچلے زینہ پر تو حضرت عماربن یاسر نے لوگوں سے کہا کہ حضرت عائشہ بصرہ کو گئی ہیں اللہ کی قسم وہ دنیا میں اور آخرت میں تمہارے نبی کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم خلیفہ برحق کی اطاعت کرتے ہویا حضرت عائشہ کی ۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جو شخص حقوق اللہ کی رعایت کرنے والا ہے وہ چل کر دیکھے۔ اگر میں مظلوم ہوں تو میری اعانت کرے اور اگر میں ظالم ہوں تو مجھ

سے بدلہ لے۔ اللہ کی قسم طلحہ اور زبیر سب سے پہلے مجھ سے بیعت کرنے والے ہیں پھر وہ الٹے پھرے ہیں۔ حالانکہ نہ میں نے بیت المال میں بے جا تصرف کیا ہے اور نہ شریعت کا کوئی حکم بدلا ہے۔ تو وہاں سے بارہ ہزار افراد حضرت علی کی حمایت کیلئے نکلے۔ ادھر سے حضرت عائشہ جب حواب بستی تک پہنچیں تو حواب کے کتے بھونکنے لگے۔ آپ نے فرمایا اس بستی کا نام کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام حوائب ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے فوار" واپس لے چلو۔ اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی سنائی۔ مروان گرد نواح کے چالیس پچاس آدمی سکھا کر لایا انہوں نے آکر قسمیہ بیان کیا کہ یہ بستی حواب نہیں ہے۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطمئن ہو گئیں حتیٰ کہ بصرہ پہنچیں۔ ادھر سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مع افواج پہنچے۔ ۱۰ جمادی الاول ۳۶ھ بروز خمیس فریقین کی لڑائی ہوئی۔ دن چڑھے شروع ہو کر عصر کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے غلبہ سے ختم ہوئی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائی کے دوراں پوچھا اور حضرت علی کی فوج سے مخاطب ہوئے کہ تم میں عمار بن یاسر بھی ہے سب نے کہا ہاں تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نیام میں داخل کرلی۔ یہ بات حضرت علی کو پہنچی تو حضرت زبیر کو بلایا۔ تو وہ تشریف لائے اور ادھر حضرت علی آگے بڑھے۔ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ تو حضرت علی نے فرمایا تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد نہیں۔ فلاں روز فلاں مقام پر فرمایا تھا کہ اے زبیر تو علی سے لڑے گا۔ اور تو ظالم ہوگا۔ حضرت زبیر نے کہا واقعی آپ نے یہ فرمایا تھا لیکن میں اس بات کو بھول گیا تھا۔ یہ فرما کر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ کی فوج سے جدا ہوگئے اور گھر کو واپس ہوئے۔ لیکن راستہ میں وادی السباع میں سو رہے تھے۔ کہ عمرو بن جرموز نے ان کو بے خبری میں قتل کردیا اور ان کا سر کاٹ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تو جہنمی ہے۔ جب حضرت علی غالب آئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ کسی شخص کا تعاقب نہ کرو اور کسی کا مال نہ لوٹو حضرت عائشہ کا اونٹ گرا تو وہ ہودج بھی

گرا جس میں حضرت عائشہ تھیں۔ حضرت عائشہ کو محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر نے اٹھا لیا۔ جب حضرت علی نے حضرت عائشہ کو بہت سے دن بصرہ میں قیام کرایا۔ پھر حضرت عائشہ کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ نہایت احترام سے روانہ فرمایا اور خود تقریباً دو میل تک رخصت کرنے کیلئے آئے۔ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ حضرت عائشہ کی فوج سے آٹھ ہزار قتل ہوئے۔ اور حضرت علی فوج سے تقریباً" ایک ہزار۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چند روز بصرہ میں رہے۔ وہاں کے لوگوں سے بیعت لی اور حضرت ابن عباس کو وہاں عامل بنایا اور وہاں سے چل دئے۔ (زرقانی علی المواہب) (واقعہ صفین)

یہ لڑائی یکم صفحہ ۷۳ھ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہوئی۔ اور ایک سو دس دنوں تک رہی۔

ترجمہ حدیث۔ " بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عمار بن یاسر سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ بخاری نے حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ہم مسجد نبوی کی تعمیرمیں ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عماد دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا اور عمار کے جسم سے مٹی دور کی فرمایا عمار پر افسوس ہے کہ اسکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ لوگ عمار کو آگ کی طرف بلائیں گے۔ مسلم میں ابو قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق کھودتے وقت عمار سے فرمایا اے سمیہ کے بیٹے تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے باغی جماعت قتل کریگی ۔ یہ حدیث متواتر ہے" جنگ صفین کا واقعہ یہ ہے کہ جب اہل الحل والعقد نے شہادت حضرت عثمان کے بعد حضرت علی سے بیت کرلی۔ امیر معاویہ حضرت عثمان کی طرف سے شام کے عامل تھے۔تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جریر بجلی کے ذریعہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت کی بیعت قبول کرنے کی طرف بلایا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کردیا۔

امام بخاری کے استاد یحیی بن سلیمان جعفی نے سندجید کے ساتھ روایت کیا کہ

ابو مسلیم خولانی نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں یا آپ ان کے برابر ہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں۔ یقیناً" میں جانتا ہوں کہ بے شک وہ مجھ سے افضل ہیں اور وہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان مظلوم ہو کر قتل ہوئے میں ان کا چچازاد اور ولی ہوں۔ ان کا قصاص چاہتا ہوں تم علی کے پاس جا کر اس کو کہو کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے سپرد کرے۔ تو لوگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ پیش کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ امیر معاویہ پہلے میری بیعت میں داخل ہو جائے۔ پھر یہ دعویٰ دائر کرے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ستر ہزار عراقی لشکر لے کر نکلے جن میں نوے ۹۰ بدری صحابہ تھے اور سات سو ۷۰۰ بیعت رضوان والوں میں سے تھے۔ اور چار سو ۴۰۰ مہاجرین اور انصار تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس ۵۰ ہزار شامی فوج لیکر نکلے۔ ان میں نہ کوئی بدری تھا اور نہ اہل بیعت رضوان۔ انصار کے دو شخص نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن مخلد ان میں موجود تھے۔ صفین کے میدان میں ایک دوسرے سے ملے۔ جانبین سے خط وکتابت ہوئی۔ اور صلح نہ ہو سکی۔ تو لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک سو دس دنوں تک جاری رہی۔ حجتہ اللہ عمار بن یاسر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کے سپاہی تھے۔ نہایت جوش وخروش سے شامی فوج کی سرکوبی فرماتے رہے۔

یہ بات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بار ہا فرما چکے ہیں کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کریگا۔ بلکہ ہر صحابی اس بات کو جانتا تھا۔

لڑائی کے دوران حجتہ اللہ عمار بن یاسر نے اپنے غلام سے پانی مانگا۔ غلام نے دودھ کہیں سے لا کر دیا حجتہ اللہ نے وہ دودھ پیا۔ پھر کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا آج میں اپنے محبوبوں سے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں سے جا ملوں گا کیونکہ مجھے رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دنیا میں سے تیری

آخری غذا دودھ کا گھونٹ ہو گا۔ اللہ کی قسم اگرچہ یہ لوگ ہمیں شکست دے کر سعفات ہجر تک پہنچا دیں پھر بھی مجھے یقین ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔ اس کے بعد حجتہ اللہ عمار بن یاسر نے لڑائی شروع کر دی اور پہلے ہی حملہ میں شہید ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک حجتہ اللہ عمار بن یاسر کی شہادت کی خبر پہنچی کہ تمہارے گروہ نے حضرت عمار کو شہید کر دیا ہے۔ لہذا تم لوگ نبی کی شہادت سے باغی گروہ ہو۔ تو کہنے لگے جو لوگ عمار کو یہاں لائے ہیں وہی ان کے قتل کا سبب ہیں اور وہی درحقیقت ان کے قاتل ہیں جو ان کو گھر سے نکال لائے۔ اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نکال لانے والے کو اگر قاتل کہا جاتا ہے تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ہوئے۔ کہ آپ اپنے چچا کو گھر سے نکال کر لائے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اس جواب نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لاجواب کر دیا۔ پھر کہنے لگے کہ حدیث میں الباغیہ کا لفظ ہے وہ بغاء بمعنی طلب سے ماخوذ ہے۔ یعنی ہم لوگ طالب قصاص ہیں۔ لیکن اصحاب بدر اور اصحاب بیعتہ رضوان نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں تاویلوں کو بدیہی البطلان قرار دیا۔ اور حق پر قائم رہے۔ جانبین کے مقتولین کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ علامہ زرقانی مالکی نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ شامی فوج سے ستر ہزار قتل ہوئے اور عراقی فوج سے بیس ہزار جب شامی فوج نے اپنی شکست فاش قریب دیکھی تو عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کے نسخے بلند کر دیئے اور قرآن مجید کے فیصلہ پر رضا مند ہو جانے کے دعوت دی۔ قرآن مجید کی تعظیم کرتے ہوئے لڑائی روک دی گئی۔ صلح کی بات چیت ہوئی۔ یہ طے پایا کہ دونوں فریق اپنا اپنا حکم مقرر کر لیں۔ وہ دونوں حکم بیٹھ کر فیصلہ کر لیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بنایا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم بنایا اور صلح نامہ میں یہ بات لکھی گئی کہ آئندہ سال انہی دنوں میں مقام اذرح

میں جمع ہو کر دونوں حکم فیصلہ کریں گے۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کوفہ کو واپس آئے اور معاویہ رضی اللہ تعالہ عنہ شام کو۔ حضرت علی کے حامیوں میں سے کچھ لوگ اس صلح اور تحکیم پر رضا مند نہیں تھے انہوں نے بغاوت شروع کر دی اور لا حکم الا للہ کا نعرہ لگایا۔ اور حروراء میں اپنی فوجیں جمع کیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی بیعت سے منحرف ہوگئے۔ یہ وہ خوراج ہیں جن کی خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔ (واقعہ النہوان)

حدیث دربارہ خوارج۔ "بخاری اور مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس تھے جب آپ کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے۔ اتنے میں **ذوالخویصرہ تمیمی** آیا جس کا نام حرقوص بن زہیر تھا کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف کیجئے آپ نے فرمایا تو ناکام اور خاسر ہے اگر میں نے انصاف نہ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن کاٹ دوں آپ نے فرمایا اے عمر اس کو چھوڑ۔ اس کے اور لوگ بھی ساتھی ہیں کہ ہر ایک تم میں سے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر جانے گا اور اپنے روزہ کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر جانے گا۔ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ اسلام سے اس طرح جلدی باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے جلدی سے باہر نکل جاتا ہے۔ ان کا نشان وہ کالا شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح تھرتھراتا ہوگا اور افضل فرقہ سے بغاوت کریں گے ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے ان کے ساتھ جہاد کیا میں بھی حضرت علی کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے ان کے قتل ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ اس کالے شخص کو مقتولین میں تلاش کرو۔ تو وہ مقتولین میں پایا گیا۔ اور حضرت علی کے پاس لایا گیا۔ میں نے اس میں وہ صفات دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمائے تھے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بیعت سے منحرف ہو کر بغاوت کرنے والوں کی تعداد

آٹھ ہزار تھی۔ یہ لوگ قرآن کے بڑے قاری تھے حوراء میں جمع ہو کر حضرت علی کو کہنے لگے کہ جو قمیص خلافت اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنایا تھا اور تحکیم کی وجہ سے تم نے اتار دیا۔ تم نے اللہ کے دین میں حکم بنائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا حکم واجب العمل نہیں تو حضرت علی نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ایک بڑا مصحف منگا کر رکھا اور فرمانے لگے اے مصحف لوگوں سے بات کر لوگوں نے کہا یہ سیاہی ہے اور اوراق ہیں یہ کس طرح ہم سے بات کرے۔ یہ انسان نہیں کہ گفتگو کرے۔ آپ نے فرمایا یہ مصحف تمہیں ساری بات بتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **ان خفتم شقاق بینھما فابعثو احکما من اہلہ وحکمامن اہلھا الخ**۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی امت کا معاملہ میاں بیوی کے معاملہ سے زیادہ اہم ہے۔ جب میاں بیوی کے معاملہ میں ہمیں حکم بنانے کا حکم دیا ہے تو پوری امت کے معاملہ میں حکم بنانا اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے پھر ان لوگوں نے کہا تم نے معاویہ سے صلح کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے صلح کی تھی۔ آپ کی سنت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

پھر حضرت علی نے ان لوگوں کے مناظرہ کیلئے حضرت ابن عباس کو بھیجا۔ حضرت ابن عباس نے دلائل قاہرہ کے ساتھ ان خوارج کو لاجواب کر دیا۔ ان میں سے چار ہزار افراد نے رجوع کر لیا اور باقی اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم جہاں چاہو رہو۔ نہ خونریزی کرو اور نہ رہزنی کرو۔ اور نہ کسی پر ظلم کرو۔ ورنہ تم سے ہم جہاد کریں گے۔ یہ فرما کر حضرت علی نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے کوئی تعرض نہیں فرمایا حضرت عبداللہ بن شداد نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب ان خوارج نے رہزنی اور قتل وغارت شروع کر دئے تو پھر حضرت علی نے ان سب کو قتل کر دیا۔ جب ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس شخص کو تلاش کرو۔ بہت جستجو کے بعد ملا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے فرمودہ علامات اس میں پورے موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کوئی شخص اس کالے شخص کو جانتا ہے۔ کسی نے کہا اس کا نام حرقوص ہے۔ اس کی والدہ یہاں

موجود ہے۔ آپ نے اسکی والدہ کو بلوایا۔ اس سے پوچھا کہ تیرا یہ بیٹا کس خاندان کا فرد ہے۔ اس عورت نے کہا میں ربذہ مقام پر بکریاں چرا رہی تھی کہ ایک سیاہی اور ظلمت نے مجھے گھیر لیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سیاہی دور ہوئی تو میں حاملہ تھی اور اس حمل سے یہ حرقوص پیدا ہوا۔ یعنی یہ کسی انسان کا بیٹا نہیں۔ بلکہ شیطان کا بیٹا ہے۔ قد انتہی ذکر الخوارج۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوارج ہر زمانہ میں موجود رہیں گے اور آخر میں مسیح دجال کی حمایت کریں گے۔ (حکمین کا اجتماع)

تقریباً" سال کے بعد عمرو بن العاص شام سے چار سو سواروں کے ساتھ معین تاریخ کو اذرح میں پہنچے ادھر سے ابوموسی اشعری کوفہ سے چار سو سوار لے کر اذرح میں تشریف لائے۔ دونوں حکم تنہائی میں بیٹھ کر صلح کی تدبیریں سوچنے لگے۔ بہت دیر مباحثہ کے بعد عمرو بن العاص کے مشورہ پر اتفاق ہوا کہ ہم دونوں حکم اپنے اپنے سردار کو معزول کر دیں۔ اس کے بعد امت مسلمہ اپنا نیا خلیفہ شوری سے منتخب کر لے گی۔ یہ عمر بن العاص کی چالاکی اور فریب کاری تھی لیکن حضرت ابوموسیٰ اپنی سادگی کی وجہ سے نہیں سمجھ سکے تھے۔ کیونکہ حکم کو عزل کا اذن نہیں تھا۔ حکم اپنی اپنی تدبیر صلح پیش کر سکتے تھے۔

عمرو بن العاص تصنع اور تکلف سے حضرت ابوموسی کا ادب واحترام کرتے رہے اور چلنے میں بھی حضرت ابوموسی کو آگے کیا اور خود پیچھے چلے۔ جب مجمع میں پہنچے تو حضرت ابوموسی سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں آپ اس فیصلہ کا اعلان پہلے کریں پھر آپ کے بعد میں اعلان کرونگا۔

حضرت ابوموسیٰ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر حمدوثنا کے بعد اعلان کیا کہ ہم دونوں اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ علی اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے۔ پھر مسلمان شوریٰ کے ساتھ اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ لہذا میں علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ پھر عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم نے ابوموسیٰ کی بات سن لی ہے وہ اپنے امیر علی بن ابی طالب کو معزول کر چکے ہیں۔ لیکن میں اپنے امیر معاویہ بن ابی سفیان کو امارت پر قائم رکھتا ہوں بلکہ حضرت عثمان کی بجائے ان کے امیر المومنین

ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہیں اور معاویہ ان کا چچازاد اور ولی ہے۔ اس لئے حضرت عثمان کے عہدہ خلافت کا بھی وہی وارث ہے۔ اس اعلان سے فریقین کے لوگوں میں اضطراب نمودار ہوا۔ سب مسلمانوں نے عمرو بن العاص کی چالاکی فریب کاری سے نفرت کی اور امارت و خلافت کو موروثی قرار دینے کو غیراسلامی تخیل قرار دیا۔ اور عمرو بن العاص کے اس اعلان کو ناقابل عمل تصور کیا۔ عمرو بن العاص واپس شام پہنچے تو معاویہ کو امیرالمومنین کہ کر سلام کیا۔ اور ابوموسیٰ شرم کے مارے کوفہ کی بجائے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یہ نزاع وہیں کا وہیں رہ گیا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ ان تینوں وقعات ہیں۔ جمل صفین۔ نہروان میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے اور ان کے فریق باطل پر۔ اس اجماع کے بارہ میں زرقانی کی عبارت مع ترجمہ درج ذیل ہے۔

وقال الامام عبد القاہر الجرجانی فی کتاب الامامۃ اجمع فقہاء الحجاز والعراق من فریقی اہل الحد یث والرای منہم مالک والشافعی وابو حنیفہ والا وزاعی والجمہور الاعظم من المسلمین والمتکلمین علی ان علیا مصیب فی قتالہ لاہل صفین کما ہو مصیب فی اہل الجمل وان الذ ین قاتلوہ بغاۃ ظالمون لہ۔ لکن لا یکفرون ببغیہم قال الامام ابو منصور الماترید ی اجمعوا علی ان علیا کان مصیبافی قتال اہل الجمل طلحۃ والزبر وعائشۃ بالبصرۃ واہل صفین معاویۃ وعسکرہ وفی روض السہلی ان عاملا لعمر قال لہ رایت اللیلۃ کان الشمس والقمر یقتتلان ومع کل نجوم۔ قال عمر مع ایہما کنت قال مع القمر قال کنت مع الایۃ الممحوۃ اذہب لا تعمل لی ابدا وعزلہ فقتل بصفین مع معاویۃ واسمہ حابس بن سعد۔(زرقانی جلدثالث صفحہ ۳۴۱)

ترجمہ۔ "امام عبدالقادر جرجانی نے کتاب الامامۃ میں کہا کہ فقہاء حجاز و عراق کی دونوں جماعتوں نے یعنی اہل الحدیث اور اہل الاجتہاد نے جن میں سے مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ ہیں۔ اور مسلمین اور متکلمین کی اکثریت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ صفین کی لڑائی میں حق پر تھے جس طرح وہ جمل کی

لڑائی میں حق پر تھے۔ اور جو لوگ ان سے لڑنے والے تھے وہ باغی اور ظالم تھے لیکن وہ باغی کافر نہیں ہوئے۔ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ بصرہ میں جمل والوں طلحہ و زبیر وعائشہ کی لڑائی میں حضرت علی حق پر تھے اور صفین والوں معاویہ اور اس کے لشکر کی لڑائی میں بھی حق پر تھے۔ روض السہیلی میں ہے کہ حضرت عمر کے ایک عامل نے ان سے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ گویا سورج اور چاند آپس میں لڑ رہے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ستاروں کی جماعت ہے حضرت عمر نے فرمایا تو کس کے ساتھ تھا سورج کے ساتھ یا چاند کے ساتھ اس نے کہا چاند کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا تو مٹے ہوئے نشان کے ساتھ تھا۔ آج سے تو میرا عامل نہیں یہ فرما کر اسے معزول کر دیا۔ پھر وہ صفین کی لڑائی میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں قتل ہوا۔ اس کا نام حابس بن سعد تھا۔

اعتراض : اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت مہربان اور شفیق فرمایا

" والذین معہ اشد اء علی الکفار رحماء بینھم "

لیکن صحابہ کرام کے باہم محاربات سے سمجھا جا رہا ہے کہ بعض صحابہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ایک دوسرے کے قتل پر حریص تھے تو یقیناً" سب صحابہ **رحماء بینھم** نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روش سے بیزار ہو گئے۔ جب ان کا عمل پسندیدہ نہ رہا تو صحابہ کرام قابل اقتداء نہ رہے۔ حالانکہ صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اصحابی کا **لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس ایک کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے۔

جواب : ایمان کی دو قسمیں ہیں ایمان اعتقادی اور ایمان عملی ۔ ایمان اعتقادی یہ ہے کہ **جمیع ماجاء بہ** النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانا جائے اور ایمان عملی یہ ہے کہ اسلام کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح کفر کی دو قسمیں ہیں۔ کفر اعتقادی اور کفر عملی۔ کفر اعتقادی یہ ہے کہ جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی بات کی تکذیب کی جائے اور کفر عملی یہ ہے کہ اسلام کے اوامر اور نواہی میں سے کسی امر یا نہی کے خلاف عمل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض گناہوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے کفر فرمایا۔ مثلاً" ترک صلوۃ کو کفر فرمایا اور قتال مسلم کو کفر فرمایا۔ زانی' سارق' شارب خمر اور موذی جار سے ایمان کی نفی فرمائی۔ تو یہاں کفر سے مراد کفر عملی ہے اور نفی ایمان سے مراد نفی ایمان عملی ہے۔ دونوں قسم کے ایمانوں پر ایمان کا لفظ بولا جاتا ہے اور دونوں قسم کفروں پر کفر کا لفظ بولا جاتا ہے۔

کفر اعتقادی ایمان اعتقادی کا متضاد ہے اور کفر عملی ایمان عملی کا متضاد ہے۔ لہذا کفر اور ایمان کا اجتماع جائز ہے کہ کسی شخص میں ایمان اعتقادی موجود ہو اور اسی شخص میں کفر عملی بھی ہو۔ کذا فی فتح الملہم للعلامہ العثمانی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح کفر اعتقادی کو محل تشدید سمجھتے تھے اسی طرح کفر عملی کو بھی واجب التشدید قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوۃ سے اسی طرح جہاد کیا جس طرح مرتدین سے جہاد کیا۔

آپ نے عمل سے واضح فرما دیا کہ کافر عملی اگرچہ مومن اعتقادی ہو پھر بھی واجب التشدید ہے' کیونکہ مانعین زکوۃ مومن اعتقادی تھے۔ جب وہ مومن اعتقادی تھے تو یقیناً" صحابی تھے۔ گناہ سے صحابیت نہیں جاتی۔ اگر صحابیت جاتی ہے تو ایمان اعتقادی کے جانے سے یعنی ارتداد سے جاتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ بعض صحابہ واجب التشدید ہیں جن سے کفر عملی سرزد ہوا۔ رحماء بینہم کا مصداق وہ صحابہ رہ گئے جو مومن اعتقادی بھی ہیں اور مومن عملی بھی۔ یعنی وہ صحابہ جو ایمان اعتقادی اور ایمان عملی کے جامع ہیں وہی آپس میں ایک دوسرے پر مہربان اور شفیق ہیں۔ آیت کا مفہوم پورے طور پر واضح ہو گیا۔

صحابہ کے مابین جو محاربات ہوئے وہ احد الجانبین کے کفر عملی کی وجہ سے تھے۔ وہاں اشداء علی الکفار کا مظاہرہ تھا اور جو صحابہ دونوں کفروں سے پاک تھے اور دونوں

ایمانوں کے جامع تھے وہ رحماء بینہم کا مظہر تھے۔ صحابیت کو عصمت لازم نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام سے گناہ سرزد ہوئے۔ جیسے فرار عن الزحف اور احد کے دن تیز اندازوں کا اپنے مقام کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اناج خریدنے کے لئے چلا جانا۔ جہاد کی تیاری میں غفلت کرنا وغیرہ۔

لیکن صحابہ کرام سے جب کوئی غلطی صادر ہوتی وہ فوراً نادم ہوتے اور روتے تو ان کی وہ غلطی معاف ہو جاتی۔ چنانچہ جنگ جمل میں خروج کرنے والے والے تین شخص پیش رو تھے۔ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عائشہؓ ان تینوں کی مستقبل قریب میں ندامت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **انما التوبة علی اللہ للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب۔** فقط اللہ تعالیٰ پر ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا لازم ہے جو نادانی کی وجہ سے برا عمل کرتے ہیں پھر مستقبل قریب میں توبہ کر لیتے ہیں۔ ان تینوں حضرات کی ندامت کا ثبوت حسب ذیل ہے۔

حضرت **طلحہ** اور حضرت زبیر عشرہ مبشرین بالجنہ میں سے ہیں۔ ان کے جنتی ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو ان کی مستقبل قریب میں ندامت اور توبہ موجود ہو

حضرت زبیر کی ندامت اور میدان جنگ کو چھوڑ کر واپس چلا آنا و قعۃ الجمل کے بیان میں مذکور ہوا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی کی تطہیر الجنان میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ سے جنگ جمل کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ لوگ اس جنگ کو میرے اونٹ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کو جنگ جمل کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا کاش کہ میں بھی دوسری امہات مومنین کی طرح گھر میں بیٹھی رہتی۔ گھر میں بیٹھے رہنا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی و آلہ وسلم سے میرے دس پندرہ بیٹے ہوتے اور بیٹے بھی سب عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام یا عبداللہ بن زبیر ایسے ہوتے۔ حاکم کی حدیث ذیل سے حضرت طلحہ کی ندامت اور توبہ واضح طور سمجھی جاتی ہے۔

حدیث : اخرج الحاکم عن ثور بن مجزاة قل مررت بطلحه یوم الجمل فی اخر رمق نقال لی منمن انت۔ قلت من اصحاب امیر المومنین علی فقال ابسط یدک ابایعک۔ فبسطت یدی و بایعنی و فاضت نفسہ۔ فاتیت علیا فلخبرتہ فقال اللہ اکبر۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم ابی اللہ ان ید خل طلحہ الجنتہ الا و بیعتی فی عنقہ (خصائص کبری جلد دوم صفحہ ۱۹۶)

ترجمہ : "حاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ جمل کے دن میں طلحہ سے گزرا کہ وہ آخری رمق میں تھے۔ تو مجھے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے۔ میں نے کہا میں امیرالمومنین علی کے اصحاب سے ہوں۔ طلحہ نے کہا ہاتھ لمبا کرو۔ میں تم سے بیعت کر لوں۔ میں نے ہاتھ لمبا کیا تو مجھ سے بیعت کی پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔ پھر میں علی کے پاس آیا اور ان کو واقعہ سنایا تو علی نے کہا اللہ اکبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے طلحہ کو میری بیعت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونے دیا"۔

حضرت عائشہ حضرت طلحہ حضرت زبیر سے جرم خروج صادر ہوا لیکن ان کے اونچے مقام نے ان کو مجبور کر دیا کہ مستقبل قریب میں توبہ اور ندامت سے اپنا گناہ اللہ تعالٰی سے معاف کرا لیں۔ چنانچہ توبہ سے اپنا گناہ معاف کرا لیا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ التوبہ الندم ۔ پچھتانے کا نام توبہ ہے۔

اب یہاں سے دوسرے اعتراض کا جواب شروع کیا جاتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت علی کی یہ لڑائیاں ہم مرتبہ صحابہ سے تھیں۔ لہٰذا جانبین کی طرف غلطی کو منسوب کیا جا سکتا ہے۔ تو حضرت علی کا دامن بھی پاک نہیں رہتا۔

جواب : حضرت عائشہ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر کی ندامت نے ثابت کر دیا کہ حضرت علی جنگ جمل میں پاک تھے اور ان کے محاربین خروج کرنے والے تھے۔ اب جنگ صفین کی صورت حال کو کچھ تفصیل اور تشریح کی ضرورت ہے۔ اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے محارب امیر معاویہ تھے۔ یہ اپنے جرم خروج پر نادم

نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کا خروج بہت لمبا ہو گیا اس کی فقط یہ وجہ ہے کہ ان کو صحابیت کا سب سے کمترین درجہ ملا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب مختصہ کے مقابلہ میں ان کے فضائل کالعدم نظر آتے ہیں۔ اپنے جرم پر مستقبل قریب میں نادم ہونا اونچے درجے کے لوگوں کا کام ہے۔ ان کو اس قسم کا درجہ حاصل نہیں تھا۔ اب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاندانیت' اسلام ' فضائل و مناقب بیان ہوں گے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ کے لائق یہ بات تھی وہ اپنی غلطی پر نادم نہ ہوں اور ان کا جرم ممتد ہو جائے۔

"خاندانیت"

حدیث : عن عمران بن حصین قال مات النبی النبی صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ و بارک و سلم و ہو یکرہ ثلاثہ احیاء ثقیف و بنی حنیفتہ و بنی امیہ رواہ الترمذی (مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۱)

ترجمہ " حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اس حالت میں وفات فرمائی کہ وہ تین قبیلوں سے کراہت کرتے تھے۔ ثقیف سے اور بنی حنیفہ سے اور بنی امیہ سے"۔

حدیث : فی الحدیث المروی بسند حسن انہ صلی اللہ تعالی و علیہ وسلم قال شر قبائل العرب بنو امیتہ و بنو حنیفتہ و ثقیف

ترجمہ "سند حسن کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین قبائل عرب یہ ہیں۔ بنوامیہ ' بنو حنیفہ' ثقیف "۔ (تطہیر الجنان واللسان ص ۳۰)

حدیث : و فی الحدیث الصحیح قال الحاکم علی شرط الشیخین عن ابی برزۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔ کان ابغض الاحیاء او الناس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم بنو امیہ۔ (تطہیر الجنان و اللسان ص ۳۰)

ترجمہ " صحیح حدیث میں ہے۔ حاکم نے کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے کہ حضرت

ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول الل حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین قبائل عرب یہ ہیں۔ بنوامیہ ' بنو حنیفہ ' ثقیف "۔ (تطہیر الجنان وا للسان ص ۳۰)

حدیث : و فی الحدیث الصحیح قال الحاکم علی شرط الشیخین عن ابی برزۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔ کان ابغض الاحیاء او الناس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم بنو امیہ۔ (تطہیر الجنان و اللسان ص ۳۰)

ترجمہ " صحیح حدیث میں ہے۔ حاکم نے کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تبلیغ کی وجہ سے بنوہاشم سے بائیکاٹ کیا اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو بنو مطلب ' بنوہاشم کے ساتھ تھے اور بنوامیہ اور بنونوفل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے۔
چنانچہ علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

" و من ثم لما تما لات قریش علیہ صلی اللہ تعالی وسلم فی السب و الایذاء الذی لا ابلغ منہ انفردت بنو المطلب مع بنی ہاشم فدخلوا معہم شعبہم لما حصرتہم قریش فیہ و تحالفو ان لایعاملوھم ولا یناکحوھم فاختار بنوالمطلب بنی ہاشم و رضو بما یحصل لہم من السب و الا یذاء منہم و اختار بنو عبد شمس و نوفل قریشا فکا تو امعہم علی سب اولئک و ایذ ائہم ولہذ ا لما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفیء لم یعط ہذین شیئا منہ و خص بہ الاولین

ترجمہ " اسی وجہ سے جب قریش نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سب اور ایذاء پر انتہائی طور پر مائل ہوئے۔ تو اکیلے بنو مطلب نے بنوہاشم کا ساتھ دیا۔ وہ بنو ہاشم کے ساتھ ان کے شعب میں داخل ہوئے۔ جب ان کو قریش نے محصور کر دیا تھا۔ اور قسمیں کھا کر عہد کر لیا تھا کہ ان سے کوئی خرید و فروخت اور شادی بیاہ نہ کرے گا۔ تو بنو مطلب نے بنوہاشم کو چن لیا اور ان کے ساتھ سب اور ایذاء برداشت کرنے پر رضا مند ہوئے۔ اور بنو عبد شمس و نوفل نے قریش کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ شریک ہو کر سب اور ایذاء رسانی کرنے لگے۔ اسی وجہ سے جب رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مال فی ء تقسیم فرمایا تو بنوامیہ اور بنو نوفل کو کچھ نہیں دیا فقط بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا تھا"۔

غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں ابو سفیان کی انتہائی دشمنی کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اعداء کی سرداری اس کو حاصل تھی۔ سارے قبائل کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقابلہ پر برانگیختہ کرتا رہا۔ آخر کار ابوسفیان اور اس کے دونوں بیٹے معاویہ و یزید بزور شمشیر موت کے ڈر سے مسلمان ہوئے لیکن ان کا دل ایمان سے خالی تھا اور مولفتہ القلوب سے شمار ہوئے۔

مولفتہ القلوب ان کافروں کو کہا جاتا ہے جو مال و دولت سے انتہائی محبت رکھتے ۔ پہلا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد انفاق و جہاد کیا پھر فیصلہ فرمایا کہ پہلے گروہ کے لوگ بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ درجہ میں پہلے گروہ سے کم ہیں۔ پھر فرمایا کہ بہشت کا وعدہ دونوں گروہوں سے ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پہلے گروہ سے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے گروہ سے۔ قرآن پاک کے نص صریح سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے زکوۃ میں ان کی تالیف کو محصور نہیں فرمایا بلکہ مال غنیمت سے بھی ان کو بہت سا مال عطا فرمایا اور تالیف کے لئے ان کو عزت اور سرداری عطا فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ان سے یہ برتاؤ ان کے استحقاق کی بنا پر نہیں تھا بلکہ فقط تالیف کی بنا پر تھا۔ کہ یہ لوگ طالب الدنیا ہیں۔ اگر ان کا مطلوب ان کو مذہب اسلام عطا کر دے گا تو ان میں اسلام کی محبت پیدا ہو جائے گی اور ان کا قلبی کفر مبدل بالایمان ہو جائے گا۔

اب علماء امت کے اقوال لکھے جاتے ہیں جو ابوسفیان اور ان کے دونوں بیٹوں معاویہ و یزید کے مولفتہ القلوب ہونے کے بارہ میں ہیں۔ اکمال مولف مشکوۃ نے

معاویہ بن ابی سفیان کے بارہ میں لکھا ہے۔

ھو معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی وامہ ہند بنت عتبہ کان ھو وابوہ من مسلمتہ الفتح ثم من المولفتہ قلوبھم

ترجمہ "معاویہ جو ابوسفیان قریشی اموی کے بیٹے ہیں اور ان کی ماں ہند بنت عتبہ ہے۔ وہ معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے ہیں پھر مولفتہ القلوب میں سے ہیں"۔

علامہ زرقانی شرح مواہب جلد ثالث صفحہ ۳۴۴ پر ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "**اسلم فی الفتح و کان من المولفتہ ثم حسن اسلامہ**" "فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور مولفتہ میں سے تھے' پھر ان کا اسلام اچھا ہو گیا"۔

پھر علامہ زرقانی معاویہ بن ابی سفیان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

اسلم یوم الفتح مکہ و کان من من المولفتہ قلوبھم و من الطبقہ الاولی و ھی من اعطیت مائتہ فی غنائم حنین

ترجمہ "کہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور مولفتہ القلوب میں سے تھے اور طبقہ اولی میں سے تھے۔ طبقہ اولی وہ لوگ تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حنین کے غنائم سے سو سو اونٹ دیئے تھے"۔

جب ابوسفیان مسلمان ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں کہا کہ میرے بیٹے معاویہ کو اپنا کاتب بنایئے چنانچہ آپ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کو کاتب بنایا۔ مشہور ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی تھے۔ لیکن یہ بات کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ یہ بات بنوامیہ کے دور حکومت میں مشہور کر دی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد کی استدعا پر آپ نے خطوط اور نامہ ہا کا کاتب بنایا۔ علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے کہ "**و ھو مشہور بکتابتہ الوحی**" "کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وحی لکھنا مشہور ہے" علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے "**وقال المدائنی کان زید بن ثابت یکتب**

الوحی و معاویہ یکتب للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فیما بینہ وبین العرب "
"مدائنی نے کہا کہ زید بن ثابت وحی لکھا کرتے تھے اور معاویہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے عرب لوگوں کو خطوط لکھا کرتے تھے"۔

اگرچہ ابوسفیان و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کفر اور قلبی تردد ایمان سے بدل گیا لیکن طلب دنیا و حب جاہ و ملک ایسے صفات ان پر غالب تھے کہ دنیا کو دین سے مقدم رکھتے اور ان کی ساری تگ و دو تحصیل جاہ و ملک کے لئے رہی۔ معاویہ کے بچپن سے ابوسفیان اور ہند معاویہ کی سرداری کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں۔

" و نظر الیہ ابوہ وھو غلام فقال ان ابنی ہذا لعظیم الراس و انہ لخلیق ان یسود قومہ فقالت ہند قومہ فقط ثکلتہ ان لم یسد العرب قاطبتہ ذکرہ ابن سعد "

ترجمہ " معاویہ کو بچپن میں ان کے باپ نے دیکھا تو کہا کہ میرا یہ بیٹا بڑے سر والا ہے۔ یہ اس بات کے لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے۔ ہند نے کہا فقط اپنی قوم کا سردار۔ میں اس پر گریہ کروں اگر سارے عرب کا سردار نہ بنے۔ یہ بات ابن سعد نے لکھی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کے والدین اس کی بادشاہی کے خواب اس کے بچپن ہی سے دیکھ رہے تھے۔

حدیث : " روی ابو یعلی و البیہقی عن معاویہ قال اتبعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بوضوء فلما توضا نظرالی فقال یا معاویہ ان ولیت امرا فاتق اللہ واعدل فمازلت اظن انی متبلے بعمل " (زرقانی جلد ثالث ص ۳۴۴)

ترجمہ " ابو یعلی اور بیہقی نے معاویہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے وضو کا پانی لے گیا۔ جب آپ نے وضو فرمایا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا اے معاویہ اگر تو والی بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ اس لئے مجھے یقین رہا کہ مجھے حکومت ملے گی"۔

اس حدیث سے پہلے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بادشاہی حاصل کرنے کا خیال تھا لیکن اس حدیث کے بعد ان کو یقین ہو گیا کہ میں بادشاہ ضرور بنوں گا۔ پھر ان کی

ساری جدوجہد بادشاہی حاصل کرنے کی رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بجز صحابیت اور کوئی اختیاری فضیلت ثابت نہیں۔ وہ صحابیت بھی سب صحابہ کی صحابیت سے نچلے درجہ کی صحابیت۔ اب ذیل میں صحابہ کے درجات کی ترتیب لکھی جاتی ہے تاکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا درجہ معلوم ہو سکے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ علماء نے طبقات صحابہ کی یہ ترتیب ذکر کی ہے۔

پہلے طبقہ اولیٰ: وہ لوگ ہیں جو ابتداء بعثت میں مسلمان ہوئے یہ سب مسلمانوں سے سبقت لے جانے والے ہیں جیسے خدیجہ بنت خویلد، اور علی بن ابی طالب، اور ابوبکر، اور زید بن حارثہ اور باقی عشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

طبقہ ثانیہ: حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو دارالندوہ جانے اور وہاں جاکر تبلیغ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ چنانچہ آپؐ مع المسلمین تشریف لے گئے تو بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ یہ دوسرے طبقہ کے صحابہ ہیں۔

طبقہ ثالثہ: تیسرے طبقہ کے وہ صحابہ ہیں جنہوں نے کفار کی ایذاء سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جیسے جعفر بن ابی اطالب اور ابو سلمہ بن عبدالاسد وغیرھما

طبقہ رابعہ: چوتھے طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جو مدینہ طیبہ سے حج کو گئے اور عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے۔ وہ چھ شخص تھے اور جو دوسرے سال آکر عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے وہ بارہ شخص تھے۔

طبقہ خامسہ: پانچویں طبقہ میں وہ انصار ہیں جو تیسرے سال عقبہ ثالثہ میں مسلمان ہوئے۔ وہ ستر شخص تھے۔ انہی میں سے براء بن معرور، اور عبداللہ بن عمرو بن حرام، اور سعد بن عبادہ، اور سعد بن ربیع، اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔

طبقہ سادسہ: چھٹے طبقہ میں وہ مہاجر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہجرت پر جنہوں نے ہجرت کی اور قبا میں تعمیر مسجد سے پہلے اور مدینہ طیبہ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے آپؐ سے جا ملے۔

طبقہ سابعہ : ساتویں طبقہ میں بدر کبریٰ میں شریک صحابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں فرمایا کہ تجھے کیا معلوم ــــ یقیناً" اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی جماعت کو جھانکا اور فرمایا جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ (مسلم بخاری)

طبقہ ثامنہ : آٹھویں طبقہ میں وہ مہاجر صحابہ ہیں جنہوں ے بدر اور حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی۔

طبقہ تاسعہ : نویں طبقہ میں اہل بیعت رضوان ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔ (رواہ مسلم)

طبقہ عاشرہ: دسویں طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی۔ جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن العاص۔

طبقہ حادیہ عشرہ: گیارہویں طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ وہ بہت سے لوگ تھے۔

طبقہ ثانیہ عشرہ: بارہویں طبقہ کے صحابہ وہ بچے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فتح مکہ کے دن یا اس کے بعد حجتہ الوداع میں دیکھا۔ جیسے سائب بن یزید' انتھی کلام المواھب۔

علامہ زرقانی نے شرح میں فرمایا کہ ابن سعد نے کہا کہ صحابہ کے پانچ طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ: بدری صحابہ

دوسرا طبقہ: وہ پرانے مسلمان جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور احد میں اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔

تیسرا طبقہ: جو غزوہ احزاب اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔

چوتھا طبقہ: جو فتح مکہ کے دن اور اس کے بعد مسلمان ہوئے۔

پانچواں طبقہ: وہ بچے ہیں جنہوں نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔

" قد انتہی کلام الزوقلی "

اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دونوں تقسیموں کے اعتبار سے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی تقسیم کے اعتبار سے گیارہویں طبقہ میں ہیں اور دوسری تقسیم کے اعتبار سے چوتھے طبقہ میں ہیں جو بالغین کا آخری طبقہ ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آخری درجہ کی صحابیت بھی اس صورت میں ثابت ہوگی جب یہ مولفتہ القلوب سے نہ ہوں۔ حالانکہ وہ تو یقیناً" مولفتہ القلوب میں سے تھے جو دل میں کافر تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بغیر ان کے قلبی ایمان کی شہادت کوئی نہیں دے سکتا' لیکن ان کے اسلامی اعمال کی وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ہم حسن ظن سے کام لیں کیونکہ ان سے کوئی ایسا قول یا عمل صادر نہیں ہوا جس سے ان کے نفاق کے امتداد پر استدلال کیا جا سکے۔

باقی رہا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ استدلال کہ فاروق اعظم نے ان کو اپنا عامل بنایا تھا اگر ان میں اونچے درجہ کی فضیلت نہ ہوتی تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنا عامل نہ بناتے۔ اس استدلال کے جواب میں مولانا محمد زکریا کی تبلیغی نصاب میں لکھی ہوئی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"چونکہ ان سب منافقوں کا حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو بتا دیا تھا اس لئے حضرت عمر ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ نے بتایا کہ ہاں آپ کے حکام میں ایک منافق ہے لیکن میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر نے اس کو معزول کر دیا' اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا"۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب کے عامل بنانے سے فضیلت تو درکنار ایمان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت عمر کا ان کو عامل بنانا ان کی تدبیر و سیاست کی وجہ سے تھا فضیلت کی بنا پر نہیں تھا۔ یہ مسلم امر ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت کرنے کے ہر قسم کے ڈھنگ جانتے تھے اور بڑے

سائس و مدبر صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یوں تقسیم فرمایا۔

" لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ۔ اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا و عد اللہ الحسنی "

ترجمہ "فتح مکہ سے پہلے انفاق اور قتال کرنے والے بعد والوں کے برابر نہیں ہیں بلکہ وہ بعد الفتح انفاق اور قتال کرنے والوں سے درجہ میں بہت بڑے ہیں۔ بہشت عطا کرنے کا وعدہ ان دونوں گروہوں سے ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلا گروہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد انفاق و جہاد کیا پھر فیصلہ فرمایا کہ پہلے گروہ کے لوگ بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ درجہ میں پہلے گروہ سے کم ہیں۔ پھر فرمایا کہ بہشت کا وعدہ دونوں گروہوں سے ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پہلے گروہ سے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے گروہ سے۔ قرآن پاک کے نص صریح سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت اونچا درجہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے برابر جانتے ہیں وہ آیت کے حکم سے کافر ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ علی سے افضل ہیں اور احق بالخلافہ ہیں تو کہنے لگے کہ علی یقیناً" مجھ سے افضل ہے اور احق بالامر ہے۔ میں ان کے خلیفہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا میں تو قاتلین عثمان سے فوری قصاص چاہتا ہوں۔

بنوامیہ نے اپنے عہد میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ فضائل و مناقب اختراع کئے تھے۔ ان مخترعات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔

اس بات کے اختراع کرنے والے نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمین قبل

الفتح میں تو شمار کر دیا لیکن یہ بات نہیں سوچی کہ اس کے باوجود معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اللہ تعالی کی مدح کا مصداق نہیں بنتے اور اولئک اعظم درجتہ میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ آیت میں تو ان مسلمانوں کی مدح و ثنا ہے جنھوں نے قبل الفتح انفاق و قتال کیا۔ اگر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ قبل الفتح مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کو چھپائے رہے تو یقیناً" انفاق اور جہاد سے دور رہے اور اولئک اعظم درجتہ میں داخل نہیں ہوئے۔ تو ان لوگوں کا یہ اختراع محض عبث رہا۔ علماء نے لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی منقبت اور فضیلت میں جو احادیث مروی ہیں ان میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں، چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواھب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

" قال فی فتح الباری و قد ورد فی فضائلہ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیھا مایصح من طریق الاسناد و بذلک جزم اسحاق بن راہویہ والنسائی و قد صنف ابن ابی عاصم جزء فی مناقبہ و کذلک ابو عمر غلام ثعلب وابوبکر النقاش واورد ابن الجوزی فی الموضوعات بعض الاحادیث التی ذکروھا ثم ساق قول ابن راہویہ لم یصح فی فضائل معاویۃ شیء و اخرج ایضا عن عبد اللہ بن احمد سألت ابی ماتقول فی علی و معاویۃ فاطرق ثم قال اعلم ان علیا کان کثیر الاعداء ففتش اعداؤہ لہ عیبا فلم یجد وا۔ فعمدو الی رجل قد حاربہ فاطروہ کیدا" امنھم لعلی فاشار بھذا الی ما اختلقوہ لمعاویۃ من الفضائل ممالا اصل لہ " (زرقانی جلد ثالث ص ۳۴۴)

ترجمہ "فتح الباری میں کہا کہ معاویہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو اسناد کے اعتبار سے صحیح ہو۔ اسحاق بن راہویہ اور نسائی نے بھی اسی بات کا یقین کیا ہے۔ معاویہ کے مناقب میں ابن ابی عاصم نے ایک رسالہ لکھا ہے اسی طرح ثعلب کے غلام عمرو نے بھی اور ابوبکر نقاش نے بھی رسالہ لکھا ہے۔ ابن جوزی نے ان کے ذکر کردہ بعض احادیث کو موضوع اور بناوٹی قرار دے کر ابن راہویہ کا قول نقل کیا کہ معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ پھر ابن خوری نے عبداللہ بن امام احمد کی روایت بیان کی عبداللہ نے فرمایا میں نے

اپنے والد امام احمد سے پوچھا کہ آپ علی اور معاویہ کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچا پھر فرمایا کہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ علی کے دشمن بہت تھے۔ ان کے دشمنوں نے ان کا عیب تلاش کیا لیکن کوئی عیب ان میں نہ پایا۔ پھر ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو علی سے لڑ چکا ہے یعنی معاویہ۔ پھر انہوں نے ان کے اس دشمن کی بے انتہا مدح و ثنا کی تاکہ ان کو عیب لگے۔ امام احمد نے یہ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں نے معاویہ کے ایسے فضائل گھڑے جن کی کوئی بنیاد نہیں"۔

" و اخرج مسلم و البیہقی واللفظ لہ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم قال ادع لی معاویتہ فقلت انہ یاکل فقال فی الثالثتہ لا اشبع اللہ بطنہ فما شبع بطنہ ابدا " (خصائص کبری جلد دوم ص ۲۴۳)

ترجمہ " مسلم اور بیہقی نے روایت کیا لفظ بیہقی کے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کو بلا لا۔ میں نے آکر کہا وہ کھانا کھا رہا ہے پھر گیا تو آکر یہی کہا' پھر تیسری بار گیا تو آکر یہی جواب دیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی معاویہ کا پیٹ نہ بھرے۔ اس دعا کے بعد کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرا۔ یعنی جتنا کھاتے پھر بھی کھانے کی خواہش باقی رہتی"۔

" و اخرج لبخاری فی تاریخہ عن وحشی قال کان معاویہ ردف النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال یا معاویہ ما یلینی منک قال بطنی قال اللہم املاہ علما و حلما " (خصائص کبری جلد دوم ص ۲۴۳)

ترجمہ "بخاری نے اپنی تاریخ میں وحشی سے روایت کیا کہ معاویہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے معاویہ تیرے جسم کا کون سا حصہ مجھ سے لگ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا میرا پیٹ۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کے پیٹ کو علم اور بردباری سے پر کر دے"۔

ابن جوزی' اسحاق بن راہویہ' نسائی ایسے محدثین کے اقوال پر غور کیجئے کہ معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوئے اور جن بڑے مرتبہ والوں سے یہ جرم خروج صادر ہوا وہ فورا نادم ہوئے' جیسا کہ حضرت عائشہ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر ان سب کی پشیمانی ثابت ہے۔ لہٰذا ان تینوں حضرات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خروج خطا اجتہادی تھی۔ یہ حضرات اپنے جرم خروج کو اعانت مظلوم قرار دے کر میدان میں نکلے تھے اور رضا الٰہی ان کا مطلوب تھا پھر جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ان کو یاد دلایا گیا تو فورا" نادم ہوئے اور اعتراف کیا کہ ہم جس بات کو اعانت مظلوم سمجھ رہے تھے در حقیقت وہ بغاوت تھی۔ اس کے برعکس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو دیکھئے کہ حدیث متواتر ویح عما تقتلہ الفئۃ الباغیۃ صفین کی لڑائی سے پہلے ان کو معلوم تھی' پھر انہوں نے اس لڑائی میں حجتہ اللہ عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ علی کی فوج میں ہے تو اس بات کی پروا نہیں کہ مبادا ہماری فوج اس کو قتل کرے۔ پھر جب ان کی فوج نے حجتہ اللہ عمار بن یاسر کو قتل کر دیا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم باغی گروہ ہو کہ تم نے عمار کو قتل کر دیا ہے۔ کہنے لگے ان کے قتل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو گھر سے نکال کر میدان جنگ میں لائے ہیں کیونکہ وہی ان کے قتل کا باعث ہیں تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جواب دیا کہ پھر تو امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہوئے کیونکہ آپ ہی ان کو گھر سے نکال کر غزوہ احد میں لائے تھے۔ حضرت علی کے اس جواب نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش کر دیا' لیکن کچھ دیر بعد کہنے لگے کہ اس حدیث میں باغیہ بمعنی طالبہ ہے کہ ہم طالبین قصاص ہیں۔ معلوم ہوا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کے خلاف جس وقت عمل کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں حدیث کی معین تاویل نہیں تھی کہ کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ کہتے۔

وجوہ ذیل کی بنا پر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت کو خطا اجتہادی نہیں کہا جا سکتا۔

مجتہد کا اجتہاد ثواب سے خالی نہیں ہوتا۔ صواب کی صورت میں دس ثواب اور خطا کی صورت میں ایک ثواب۔ لیکن ایسے اجتہاد کی دو شرطیں نہایت ضروری ہیں ان دو شرطوں کے بغیر اجتہاد کا وجود ممکن نہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہد کا سوچنا نص صریح کے خلاف نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا سوچنا خالصاً" لوجہ اللہ ہو۔ حظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوچنا نص صریح کے خلاف تھا لہٰذا اس کو اجتہاد نہیں کہا جا سکتا۔ نبی کی زبان ان کو باغی گروہ فرما رہی ہے کہ حجتہ اللہ عمار بن یاسر کے قاتلین باغی گروہ ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم باغی گروہ نہیں ہیں۔ ہم تو مظلوم کے حامی ہیں' بظاہر یہ بات نبی کی تکذیب ہے پھر اس کو اجتہاد قرار دے کر باغی گروہ کو ایک ثواب کا مستحق ٹھہرانا کہاں تک درست ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل دوسری شرط کے بھی خلاف ہے لہٰذا اس کو اجتہاد نہیں کہا جا سکتا جس کی تشریح یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بغاوت حظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ ان کے حظ نفسانی کی دو قسمیں تھیں۔ پہلی قسم یہ کہ وہ بادشاہی حاصل کرنا چاہتے تھے اور طلب قصاص ایک بہانہ تھا جس سے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرتے اور ان کو لڑائی میں لا کھڑا کرتے۔

دوسری یہ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مقتولین بدر کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ان دونوں محرکوں کی تشریح ملاحظہ فرمایئے۔

تشریح : معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت سے ان کا نصب العین بادشاہی حاصل کرنا تھا چنانچہ عمرو بن العاص جو ان کے حکم تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں علی کو معزول کرتا ہوں اور معاویہ کو امیرالمومنین بناتا ہوں کیونکہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہیں اور معاویہ ان کا وارث ہے لہٰذا معاویہ کو منصب خلافت بطور وراثت ملنا چاہئے یہ عمرو بن العاص کا جو فیصلہ تھا گویا معاویہ کے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا تھا۔

ان کے مطلوب حقیقی کو ظاہر کرنے والی دوسری بات یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے سپرد کی تو معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے قاتلین عثمان سے عدم تعرض کی شرط قبول کرلی۔ اگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد قاتلین حضرت عثمان سے قصاص لینا ہوتا تو بادشاہی ملنے پر اپنے مقصد کو نہ چھوڑتے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا مقصد بادشاہی حاصل کرنا تھا' قصاص لینا مقصود نہیں تھا۔ جب ان کا یہ عمل حظ نفسانی یعنی بادشاہی حاصل کرنے کے لئے تھا تو یقیناً" اس کو اجتہاد نہیں کہا جا سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے عمل کا نام بغاوت رکھا ہے وہ حق ہے۔ بغاوت پر اجتہاد کا لفظ بولنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ علاوہ ازیں حظ نفسانی کی دوسری قسم بھی مقصود تھی یعنی حضرت علی نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباء کو بدر میں جہنم رسید کیا تھا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ سے وہ جاہلیت کے کینے نکالنا چاہتے تھے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالہ الخفاء میں مذکور الذیل حدیث نقل فرماتے ہیں۔

واخرج ابویعلی عن علی بن ابی طالب قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدی و نحن نمشی فی بعض سکک المدینتہ اذ اتینا علی حدیقتہ فقلت یا رسول اللہ ما احسنہما من حدیقتہ قال لک فی الجنتہ احسن منہما ثم مررنا باخری فقلت یا رسول ما احسنہما من حدیقہ قال لک فی الجنتہ احسن منہما حتی مررنا بسبع حد ائق کل ذلک اقول ما احسنہما و یقول لک فی الجنتہ احسن منہما ۔ فلما خلالہ الطریق اعتنقنی ثم اجہش باکیا قال قلت یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام لا یبد و نہا لک الامن بعد ی ۔ قلت یا رسول اللہ فی سلامتہ من دینی قال فی سلامتہ من دینک " (ازالتہ الخفاء مترجم مطبوعہ نور محمد ص ۴۸۶)

ترجمہ "ابو یعلی نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کے بعض کوچوں میں چل رہے تھے۔ اچانک ہم ایک باغ میں پہنچے میں نے کہا یا رسول اللہ یہ باغ کیسا خوبصورت ہے۔ آپ نے فرمایا بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس باغ سے زیادہ خوب صورت ہو گا۔ پھر ہم دوسرے باغ سے گزرے۔ میں نے کہا یا رسول

اللہ یہ باغ کیسا خوب صورت ہے۔ آپ نے فرمایا بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس سے کہیں زیادہ خوب صورت ہو گا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغوں سے گزرے۔ میں کہتا رہا کہ یہ باغ کیسا خوب صورت ہے اور آپ فرماتے رہے کہ بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس باغ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہو گا۔ جب راستہ پر ہم دونوں اکیلے رہ گئے تو آپؐ نے مجھے اپنے گلے سے لگایا اور زار و زار رونے لگے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کچھ لوگوں کے سینوں میں کینے ہیں' میرے بعد وہ کینے تجھ سے ظاہر کریں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرا دین سلامت رہے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دین سلامت رہے گا"۔

باتفاق علماء کینے والے لوگ جو اس حدیث میں مذکور ہوئے وہ بنوامیہ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ لڑائی بادشاہی حاصل کرنے کے لئے تھی اور احقاد جاہلیت کی بنا پر تھی۔ پھر اس کو اجتہاد کا نام کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ ہاں حضرت عائشہ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر کی لڑائی کو ہم اجتہاد کا نام دے سکتے ہیں کہ بجز اعانت مظلوم ان کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ جب یہ لوگ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے تو بہت نادم ہوئے۔ ان سب کی ندامت و پشیمانی کا ثبوت پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نادم ہونا اور اپنی غلطی پر ڈٹ جانا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فتویٰ بغاوت کی پروا نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو صحابیت کا کمترین درجہ حاصل تھا اور دنیا سے ان کی محبت بالذات تھی اور اسلام سے محبت بالعرض۔

یہی وجہ ہے کہ مذکور حدیث میں جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی کو رو رو کر ان کے مظلوم ہونے کی خبر دی تو سب سے پہلے علی نے یہ بات پوچھی کہ یا رسول اللہ میرا دین سلامت رہے گا آپ نے فرمایا کہ تیرا دین سلامت رہے گا۔ کیونکہ حضرت علی کا محبوب فقط دین تھا۔ ان کو دنیا سے محبت نہ بالذات تھی اور نہ بالعرض۔

حدیث : " و اخرج البیہقی عن ابی بکرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وعلی الہ وسلم یقول خلافتہ نبوۃ ثلاثون عاما" ۔ ثم یو تی اللہ الملک من یشا فقال معاویہ قد رضینا بالملک " (خصائص کبری جلد دوم ۱۹۷)

ترجمہ "بیہقی نے ابوبکرہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم سے فرماتے سنا کہ نبوت کی خلافت تیس برس ہو گی پھر بادشاہت اللہ جس کو چاہے گا دے گا تو معاویہ نے کہا ہم بادشاہی پر راضی ہیں"۔

حدیث : **" اخرج الطبرانی عن عائشہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم قال لمعاویہ کیف بک لو قد قمصک اللہ قمیصا یعنی الخلافتہ فقالت ام حبیبتہ یا رسول اللہ و ان اللہ مقمص اخی قمیصا قال نعم ولکن فیہ ھنات وھنات وھنات "**

(خصائص کبری جلد دوم ص ۱۹۸)

ترجمہ " طبرانی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم نے معاویہ سے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو گا اگر تم کو اللہ قمیص عطا کرے یعنی خلافت۔ تو حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالٰی میرے بھائی کو قمیص پہنائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس میں بہت گناہ ہوں گے بہت گناہ ہوں گے بہت گناہ ہوں گے"۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ خلافت نبوت کے فوات کے بعد بادشاہی ملنے پر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اظہار رضا اس لئے کیا ہے کہ بادشاہی ان کا مطلوب تھی۔

دوسری حدیث میں یہ بات ہے کہ ان کی خلافت بہت گناہوں سے حاصل ہو گی۔ بہت گناہوں سے حاصل ہوگی۔ بہت گناہوں سے حاصل ہو گی۔ لیکن معاویہ کو کچھ تاسف نہیں ہوا اور نہ اس بات سے گھبرائے کیونکہ بادشاہی ان کا محبوب تھی خواہ وہ گناہ سے حاصل ہو۔

علامہ پر ہاروی صاحب نبراس نے اپنے رسالہ الناھیتہ میں اعتراض بیان کیا ہے جس کا جواب بہت کمزور ہے۔ وہ یہ ہے۔

" ذکر غیر واحد من ان اہل الشام سالو المحدث الجلیل ابا عبد الرحمن احمد

النسائی ان یحدث ہم حدیثا فی فضل معاویۃ فقال لااعلم الا لااشبع اللہ بطنہ و فی روایۃ اما یرضی معاویۃ بان یکون راسا براس و یطلب الفضل فضربوہ حتی احتمل ومات"

ترجمہ " بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے کہ شامی لوگوں نے محدث جلیل ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی سے سوال کیا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان کریں تو انہوں نے فرمایا کہ **بجز لااشبع اللہ بطنہ** "اللہ تعالیٰ کبھی اس کا پیٹ نہ بھرے" کے اور کوئی حدیث ان کے بارہ میں مجھے معلوم نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ برابر چھوٹ جائے اس سے بڑھ کر وہ فضیلت چاہتا ہے تو شامی لوگوں نے امام نسائی کو اس قدر مارا کہ وہ بیمار ہو کر وفات فرما گئے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت جو حدیث متواتر کا صریح منطوق ہے محتمل تاویل نہیں۔ اس کو اجتہاد کے نام سے موسوم کرنا صحیح نہیں۔ البتہ اصحاب جمل کے عمل بغاوت کو اجتہاد کا نام دیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کا یہ عمل اغراض نفسانیہ اور احقاد جاہلیت سے پاک تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد گرامی تحفہ اثنا عشریہ کے اردو ترجمہ سے منقول ملاحظہ فرمایئے اور اس مقام پر یہ بھی جاننا چاہئے کہ بعض جاہل لوگ امامیہ میں سے نہایت بغض اور تعصب کے مارے کہتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک بعد عثمان شہید کے امام معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ یہ بات ان کی بے شرمی اور بے حیائی سے پیدا ہوئی ایسی ہی ہے جیسے دروغ گویم بر روئے تو۔ ورنہ ہر جاہل جس نے فارسی ہی پڑھی ہے بلکہ طفل مکتب کہ فارسی کا عقائد نامہ اہل سنت جس کو مولانا نورالدین جامی نے نظم کیا ہے پڑھا یا دیکھا ہے یقین سے جانتا ہے کہ کل اہل سنت متفق ہیں اس بات پر کہ معاویہ بن ابی سفیان شروع امامت حضرت علی سے حضرت امام حسن کے خلافت سپرد کرنے تک باغیوں سے تھا کہ امام وقت کا مطیع نہ تھا اور جب حضرت امام حسن نے خلع فرمایا تو بادشاہوں سے ہوا۔ (حدیہ مجیدیہ ترجمہ اردو تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نور

محمد ص ۳۴۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرما دیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلع حضرت امام حسن تک باغی تھے۔ یہاں ان کی بغاوت کو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا اور بغاوت پر اجتہاد کا چٹ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

مولانا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث یوس ابن سمیہ تقتلک الفئتہ الباغیہ کی جو شرح لکھی ہے وہ درج ذیل ہے۔

" ای الجماعتہ الخارجتہ علی امام الوقت و خلیفتہ الزمان قال الطیبی ترحم علیہ بسبب الشد ة التی یقع فیھما عمار من قبل الفئتہ الباغیہ یرید بہ معاویتہ و قومہ فانہ قتل یوم صفین ۔ و قال ابن الملک اعلم ان عمارا قتلہ معاویتہ و فئتہ فکانو طاغین باغین بھذ ا الحد یث لان عمارا کان فی عسکر علی و ہو المستحق للامامتہ فامتنعوا عن بیعتہ"

" یعنی ایسی جماعت قتل کرے گی جو امام وقت و خلیفہ زمان پر خروج کرنے والی ہو گی۔ طیبی نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عمار پر اس وجہ سے ترحم فرمایا کہ باغی گروہ کی طرف سے پیدا ہونے والی سختی میں عمار واقع ہوں گے۔ باغی گروہ سے مراد معاویہ اور اس کی قوم ہے۔ کیونکہ وہ معرکہ صفین میں قتل ہوئے"۔

ابن ملک نے کہا کہ عمار کو معاویہ اور اس کی جماعت نے قتل کیا تو وہ اس حدیث کی بنا پر طاغی اور باغی ٹھہرے کیونکہ عمار علی کے لشکر میں تھا اور وہ امام برحق تھے۔ وہ لوگ اس کی بیعت سے منحرف ہوئے تھے۔

" و حکی ان معاویہ کان یوول معنی الحد یث و یقول نحن فئتہ باغیتہ طالبتہ لدم عثمان و ہذا کما تری تحریف اذ معنی طلب الد م غیر مناسب ھنا لانہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم ذ کر الحد یث فی اظہار فضیلتہ عمار و ذ م قاتلہ لانہ جاء فی طریق ویح ۔ قلت ویح کلمتہ یقال لمن و قع فی ھلکتہ لا یستحقھا فیترحم

علیه و یرثی له بخلاف ویل فانها کلمة عقوبة تقال للذی یستحقها و لا یترحم علیه هذا"

" حکایت کی گئی ہے کہ معاویہ اس حدیث کے معنی کی تاویل کرتے اور کہتے کہ ہم عثمان کا خون طلب کرنے والی جماعت ہیں اور یہ بات جس طرح تو جانتا ہے تحریف ہے کیونکہ خون طلب کرنے کا معنی یہاں مناسب نہیں اس وجہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عمار کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں اور ان کے قاتل کی مذمت فرما رہے ہیں کیونکہ دوسری روایت میں ویح کا لفظ آیا ہے اور ویح کے لفظ سے وہ ہلاکت مراد ہوتی ہے کہ ویح کا مدخول اس کا مستحق نہ ہو تو اس پر ترحم کیا جاتا ہے اور اس کی مدح کی جاتی ہے۔ خلاف لفظ ویل کے کہ یہ کلمہ عقوبت ہے اور اس شخص پر بولا جاتا ہے جو اس عقوبت کا مستحق ہو اور اس پر شفقت بھی نہیں کی جاتی۔

" و فی الجامع الصغیر بروایة الامام احمد و البخاری عن ابی سعید مرفوعا - و یح عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار - و هذا کالنص الصریح فی المعنی الصحیح المتبادر من البغی المطلق فی الکتاب کما فی قوله تعالی و ینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی و قوله سبحانه فان بغت احدیهما علی الاخری واطلاق اللفظ الشرعی علی ارادة المعنی اللغوی عدول عن العدل و میل الی الظلم الذی هو وضع الشی فی غیر موضعه۔ والحاصل ان البغی بحسب المعنی الشرعی والا طلاق العرفی خص عموم معنی الطلب اللغوی الی طلب الشر الخاص بالخروج المنهی فلایصح ان یراد به طلب دم خلیفة الزمان وهو عثمان رضی اللہ تعالی عنه"

ترجمہ " اور جامع صغیر میں امام احمد اور بخاری کی روایت ابوسعید سے موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا عمار پر بہت افسوس ہے کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا وہ ان لوگوں کو جنت کی طرف بلاتا ہو گا اور وہ لوگ اس کو جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ یہ حدیث اس بات پر گویا نص صریح ہے کہ بغی کا صحیح اور متبادر وہ معنی ہے جو قرآن مجید میں بغی مطلق سے مراد ہے جیسے آیت ینھی

عن الفحشاء والمنکر و البغی میں اور آیت فان بغت احدیھما علی الاخری میں مراد ہے۔

پس شرعی لفظ بول کر اس کا لغوی معنی مراد لینا عدل سے روگردانی ہے اور ظلم کی طرف جھکاؤ ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو بے محل رکھنا۔

الحاصل یہ کہ بغی کے شرعی معنی اور اطلاق عرفی نے اس کے معنی لغوی کو خاص کر دیا ہے۔ معنی لغوی طلب تھا۔ اس سے شرخاص کی طلب مراد ہو گی یعنی خروج منہی عنہ۔ پس بغی کے لفظ سے خلیفتہ الزمان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون طلب کرنا مراد لینا صحیح نہیں۔

" و قد حکی عن معاویتہ تاویل اقبح من ہذا حیث قال انما قتلہ علی و فئتہ حیث حملہ علی القتال و صار سببا لقتلہ فی المال فقیل لہ فی الجواب فا ذن قاتل حمزۃ ہو النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم حیث کان باعثالہ علی ذلک واللہ سبحانہ و تعالی حیث امرالمومنین بقتال المشرکین ۔ والحاصل ان ہذا الحد یث فیہ معجزات ثلاث ۔ احد یھا انہ سیقتل و ثانیھا انہ مظلوم و ثالثھا ان قاتلہ باغ من البغاتہ والکل صدق و حق "

ترجمہ "اور ایک تاویل معاویہ سے منقول ہے جو تاویل اول سے بدتر ہے وہ یہ ہے کہ عمار کے قاتل علی ہیں اور علی کا گروہ ہے کیونکہ علی ہی نے عمار کو لڑائی پر برا نگیختہ کیا اور مستقبل میں ان کے قتل ہونے کا سبب ہوئے تو معاویہ کو جواب میں کہا گیا کہ پھر تو امیرحمزہ کے قاتل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ ہوئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے لڑائی کا حکم دیا تھا"۔

الحاصل یہ کہ اس حدیث میں تین معجزے ہیں۔ اول یہ کہ عمار قتل کیا جائے گا۔ دوم یہ کہ وہ مظلوم ہو گا اور سوم یہ کہ ان کا قاتل باغیوں کی جماعت کا فرد ہو گا۔ یہ سب باتیں سچی ہیں اور حق ہیں۔

" ثم رایت الشیخ اکمل الدین قال الظاہر ان ہذا ای التاویل السابق عن معاویہ و ما حکی عنہ ایضامن انہ قتلہ من اخرجہ للقتل و حرضہ علیہ کل منہما افتراء علیہ۔

اما الاول فتحریف للحدیث و اما الثانی فلانه ما اخرجه احد بل هو خرج بنفسه و ماله مجاہدا فی سبیل الله قاصدا لاقامته الفرض و انما کان کل منهما افتراء علی معاویته رضی الله تعالی لانه اعقل من ان یقع فی شیء ظاہر الفساد علی الخاص و العام قلت فاذ ن کان الواجب علیه ان یرجع عن بغیه باطاعته الخلیفته و یترک المخالفته و طلب الخلافته المنفیته ۔ فتبین بهذا انه کان فی الباطن باغیا و فی الظاہر مستترا بدم عثمان " (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۷۱/۱۱)

ترجمہ "پھر میں نے دیکھا کہ شیخ اکمل الدین نے کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ معاویہ کی طرف سے تاویل سابق یعنی بغی بمعنی طلب الدم اور یہ تاویل کہ عمار کا قاتل وہ ہے جو اسے نکال لایا اور لڑائی پر برانگیختہ کیا۔ یہ دونوں تاویلیں معاویہ پر بہتان ہیں۔ پہلی تاویل اس لئے بہتان ہے کہ یہ حدیث کی تحریف ہے اور دوسری اس لئے بہتان ہے کہ عمار کو کوئی شخص نکال کر نہیں لایا تھا بلکہ وہ خود جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلے تھے۔ ان کا مقصد فرض ادا کرنا تھا۔ لہذا یہ دونوں تاویلیں معاویہ پر بہتان ہیں۔ معاویہ بڑے عقل مند تھے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی تاویلیں کریں جو خاص اور عام کے نزدیک ظاہرا لفساد ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ پھر تو ان پر واجب تھا کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آئیں اور خلیفہ کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت کو چھوڑیں اور ناجائز خلافت کی طلب کو بھی چھوڑیں۔ اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معاویہ اندرونی طور پر باغی تھے اور ظاہری طور پر عثمان کے خون سے اپنی بغاوت کو چھپانے والے تھے"۔

صحابی کے لئے عصمت ضروری نہیں۔ اس بغاوت کے صدور کے بعد بھی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت مجروح نہیں ہو گی' کیونکہ تمام صحابہ کرام کیلئےاللہ تعالیٰ نے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو مذکورہ آیت میں مذکور ہے۔ " **کلا و عد الله الحسنی** " کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے قبل انفاق و قتال کرنے والوں سے اور بعد الفتح انفاق و قتال کرنے والوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی اگرچہ صحابہ کرام سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو یقیناً" اللہ معاف فرما دے گا کیونکہ معافی کے بغیر بہشت کا داخلہ

ممکن نہیں حالانکہ سب صحابہ سے بہشت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

جب کفر و شرک کے بغیر صحابہ کرام کی سب خطائیں معاف ہیں تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر یا ملعون کہنے والا کافر اور ملعون ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں عمر بن عبدالعزیز کا خواب لکھا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیا ہے۔

روایت۔

وعن عمر بن عبدالعزیز قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالہ علیہ وعلی الہ وسلم۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما جالسان عندہ۔ فسلمت وجلست۔ فبنما انا جالس افاتی بعلی ومعاویہ فاوخلا بیتا واجیف علیہما الباب وانا انظر۔ فما کان باسرع من ان خرج علی رضی اللہ تعالی عنہ وھو یقول قضی لی ورب الکعبتہ وما کان با سرع من ان خرج معاویہ علی اثرہ رہو یقول غفرلی ورب الکعبتہ۔

ترجمہ۔ "عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پاس بیٹھے تھے میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ میں بیٹھا تھا اچانک علی اور معاویہ لائے گئے اور ایک مکان میں داخل کر دیئے گئے۔ پھر جلدی سے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نکلے اور کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے پھر جلدی سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا ہے"۔

صحابی اگرچہ دوسرے صحابہ سے کم درجہ رکھتا ہو پھر بھی وہ ان اولیاء سے افضل ہے جن کو صحابیت حاصل نہیں۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہیں حالانکہ عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہیں اور بعض علمائے نے ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کے مماثل قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحاب روح المعانی نے لکھا ہے۔

وقد صرحوا انہ لایبلغ تابعی وان جل قد را فی الفضل مرتبہ صحابی وان لم یکن من کبار الصحابتہ وسئل عبد اللہ بن المبارک عن معاویہ وعمر بن عبدالعزیز ایہما

افضل فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ افضل عنداللہ من مائتہ عمر بن عبدالعزیز فقد صلی معاویۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم فقرا (اھدنا الصراط المستقیم الخ) فقال معاویۃ۔امین۔

ترجمہ۔ علمائے تصریح کی ہے کہ کوئی تابعی خواہ جلیل القدر ہو صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اگرچہ وہ صحابی اکابر صحابہ سے نہ ہو چنانچہ عبداللہ بن مبارک سے معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بارہ میں پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے تو فرمایا کہ وہ غبار جو معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہو۔ سو ۱۰۰ عمر بن عبدالعزیز سے اللہ کے ہاں افضل ہے۔ معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اھدنا الصراط المستقیم آخر تک پڑھا تو معاویہ نے پیچھے سے آمین کہا۔

علامہ نبہانی نے الاسالیب البدیعہ میں معاویہ رضی اللہ تعالی کے جرم کی معافی یقینی قرار دی ہے۔ چند اسالیب سے یہ بات بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

سید العارفین عبدالوہاب شعرانی نے المنن الکبری میں اپنی ذات کے متعلق فرمایا کہ۔ میں قیامت کے دن اپنے احباب سے پہلے اپنے اعداء کی شفاعت کرونگا۔ خاتم الاولیاء محی الدین بن عربی نے بھی یہی بات فرمائی ہے کہ میں فتوت ظاہر کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے دشمنوں کی شفاعت کرونگا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت علی کے غلام ہوتے ہوئے اس قدر فتوت کے مالک ہیں تو حضرت علی کی فتوت اور جوانمردی ان سے کہیں زیادہ ہو گی یقیناً وہ معاویہ رضی اللہ تعالی کی مسامحت فرماتے ہوئے ان کی سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں حضرت علی کا قیامت کے دن معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے درگزر کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کی رضا کا باعث ہوگا کیونکہ آپ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں اور باپ نسبی سے زیادہ شفیق ورحیم ہیں۔ آپ امت کے جرم سے غمگین ہوتے ہیں ۔ اور امت کے جرم معاف ہو جانے پر نہایت مسرور

ہوتے ہیں لہذا آپ کی خوشی اور رضا حاصل کرنے کیلئے بھی حضرت علی اپنے مجرم بھائی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب اخلاق حمیدہ عطا فرمائے ہیں اور ان کو تمام اولیاء امت کا مربی بنایا ہے آپ کا تحمل۔ ایثار۔ عفو وکرم ضرب المثل ہیں۔

ہم لوگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنے نفوس ناقصہ پر قیاس کر لیتے ہیں کہ جس طرح ہم لوگوں میں انتقامی جذبہ غالب ہے اور ہم اپنے دشمن کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرتے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی اپنے دشمن کو معاف ہرگز نہیں کرینگے۔ یہ ہمارا قیاس بالکل غلط ہے۔

بلکہ ان کی فتوت تو اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اگر اپنے حسنات دیکر دشمن کو چھڑا سکیں گے تو اس بات پر بھی فوراً آمادہ ہو جائیں گے۔

اب ہم حضرت علی کے فضائل کی طرف عود کرتے ہیں۔ قدرے فضائل بیان کرنے کے بعد آپ کی وفات کا مختصر تذکرہ لکھتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی طرح سابقین صحابہ کے بیت المال سے وظائف مقرر کر رکھے تھے کہ ان وظائف سے صحابہ کے گھروں کی ضرورتیں اعتدال کے ساتھ پوری ہو جاتیں۔ آپ نے دوسرے صحابہ کی مانند اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کا بھی وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ یہ وظیفہ غلہ جو کی شکل میں دیا جاتا تھا حضرت عقیل کی اولاد نے کھجور کے حلوہ کی خواہش اپنے والد کے سامنے ظاہر کی۔ حضرت عقیل نے ہر روز تھوڑی سی مقدار بچانا شروع کر دی۔ چند دنوں کے بعد اتنے جو بچت ہوگئے جن کو بیچ کر حلوہ بنایا جا سکے۔ تو آپ نے گھی اور کھجوریں خریدیں اور حلوہ تیار کیا حضرت علی کو بھی حلوہ کھانے کے لئے بلا لیا۔ جب آپ تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ حلوہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے۔ بھائی عقیل نے سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر مقدار روزانہ بچانے کے بعد بھی تمہاری ضرورت پوری ہوتی رہی ہے۔ حضرت عقیل نے کہا ہاں۔ تو حضرت علی نے وہ مقدار

ان کے وظیفہ سے کم کر دی۔ اور فرمایا کہ میرے لئے حلال نہیں کہ وظیفہ کی موجودہ مقدار سے زیادہ تمہیں کچھ دوں۔ حضرت عقیل بہت ناراض ہوگئے۔ تو آپ نے ایک دن لوہا خوب گرم کیا اور حضرت عقیل کی غفلت میں ان کے رخسار کے قریب لے گئے۔ جب حضرت عقیل نے اچانک آگ اپنے چہرے کے قریب دیکھی تو فریاد کرنے لگے۔ حضرت علی نے فرمایا تو اس آگ سے گھبرا رہا ہے۔ اور میرے لئے دوزخ کی آگ تجویز کرتا ہے تو حضرت عقیل نے کہا میں اس شخص کے پاس چلا جاؤں گا جو مجھے چاندی کے ڈلے دے گا اور مجھے کھجوریں کھلائے گا۔ یعنی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوسری بار حضرت عقیل نے حضرت علی سے کچھ عطیہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ جب دوسرے مسلمانوں کو ملے گا تو تمہیں بھی مل جائے گا جب حضرت عقیل نے زیادہ الحاح اور زاری سے کام لیا تو آپ نے کسی شخص سے فرمایا کہ میرے بھائی عقیل کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بازار میں لے جا اور اس کو کوئی مقفل دوکان دکھاوے اور اس سے یہ بھی کہہ دے کہ اس دوکان کا تالا توڑ کر اس میں پڑا ہوا مال لے لے۔ جب حضرت عقیل نے یہ بات سنی تو ناراضگی میں کہنے لگے کہ آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا تو بھی مجھے چور بنانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا مال لے کر تجھے دیدوں اور دوسرے مسلمانوں کو نہ دوں۔ ان دونوں بھائیوں کا اختلاف اس قدر بڑھا کہ حضرت عقیل نے حضرت علی کو چھوڑ دیا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے ۔ جا کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے حضرت عقیل کو ایک لاکھ درہم دیا۔ پھر حضرت عقیل ان کے پاس رہنے لگے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ان سے کہا کہ ممبر پر کھڑے ہو کر تم میری عطا اور اپنے بھائی علی کی عطا لوگوں کو بتاؤ۔ تو حضرت عقیل نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے دین کے خلاف علی سے مدد چاہی تو انہوں نے دین کو اختیار کیا اور میری مدد نہیں کی۔ پھر میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دین کے خلاف مدد چاہی تو انہوں نے دین کو ہاتھ سے جانے دیا اور مجھے راضی کیا۔ اور میری مدد فرمائی۔

پھر ایک دن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ حضرت عقیل کی موجودگی میں لوگوں سے کہنے

لگے کہ عقیل اگر مجھے علی سے اچھا نہ سمجھتا تو میرے پاس نہ رہتا۔ تو حضرت عقیل نے کہا کہ میرا بھائی علی دین کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے اور آپ دنیا کے اعتبار سے میرے لئے اچھے ہیں۔ لیکن میں نے دین کو چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عادت تھی کہ بیت المال کے اموال کو مستحق مسلمانوں میں تقسیم فرما کر خالی کر دیتے۔ پھر جھاڑو دلا کر چھڑکا لگواتے اور اس میں نوافل ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حمد کرتے کہ تو نے مجھے صحیح تقسیم کی توفیق دی ہے آل کساء حضرت فاطمہ۔ حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین کا تقوی غایت قصوی تک پہنچا ہوا تھا جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو نہایت آسانی سے سب اعمال حسنہ اس سے صادر ہوتے ہیں اور معصیت کے ارادہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ صدور معصیت اس سے ممکن ہوتا ہے لیکن یہ ممکن وقوع میں نہیں آتا۔ لسان نبوت نے جب ایسے متقین کی خبر دی ہے جن سے صدور معصیت واقع نہیں ہوگا۔ تو جنتی لوگوں کی سرداری ان کیلئے ثابت فرمائی ہے۔ جب جنتی لوگوں کی سرداری ان کو حاصل ہوگی تو لزوما" ان سے صدور معصیت نہیں ہوگا اور وہ گناہ سے پاک ہونگے۔

کیونکہ عاصی مغفورلہ کو بہشت تو مل سکتا ہے لیکن بہشتی لوگوں کی سرداری نہیں مل سکتی۔ بہشتی لوگوں کی سرداری ان لوگوں کو ملے گی جو تقوی کے ملکہ راسخہ کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہونگے۔ بہشت میں سرداری لسان نبوت کی شہادت سے آل کساء کو حاصل ہے یا شیخین یعنی ابوبکر و عمر کو حاصل ہے چنانچہ آپ نے شیخین کے بارہ میں فرمایا کہ ابوبکر اور عمر کہول جنت کے سردار ہونگے۔

اور حضرت علی کے بارہ میں حضرت فاطمہ سے فرمایا **فو اللہ لقد زوجتک سیدا فی الدنیا سیدا فی الاٰخرۃ (احیاء جلد چہارم صفحہ ۱۹۸)**

یعنی اے فاطمہ تجھے میں نے ایسے شخص سے بیاہا ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ اور حضرت فاطمہ کے متعلق فرمایا فاطمہ سیدۃ نساء اہل الجنتہ۔ فاطمہ سب بہشتی عورتوں کی سردار ہے۔ اور حسنین کریمین کے متعلق فرمایا الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنتہ۔ یعنی حسن اور حسین بہشتی نوجوانوں کے سردار

ہیں۔

جب آل کساء کا گناہوں سے پاک ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ ان سب کیلئے اہل جنت کی سرداری ثابت ہے تو لزوماً" یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ان کا معادی اور محارب گناہ گار ہو گا۔

تو بعض مورخین نے ان کے محاربین اور اعداء کیلئے جو صالحیت ثابت کی ہے وہ ازرائے احادیث کذاب ہیں۔ ایسے مورخین کو بھی ہر مومن ان کے اعداء میں شمار کرے گا۔ واللہ الحمد۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شہادت

آپ نے چار سال نو ماہ آٹھ دن خلافت کی ہے۔ اور ۲۷ رمضان ۴۰ھ فجر کے وقت اشقی الاخرین عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کے ہاتھ شہید ہوئے۔ آپ نے شہادت کی رات سرکار دو عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امت نے مجھے بہت رنج والم پہنچایا ہے آپ نے فرمایا ان پر بددعا کر دے تو حضرت علی نے یہ دعا کی۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں کی بجائے اچھے لوگ عطا فرما اور ان لوگوں کو میری بجائے بدترین لوگ عطا کر پھر آپ صبح کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد تشریف لے گئے تو ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر زہر آلودہ تلوار ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا اور قید کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے ۲۹ رمضان کی رات وفات فرمائی۔ بہت پندونصائح فرمائے اور آخر کلمہ طیبہ کا بہت تکرار فرمایا اور ۶۳ سال کی عمر میں اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسنین کریمین اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور خارجیوں کے خوف سے نامعلوم مقام پر دفن کر دیئے گئے۔ آپ نے اپنی بجائے کسی کو خلیفہ معین نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے اطراف کاٹ لئے گئے اور آگ میں جلا دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ تین خارجیوں نے مکرمہ میں عہد کیا کہ ۲۷ رمضان کی رات میں ان تینوں شخصوں علی۔ معاویہ۔ عمروبن العاص کو قتل کر دیں تو یہ سارے فسادات

خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ابن ملجم مرادی نے کہا میں علی کو قتل کروں گا۔ برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا میں معاویہ کو قتل کروں گا۔ عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا میں عمرو بن العاص کو قتل کروں گا۔ یہ تینوں کچھ عرصہ تاریخ قتل سے پہلے اپنے اپنے مقتول کے شہر میں پہنچے۔ ابن ملجم کوفہ میں آکر چھپ گیا اور قطام نامی خارجیہ عورت سے شادی کر لی۔ قطام کے باپ کو حضرت علی نے قتل کیا تھا۔ قطام نے یہ اشیاء اپنی مہر قرار دیئے۔ تین ہزار درہم۔ ایک غلام۔ ایک گانے والی لونڈی۔ حضرت علی کا قتل۔

تینوں مذکورین نے ۲۷ رمضان المبارک کی صبح کو اپنے اپنے نامزد مقتول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ ابن ملجم مسجد کوفہ میں حضرت علی کا منتظر کھڑا تھا۔ جب حضرت علی پہنچے تو اس نے آپ پر کامیاب حملہ کیا۔ اور اپنی زہر آلودہ تلوار حضرت علی کے سر پر اس قدر زور سے ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی۔ حضرت علی نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ برک نے معاویہ پر حملہ کیا اسے گرا دیا لیکن دوا علاج سے معاویہ تندرست ہو گئے۔ برک کے اس جرم میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے وہ بھی علاج سے اچھا ہو گیا۔ معاویہ اس حملہ کے بعد نامرد ہو گئے اور اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہے' لیکن برک اچھا ہو گیا اور کوفہ میں سکونت رکھی اور اس کی اولاد پیدا ہونے لگی تو زیاد کوفہ والے نے کہا کہ امیر المومنین معاویہ کی اولاد پیدا نہ ہو اور ان کے قاتل کی اولاد پیدا ہو یہ ہمارے لئے رسوائی ہے تو زیاد نے برک کو قتل کرا دیا۔

۲۷ رمضان کی شب کو عمرو بن العاص کو پیٹ کی خرابی ہو گئی اس نے اپنی بجائے خارجہ کو نماز پڑھانے کیلئے بھیجا۔ عمرو بن بکیر نے خیال کیا کہ عمرو بن العاص نماز پڑھا رہا ہے۔ اس نے امام خارجہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ عمرو بن بکیر گرفتار کر لیا گیا صبح کو لوگوں نے اسے کہا تو نے خارجہ کو قتل کیا ہے۔ اس نے افسوس سے کہا کہ عمرو بن العاص بچ گیا ہے میں تو اس کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد عمرو بن بکیر قتل کر دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی شہادت کے بعد اہل الحل والعقد نے حضرت

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چن لیا۔ اہل کساء یعنی پنجتن پاک سے چوتھے حضرت
حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل الحل والعقد
نے بالاتفاق حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چن لیا آپ نے چھے ماہ خلافت
کی۔ پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے
روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیہ کی
شہادت کے بعد اہل الحل والعقد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چن
لیا۔ اہل کساء یعنی پنجتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد خلیفہ چن لئے گئے۔ آپ نے چھے ماہ خلافت کی، پھر
چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ
ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیہ کی
شہادت کے بعد اہل الحل والعقد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چن
لیا۔ اہل کساء یعنی پنجتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل الحل والعقد نے بالاتفاق حضرت حسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چن لیا آپ نے چھے ماہ خلافت کی۔ پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو
لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیئی نہیں کی
جائے گی۔ کیونکہ معاویہ اقتدار سنبھالنے کے بعد بعض لوگوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔
اس بات پر حضرت حسن متفق نہیں تھے۔ آخر کار معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک
سفید کاغذ حضرت حسن کو بھیجا کہ تم جو شرطیں چاہو اس کاغذ پر لکھ دو۔ میں اس پر
دستخط کر دوں گا۔ حضرت حسن نے صلح نامہ لکھا اور خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو سپرد کر دی۔ صلح نامہ پر فریقین کے اور گواہوں کے دستخط ہو گئے۔ صلح نامہ کا ترجمہ

ذیل میں مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ عہد ہے جس پر حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان کی اس بات پر صلح ہوئی ہے کہ حسن بن علی منصبِ خلافت معاویہ بن ابی سفیان کو بایں شرائط سپرد کر دیا ہے کہ معاویہ کتاب اللہ پر اور سنت رسول اللہ پر اور سیرت خلفاء راشدین مہدیعن پر عمل کرے گا۔ اور معاویہ کسی شخص کو ولی عہد نہیں بنائے گا۔ بلکہ معاویہ کے بعد امر خلافت مسلمانوں کے شوریٰ پر ہوگا۔ شامی عراقی حجازی یمنی سب مسلمانوں کو امان ہو گی۔ اور علی کے اصحاب اور شیعہ کے جانوں اور مالوں اور عورتوں اور اولادوں کو امان ہو گی ان باتوں میں معاویہ بن ابی سفیان پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق ہو گا۔ اور یہ بھی اس پر لازم ہوگا کہ وہ حسن بن علی کو اس کے بھائی حسین کو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب اہل بیت کو خفیہ طور پر یا ظاہر طور پر کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ ملک کے جس گوشہ میں ہوں گے ان پر خوف وترس طاری نہیں کرے گا۔ میں فلاں فلاں کو گواہ بناتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت بہت کافی ہے۔ جب صلح مکمل ہو گئی تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن سے کہاکہ آپ لوگوں سے خطاب فرمائیں اور ان کو یہ بات بتائیں کہ نے میں خلافت معاویہ کے سپرد کر دی ہے اور اس کی بیعت کر لی ہے۔ تو آپ ممبر پر کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حمدوثنا کے بعد اور درود شریف کے بعد فرمایا "اے لوگو۔ سب سے بڑی دانائی پرہیزگاری ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہ گاری ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے جدپاک کے ذریعہ راستہ دکھایا اور ان ہی کے ذریعہ تم کو گمراہی سے بچایا اور ان ہی کے ذریعہ تمہیں جہالت سے چھڑایا ار ان ہی کے ذریعہ تم کو ذلت کے بعد عزت دی اور کمی کے بعد کثرت دی۔ یقیناً" معاویہ نے ایسے حق میں مجھ سے جھگڑا کیا جو میرا ہے۔ اس کا ہرگز نہیں۔ پھر میں نے امت کی اصلاح اور فتنے کے خاتمہ کو ملحوظ رکھا ہے۔ تم لوگوں نے مجھ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ میں جس سے صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کروگے اور میں جس سے لڑوں گا تم بھی اس سے لڑو گے۔ اب میں نے مناسب سمجھا کہ معاویہ

سے صلح کر لوں اور لڑائی ختم کر دوں۔ اس لئے میں نے اس سے بیعت کر لی ہے۔ یہ اس لئے کیا ہے کہ خون کی روک تمام خونریزی سے بہتر ہے۔ اس سے میرا مقصد تمہاری بھلائی اور تمہاری بقا ہے میں نہیں جانتا شاید یہ تمہاری آزمائش ہو اور وقت معین تک کا سامان ہو۔"

اس صلح سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا کیونکہ آپ نے حضرت حسن کے حق میں فرمایا تھا۔

ان ابنی ہذا سید وسیصلح اللہ بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین۔ رواہ البخاری۔

کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا"۔

دولابی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت حسن فرمایا کرتے تھے کہ جب عرب کی جماعتیں میرے ہاتھ میں تھیں جس سے میں صلح کرتا تو وہ بھی صلح کرتیں اور جس سے میں لڑتا وہ بھی لڑتیں اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خون کی روک تمام کے لئے خلافت چھوڑ دی آپ کا یہ نزول ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوا۔ بعض نے کہا ربیع آخر میں اور بعض نے کہا جمادی الاولی میں ہوا۔

آپ کے اصحاب آپ کو یاعارالمومنین کہہ کر پکارتے آپ فرماتے کہ آگ سے عار بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ کو ان الفاظ میں سلام کیا السلام علیک یا مذل المومنین تجھ پر سلام ہو اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تو آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں۔ میں نے اس بات کا برا جانا کہ بادشاہی کیلئے تمہیں قتل کروں۔ پھر آپ نے کوفہ سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی۔

فضائل حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام

۱۔ بخاری اور مسلم نے براء سے روایت کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن ان کے کندھے پر تھے اور فرمارہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

۲۔ بخاری نے ابوبکرہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے سنا جب وہ ممبر پر بیٹھے تھے اور حضرت حسن ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۳۔ بخاری نے ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کے بارہ میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے لئے دنیا کی مرغوب نعمتیں ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین بہشت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

۵۔ ترمذی نے اسامہ بن زید سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن اور حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے تھے تو فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت فرما۔

۶۔ ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت سے کون شخص آپ کو زیادہ پیارا ہے تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین۔

۷۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ حضرت حسن آپ کی گردن پر سوار تھے ایک شخص آپ سے ملا تو کہنے لگا اے بچہ بہت اچھی سواری پر تو سوار ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

۸۔ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اہل میں سے آپ سے زیادہ مشابہ اور آپ کو سب سے زیادہ پیارے حضرت حسن تھے۔ وہ آپ کے سجدہ کی حالت میں آتے اور آپ کی

گردن یا پیٹھ پر سوار ہوتے جب تک وہ خود نہ اترتے اس وقت تک آپ ان کو نہ اتارتے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ رکوع میں ہوتے تو آکر آپ کی دونوں ٹانگوں کو کھلا کرتے اور بیچ میں سے گزر جاتے۔

۹۔ ابن سعد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم حسن بن علی کے سامنے اپنی زبان نکالتے تو وہ آپ کی زبان کی سرخی دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔

۱۰۔ حاکم نے زہیر بن ارقم سے روایت کیا کہ حضرت حسن خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے تو ازدشنوہ کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو اپنے کپڑے حبوہ پر رکھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے محبت کرے۔ ہر حاضر اس بات کو غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دے اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی کرامت نہ ہوتی تو میں یہ بات کسی کو نہ بتاتا۔

۱۱۔ ابو نعیم نے حلیہ میں ابوبکر سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ہمیں نماز پڑھا رہے تھے۔ تو آپ کے سجدہ میں حضرت حسن آتے جب وہ چھوٹے تھے تو کبھی آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے تو کبھی آپ کی گردن پر۔ آپ نہایت نرمی سے اٹھا کر ان کو ایک طرف کرتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچہ سے جو محبت اور نرمی کرتے ہیں ویسی کسی دوسرے سے نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی نعمت سے یہ دیا گیا ہے۔ اور میرا یہ بیٹا سردار ہے اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۱۲۔ بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں اور حسن سے محبت رکھنے والے سے بھی محبت رکھتا ہوں اس لئے تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے محبت رکھنے والے سے محبت رکھ۔ ابوہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس

ارشاد کے بعد کوئی شخص مجھے حضرت حسن کے برابر محبوب نہیں۔ ترمذی نے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جو شخص حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے اور ان کے باپ سے اور ان کی ماں سے محبت رکھتا ہے وہ بہشت میں میرے ساتھ ہو گا۔

۳۔ اعطی الحسن لسانه و کان قد اشتد ظلماه فمصه حتی روی۔ رواه ابن عساکر (مواھب جلد اول ۲۵۵)

"حضرت حسن سخت پیاسے تھے آپ نے اپنی زبان ان کو دی تو انہوں نے آپ کی زبان چوسی تو ان کی پیاس بجھ گئی۔

۴۔ اخرج الحارث بن ابی سلمه عن محمد بن علی قال اصطرع الحسن والحسین عند رسول الله صلی الله تعالی علیه وعلی اله وسلم فجعل رسول الله صلی الله تعالی علیه وعلی اله وسلم یقول هی حسن۔ فقالت له فاطمته یارسول الله تعین الحسن کانه احب الیک من الحسین۔ قال ان جبریل یعین الحسین وانی احب ان اعین الحسن۔ مرسل (خصائص کبری جلد دوم ۲۶۵)

ترجمہ۔ "حارث بن ابی سلمہ نے محمد بن علی سے روایت کیاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت حسن اور حضرت حسین کشتی لڑے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمانے لگے جلدی کرو حسن۔ حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ آپ حسن کی مدد فرما رہے ہیں گویا وہ آپ کو حسین سے پیارا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جبریل حسین کی مدد کر رہا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں حسن کی مدد کروں۔ یہ حدیث مرسل ہے"۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ان مقدس بچوں کی طفلانہ کشتی میں ایک کی جبریل مدد کر رہا ہے اور ایک کی خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدد فرما رہے ہیں سبحان اللہ! حسنین کریمین تمہاری شان! حضرت حسن نے خلع کے بعد مدینہ منورہ میں ساڑھے نو سال بسر فرمائے۔ اس عرصہ میں آپ کو سب سے زیادہ دکھ پہنچانے والا مروان تھا۔ اب مروان اور اس کے باپ حکم کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کے اقوال لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ومن اشد الناس بغضا لاہل البیت مروان بن الحکم و کان ہذا ہو سر الحدیث الذ ی صححہ الحاکم ان عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ قال کان لایولد لاحد مولود الااتی بہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم فید عولہ فادخل علیہ مروان بن الحکم فقال ہذا الوذغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون۔ (صواعق صفحہ ۱۸۱)

ترجمہ "اہل بیت سے شدید ترین بغض رکھنے والوں میں سے مروان بن حکم ہے اور یہ اس حدیث کا راز ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے کہ ہر وہ شخص جس کا بچہ پیدا ہوتا وہ اپنے بچہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا تو آپ اس بچہ کے لئے دعا فرماتے۔ تو مروان بن حکم آپ کی خدمت میں اندر لایا گیا آپ نے فرمایا یہ چھپکلی ہے اور چھپکلی کا بیٹا ہے۔ ملعون اور ملعون کا بیٹا ہے"۔

۲۔ وبسند فیہ مستور و بقیتہ رجالہ ثقات ان الحکم استاذ ن علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ و علی الہ وسلم فعرفہ فقال ائذنوالہ فعلیہ لعنتہ اللہ والملائکتہ والناس اجمعین وما یخرج من صلبہ یشرفون فی الدنیا ویترذ لون فی الاخرۃ ذ و ومکر وخدیعتہ الاالصالحین منہم وقلیل ماھم

"ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں ایک مستور ہے اور سند کے باقی رجال ثقات ہیں کہ بے شک حکم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو پہچان لیا فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے جو اس کی پشت سے نکلیں گے وہ دنیا میں صاحب جاہ ہوں گے اور آخرت میں رذیل ہونگے اور مکار وغدار ہوں گے مگر وہ لوگ جو ان میں سے نیکوکار ہوں گے وہ بہت کم ہوں گے"۔

ان حدیثوں کے بغیر اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں حکم اور اس کی اولاد کی ملعونیت کا ذکر ہے لیکن اطالت کے خوف سے ان دو حدیثوں پر اکتفا کیا ہے ان سے ملعونیت کا دھبہ دھونے کے لئے صاحب صواعق نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میں بشر ہوں۔ میں بھی

غضبناک ہوتا ہوں تو میں جس مسلمان کو سب یا لعنت یا بدعا کروں تو میری سب اور لعنت کو اس کے لئے رحمت اور پاکیزگی اور کفارہ اور طہارت بنا دے لہٰذا آپ کی ان پر لعنت ان کے لئے رحمت بن جائیگی۔ یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ یہ جواب انشاء لعنت کی صورت میں درست ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں حدیثوں میں اخبار لعنت ہے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بمقتضائے بشریت کسی پر ناراض ہو کر لعنت یا بدعا فرمائیں تو یقیناً آپ کی بدعا مسلمانوں کیلئے رحمت بن جائے گی۔ اگر آپ نے کسی شخص کے برے عمل کی وجہ اس کی ملعونیت کی خبر دی ہے تو یہ ملعونیت اس کے لئے رحمت نہیں بن سکتی۔ ورنہ نبی کا کذب لازم آئے گا۔ دوسری حدیث میں فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ حکم اور مروان پر جو لعنت فرمائی ہے وہ اخبار لعنت ہے انشاء لعنت نہیں۔ اس وجہ سے ان سے لعنت کا دھبہ نہیں دھویا جا سکتا۔ ان کی ملعونیت تو عداوت اہل بیت کی وجہ سے ہے جو درحقیقت عداوت رسول ہے۔ ان کی عداوت اہل بیت کا تو خود صاحب صواعق نے پہلی حدیث کی تمہید میں اعتراف کیا ہے۔ فضائل اہل بیت میں حاکم کی حدیث لکھی جا چکی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے اور روزہ رکھتے ہوئے زندگی بسر کرے اور اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے کہ اہل بیت محمد سے بغض رکھتا ہو تو وہ شخص جہنم میں داخل ہو گا یعنی عبادتیں اور نمازیں اور روزے اس کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت حسن علی جدہ علیہ والسلام کے بے شمار مناقب و فضائل ہیں آپ بردبار صاحب سکینہ ذی وقار محتشم اور سخی تھے۔ ایک سائل کو لاکھ درہم بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ نے بہت عورتوں سے نکاح کیا۔ اکثر زفاف ہی کے دنوں میں طلاق دیا کرتے تھے آپ نے نوے (۹۰) عورتوں سے شادی کی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکیاں حسن کے نکاح میں نہ دو کہ وہ طلاق بہت دیتا

ہے۔ تو ہمدان کے ایک شخص نے کہا ہم اس کو ضرور اپنی لڑکیاں دیں گے۔ جو ان کے مزاج کے موافق ہیں ان کو رکھیں اور جو ان کے مزاج کے موافق نہ ہوں ان کو طلاق دے دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ ان کو لڑکیاں دے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ساتھ علاقہ سببیت پیدا کرنا چاہتے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے نسب اور میرے سبب کے بغیر سب نسب اور سبب کٹ جائیں گے یعنی مفید نہیں ہونگے۔

جو عورت حسن سے شادی کرتی وہ ہمیشہ کیلئے آپ کی محبت میں گرفتار ہوجاتی۔ الا ماشاء اللہ حضرت حسن نے پیادہ چل کر پچیس حج کئے اور عمدہ اونٹنیاں خالی کھینچی جاتی تھیں۔

آپ دشمنوں کے ایذاء اور سب و شتم نہایت صبر و تحمل سے برداشت فرماتے چنانچہ امام سیوطی اس بارہ میں فرماتے ہیں

واخرج ابن سعد عن عمیر بن اسحاق قال کان مروان امیراً علینا فکان یسب علیا کل جمعہ و علی المنبر وحسن یسمع۔ فلا یرد شیا۔ ثم ارسل الیہ رجلاً یقول لہ بعلی وبعلی وبعلی وبک وبک ماوجدت مثلک الامثل البغلۃ یقال لہا من ابوک فتقول امی الفرس فقال الحسن ارجع الیہ فقل لہ انی واللہ لاامحو عنک شیئا مماقلت بان اسبک ولکن موعدی وموعدک اللہ۔ فان کنت صادقا فجزاک اللہ بصدقک وان کنت کاذبا فاللہ اشد نقمتہ۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۰)

ترجمہ "ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے روایت کیا اس نے کہا مروان ہمارا امیر تھا اور وہ ہر جمعہ ممبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا اور حضرت حسن سن کر کوئی جواب نہ دیتے پھر مروان نے حضرت حسن کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا جو ان سے یہ بات کہے۔ علی پر اور علی پر اور علی پر۔ تجھ پر تجھ پر۔ تیری مثال فقط خچر کی مثال ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے۔ تو حضرت حسن نے اس قاصد سے فرمایا تو واپس جا کر مروان سے کہہ کہ اللہ کی قسم میں

تیری بات کو اس طرح نہیں مٹاؤں گا کہ میں بھی تجھے گالیاں دوں لیکن تیرے اور میرے وعدے کہ جگہ اللہ تعالیٰ کی حاضری ہے اگر تو سچا ہوگا تو تجھے تیری سچائی کا اجر دے گا۔ اگر تو جھوٹا ہوا تو وہ بڑا سخت انتقام لینے والا ہے علامہ ابن حجر مکی اس بارہ میں یوں لکھتے ہیں۔

وبسند رجاله ثقات ان مروان لماولی المدینته کان یسب علیا علی المنبر کل جمعته ثم ولی بعد ہ سعید بن العاص لکان لایسب ثم اعید مروان فعاد للسب و کان الحسن یعلم فیسکت ولاید خل المسجد الاعندالاقامته فلم یرض بذلک مروان حتی ارسل للحسن فی بیته بالسب البلیغ لابیه وله ما وجد ت مثلک الامثل البغلته یقال لها من ابوک فتقول امی الفرس۔ فقال للرسول ارجع الیه فقل له انی واللہ لاامحو عنک شیئا مما قلت بان اسبک موعدی وموعدک اللہ۔ فان کنت کاذ با فاللہ اشد نقمته۔ (تطہیرالجنان صفحہ ۱۳)

ترجمہ "ایسی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جس کے سب راوی معتبر ہیں کہ مروان جب مدینہ کا والی بنا تو ہر جمعہ ممبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا۔ پھر اس کے بعد سعید بن عاص والی بنا تو وہ گالیاں نہیں دیتا تھا پھر مروان کو دوبارہ والی بنایا گیا تو وہ پھر دوبارہ گالیاں بکنے لگا حضرت حسن جانتے لیکن پھر بھی خاموش رہتے اور اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوتے۔ مروان اس بات پر راضی نہ ہوا حتیٰ کہ اس نے حضرت حسن کے گھر میں انتہائی سب و شتم بھیجے جو ان سے اور ان کے والد علی مرتضیٰ سے متعلق تھے ان گالیوں میں یہ بات بھی تھی کہ میں نے تجھے فقط خچر کی مانند پایا ہے جب اس سے کہا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے حضرت حسن نے قاصد سے فرمایا تو واپس جا کر مروان سے کہہ دے کہ میں تیری باتوں کو اس طرح نہیں مٹاؤں گا کہ میں بھی تجھے گالیاں دوں۔ لیکن میری اور تیری وعدے کی جگہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے۔ اگر تو جھوٹا ہوگا تو وہ بہت سخت انتقام لینے والا ہے"۔

اسی طرح ملک بھر میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب عامل جمعہ کے دن ممبر پر اہل بیت کو گالیاں دیتے اور سب و شتم بکتے۔ بنو امیہ کے سب حکمرانوں کا یہ عمل

رہا کہ اہل بیت کو برسر ممبر سب شتم کرتے حتی کہ بنو امیہ کے صالح حکمران عمر بن
عبدالعزیز نے اہل بیت کی سب و شتم سے روکا اور اس کو جرم قرار دیا۔ ان کے عہد
میں بنو امیہ کے لوگ ان گالیوں سے باز آئے ان کی وفات کے بعد یہ بری رسم پھر
سے جاری کر دی گئی۔ اور بنو امیہ کی حکومت کی آخری رمق تک جاری رہی بنو امیہ
کے پورے عہد میں وہ تعظیم اہل بیت کو گناہ سمجھتے اور ان کے گالی دینے کو عبادت
خیال کرتے۔ حالانکہ تعظیم اہل بیت ضروریات دین سے ہے۔ یہ بات بھی بنوامیہ کے
دور کی یادگار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اسم گرامی کی ساتھ
صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا ہے اور آلہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اکابر علماء جیسے
علامہ سیوطی اور علامہ آلوسی کی تصانیف میں پورا درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی
آلہ وسلم لکھا گیا ہے۔ لیکن حدیث کی عام کتابوں کی طباعت میں اس امر شنیع کا
ارتکاب کیا گیا ہے جو بنو امیہ کے دور سے شروع ہوا۔

آپ کی وفات اس طرح ہوئی کہ یزید بن معاویہ نے آپ کی زوجہ جعدہ بنت
اشعث بن قیس کندی کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تو حسن کو زہر کھلا دے میں تیرے ساتھ
شادی کرونگا۔ اور ایک لاکھ درہم بھی جعدہ کو بھیجے تو جعدہ نے آپ کو زہر پلا دیا
آپ زہر پینے کے بعد چالیس دن بیمار رہے اور ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں اس دار فانی سے کوچ
کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر جعدہ نے یزید سے وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو
یزید نے کہا تو نے اپنے شوہر حسن کو زہر پلایا ہے اگر میں تجھ سے شادی کروں تو مجھے
بھی زہر پلا دے گی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جعدہ کو یہ خفیہ پیغام خود معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تھا تاکہ حضرت حسن کی وفات کے بعد اپنے بیٹے یزید کو
ولی عہد بنا سکیں۔ شیخ ابوالبرکات حافظ احمد فخرالدین افندی رئیس المدرسین فی العراق
نے بھی اسی بات کو راجح قرار دیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعدہ کو یہ خفیہ
پیغام بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ارشاد العباد الی الغزو والجہاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ
"جب حضرت حسن بیمار ہوئے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو لکھا کہ حسن
کی موت کی خبر پہنچانے کیلئے سواریاں تیار رکھو جب حضرت حسن کی وفات کی خبر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو نعرہ تکبیر بلند کیا جسے اہل شام نے سنا پھر اہل شام نے بھی نعرہ لگایا۔ معاویہ کی بہن قریظہ نے معاویہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے خوش رکھے تو نے کس خوشی میں نعرہ لگایا ہے۔ معاویہ نے کہا حسن مرگیا ہے۔ وہ کہنے لگی تو فاطمۃ الزہراء کے بیٹے کی موت پر نعرہ لگا رہا ہے اس وقت حضرت ابن عباس معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا ابن عباس کیا تو جانتا ہے کہ تیرے اہل بیت میں کونسی بات واقع ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں۔ لیکن میں تو اس بات کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ بہت خوش ہیں اور آپ کے نعرہ کی آواز بھی میں نے سنی ہے۔ معاویہ نے کہا حسن مرگیا ہے۔ تو حضرت ابن عباس نے تین مرتبہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آباء محمد پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم اے معاویہ حسن کی قبر تیری قبر کو بند نہیں کریگی اور اس کی موت تیری زندگی کو نہیں بڑھائے گی اگر آج ہم پر حسن کی جدائی کی مصیبت آئی ہے تو عجیب بات نہیں ہم پر سید المرسلین کی جدائی کی مصیبت آچکی ہے اللہ کی قسم وہ اپنے جدپاک سے بہت مشابہ تھے"۔

حضرت حسین پاک حضرت حسن سے بارہا پوچھتے رہے کہ آپ کو کس نے زہر پلایا ہے لیکن آپ نے نہیں بتایا اور فرمایا کہ میرے بعد خون کا دعویٰ کھڑا نہ کرنا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین پاک سے یوں نصیحت فرمائی۔ اے میرے پیارے بھائی آپ کے والد خلافت کی طرف راغب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کو ان سے پھیر دیا اور ابوبکر خلیفہ بنائے گئے پھر راغب ہوئے تو خلافت عمر کی طرف پھیر دی گئی پھر شوریٰ کے وقت ان کو یقین تھا کہ خلافت ان کے بغیر اور کسی کو نہیں ملے گی تو عثمان خلیفہ بنا دیئے گئے جب عثمان قتل ہوئے تو ان کو خلیفہ بنایا گیا لیکن نزاع پیدا ہوگیا اور تلواریں نیام سے نکل گئیں تو خلافت ان کو راست نہیں آئی۔ اللہ کی قسم میں یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں کرے گا تو یہ بات واقع ہرگز نہ ہو کہ کوفہ کے بے وقوف لوگ تجھ کو ہلکا جان کر تجھے خروج پر آمادہ کریں میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بات طلب کی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دفن کیا جاؤں تو

انہوں نے ہاں کہا تھا جب میں مرجاؤں تو اس سے یہ بات طلب کرنا میرا خیال ہے کہ لوگ یہ بات نہیں ہونے دیں گے اگر لوگ مخالفت کریں تو ان کو کوئی جواب نہ دینا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین حضرت عائشہ کے پاس گئے حضرت عائشہ نے فرمایا بسرو چشم لیکن مروان نے مخالفت کی تو حضرت حسین نے اور ان کے حامیوں نے ہتھیار پہنے اور لڑائی کا پختہ ارادہ کرلیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسین کو واپس لوٹا دیا پھر آپ بقیع میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت حسن کا شمار خلفائے راشدین سے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ "خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی اس کے بعد موذی بادشاہی ہوگی" یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ تیس برس ہوگی جس کو خلافت راشدہ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے بعد جو خلافت ہوگی وہ موذی بادشاہی ہوگی۔ وہ تیس برس حضرت حسن کی شش ماہہ خلافت پر ختم ہوگئے پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موذی بادشاہی کا آغاز ہوا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت راشدہ کے زمانے میں باغی تھے۔ حضرت حسن کی اپنے بھائی حضرت حسین سے ترک تمنائے بادشاہی کی نصیحت بھی اسی بنا پر تھی کہ اب خلافت محض موذی بادشاہی کی شکل میں ہوگی۔ یہ موذی بادشاہی پاک لوگوں کے لائق نہیں جو اہل کساء میں سے یعنی پنجتن پاک سے ہوں اور نبی نے ان کی طہارت کے دوام وبقا کی دعا کی ہو اور خود کو ان کا فرد ظاہر فرمایا ہو۔

آپ نے دو مرتبہ کل مال اللہ کی راہ میں دیا اور تین مرتبہ لپنا آدھا آدھا مال تصدق فرمایا۔ آپ نے ایک شخص کی دعا سنی وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا تو دس ہزار درہم اس کو بھیج دئے آپ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اس نے اپنے فقروفاقہ کا حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ غنی ہونے کے بعد مجھے یہ تنگ دستی عارض ہوئی ہے آپ نے فرمایا تیرے سوال سے جو تیرا حق مجھ پر واجب ہوگیا ہے اس کے ادا کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اگر تو اس ادائے پر رضامند ہوجائے جو میں دے سکتا ہوں اور پورے حق واجب کی ادائگی کی مجھے تکلیف نہ دے تو میں ماحضر آپ کو

دے سکتا ہوں اس سائل نے کہا اے رسول اللہ کے نواسے میں آپ کی تھوڑی عطا کو قبول کرونگا اور آپ کو قدرت سے زیادہ دینے کی تکلیف نہیں دوں گا تو آپ نے اپنے وکیل سے فرمایا جو تیرے پاس بچت ہو وہ لے آ تو اس نے پچاس ہزار درہم حاضر کیے آپ نے فرمایا تیرے پاس تو پانچ سو دینار بھی تھے۔ اس نے کہا ہاں وہ بھی موجود ہیں تو فرمایا کہ وہ بھی لا اس نے وہ بھی حاضر کر دیئے۔ آپ نے وہ پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار سائل کو دے دیئے اور فرمایا کہ میں آپ کا پورا حق ادا نہیں کر سکا۔ مجھے معاف کرنا۔ آپ انتہائی سخاوت کی وجہ سے تنگدست ہو جاتے اور لوگوں سے قرض لے کر اپنی ضرورتیں پوری فرماتے۔ آپ کی وفات کا مہینہ اور اس کی تاریخ بندہ کو نہیں ملے۔ ان الفاظ پر حضرت حسن پاک کا تذکرہ ختم کرتا ہوں علی جدہ وعلیہ السلام۔

اہل کساء یعنی پنجتن پاک کے پانچویں فرد حضرت حسین پاک علی جدہ وعلیہ السلام

حدیث ا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ام الفضل بنت حارث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس اندر آئی تو رکہنے لگی یا رسول اللہ میں نے آج رات برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے کہنے لگی وہ بہت سخت ہے پھر آپ نے فرمایا وہ کیا ہے ام الفضل نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ٹکڑا گویا کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ ایک بچہ جنیں گی وہ تیری گود میں آئے گا تو فاطمہ نے حسین کو جنا اور میری گود میں آیا جس طرح آپ نے فرمایا تھا پھر ایک دن آپ کے پاس گئیں اور حسین کو لے کر آپ کی گود میں رکھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد متوجہ ہوئی تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تو میں نے کہا یا نبی اللہ آپ پر میری ماں اور باپ قربان ہوں کیا بات ہے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آیا ہے اور بتایا ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا اس کو آپ نے فرمایا ہاں اور اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی لایا ہے۔ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (مشکوۃ المصابیح)

حدیث نمبر۲۔ ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حسن اور حسین میرے گھر میں کھیل رہے تھے تو جبرئیل علیہ السلام اترے اور کہا یا محمد آپ کی امت آپ کے بعد آپ کے اس بیٹے کو قتل کرے گی اور حسین کی طرف اشارہ کیا۔ اور آپ کے پاس مٹی بھی لایا۔ تو آپ نے اسی مٹی کو سونگھا اور فرمایا اس میں کرب اور بلاء کی بو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو یقین کرنا کہ میرا بیٹا قتل کر دیا گیا ہے میں نے وہ مٹی ایک بوتل میں رکھی (خصائص کبری جلد دوم ۲۲۳)

حدیث نمبر۳۔ ابو نعیم نے معجم کی سند سے انس بن حارث سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا یعنی حسین اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جس کو کربلا کے نام سے موسوم کرتے ہوں گے تم میں سے جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔ تو انس بن حارث کربلاء کو گئے اور حضرت حسین کے ساتھ قتل ہوئے (خصائص کبری جلد دوم ۲۲۳)

حدیث نمبر۴۔ ابو نعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی کے ساتھ حسین کی قبر کی جگہ پر آئے تو حضرت علی نے فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے جھکانے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے سامان کی جگہ ہے اور یہاں ان کے خون بہائے جانے کی جگہ ہے۔ آل محمد کے نوجوان ہوں گے جو اس میدان میں قتل کیے جائیں گے ان پر آسمان اور زمین روئیں گے (خصائص ۲۲۳)

حدیث نمبر۵۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت بیان کی اور اس کی تصحیح کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے یحیٰی بن زکریا کے بدلہ میں ستر ہزار نفوس قتل کیے تھے اور میں تمہارے نواسے کے بدلے میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل کروں گا یعنی دوگنی تعداد۔
(خصائص کبری جلد دوم ۲۲۳)

حدیث نمبر۶۔ امام احمد اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا انہوں نے کہا ایک دن میں نے دوپہر کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب کو دیکھا کہ

آپ ژولیدہ سراور غبار آلودہ ہیں ۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کیا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے میں صبح سے اس خون کو جمع کرتا رہا ہوں۔ بعدہ میں نے شمار کیا تو وہ خواب کا دن حسین کی شہادت کا دن تھا (خصائص صفحہ ۲۲۴)

حدیث نمبر۷۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سرمبارک اور ریش مبارک میں غبار تھا میں نے کہا کیا بات ہے یارسول اللہ آپ نے فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت میں حاضر ہوا۔(خصائص صفحہ ۲۲۴)

حدیث نمبر۸۔ بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سنا فرماتے تھے کہ میری امت کی بربادی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی ۔ ابوہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو ان کے نام بتا سکتا ہوں کہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے۔ (خصائص کبیری جلد دوم صفحہ ۲۳۹)

حدیث نمبر۹۔ بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسم سے سنا فرما رہے تھے کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے خلیفہ ہونگے جو نماز کو ضائع کریں گے اور خواہشوں کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب جہنم کے طبقہ غی کو جائیں گے پھر ایسے خلیفہ ہونگے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا ۔ (خصائص صفحہ ۲۳۹)

حدیث نمبر۱۰۔ احمد اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے سن ۶۰ کے آخر سے اور لڑکوں کی امارت سے اللہ کی پناہ مانگو۔ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوں گی جب تک اس کا مالک کمینہ نہ بنے جو کمینہ کا بیٹا ہو۔(خصائص صفحہ ۲۳۹)

حدیث نمبر۱۱۔ بیہقی نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ وہ مدینہ کے بازار میں چل رہے تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ مجھے ۶۰ نہ پائے تمہارے لئے ہلاکت ہے تم معاویہ کی کنپٹیوں سے پکڑو۔ اے اللہ مجھے لڑکوں کی امارت نہ پائے۔ یعنی میں اس سے پہلے مر

جاویں (خصائص صفحہ ۲۳۶)

حدیث نمبر۱۲۔ حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی کہ انہوں نے فرمایا کہ عرب کیے لئے اس شر کی وجہ سے بربادی ہے جو ۶۰ کے آخر میں عنقریب آئے گا کہ امانت غنیمت بن جائے گی اور زکوۃ تاوان بن جائے گی اور گواہی جان پہچان پر ہوگی اور فیصلہ نفسانی خواہش کی بنا پر ہوگا۔ (خصائص کبری صفحہ ۲۳۷)

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا تھا اور لوگوں کو اسکی بیعت پر مجبور کیا بہت سے لوگوں نے بدل نخواستہ بیعت کرلی اور بعض خاموش رہے اور بعض نے علانیہ طور مخالفت کی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے خلفائے راشدین کا زمانہ گزر چکا تھا اور سب لوگ جانتے تھے کہ خلفائے راشدین سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا تھا حضرت حسن کو بھی اصحاب الحل والعقد نے خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت علی نے نہیں بنایا تھا شامی لوگ جو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغاوت کے زمانہ سے ان کے حامی تھے فقط وہی یزید کی خلافت پر راضی تھے۔ شامیوں کے بغیر کوئی شخص بھی یزید کی خلافت نہیں چاہتا تھا۔ سب لوگ یزید کی عیش پرستی اور شریعت کی خلاف ورزی اور عبادت میں کوتاہی اور فواحش میں دلدادگی سے باخبر تھے وہ اسکی خلافت پر کس طرح رضا مند ہو سکتے تھے جب یزید غیر شرعی طور پر بادشاہ بنایا گیا تو اسکی اطاعت شرعاً" مامور بہانہ رہی۔ جن لوگوں نے جبرو اکراہ سے بیعت کرلی انہوں نے رخصت پر عمل کیا کہ جان بچانے کیلئے تکلم بکلمتہ الکفر بھی جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے کھلے طور پر مخالفت کی انہوں نے عزیمت پر عمل کیا اور مجاہد اعظم کہلائے۔ اب کربلا اور حرہ کے واقعات بالاختصار لکھے جاتے ہیں تاکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں حق اور باطل کو واضح کیا جاسکے۔

واقعہ کربلا حضرت حسین پاک کے خروج کی مختصر داستان

جب یزید ۶۰ھ میں والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا تو مدینہ کے عامل کو لکھا کہ حسین سے میری بیعت لے لو۔ تو حضرت حسین پاک یہاں سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ اہل کوفہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت حسین پاک کو

لکھا کہ آپ ہمارے پاس آجائیں ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ کوفی لوگ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتے تھے کہ حضرت علی سے منافقانہ برتاؤ کر چکے تھے اور اپنے کو شیعان علی کہلاتے تھے۔ اور یہ لوگ حضرت حسن سے بھی تعاون چھوڑ کر بدنام ہو چکے تھے۔ اب انہوں نے حضرت حسین پاک کو بے شمار مراسلے بھیجے اور آپ سے بیعت کے عہود لکھے۔ حضرت حسین پاک کوفہ جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا اور یہ بات بتائی کہ انہی لوگوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی حسن کا تعاون چھوڑا۔ آپ نے ان کے مشورہ پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابن عباس نے آپ سے کہا کہ اگر اپ ضرور جانا چاہتے ہیں تو اہل عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ پھر بھی آپ نے انکار فرما دیا تو حضرت ابن عباس روئے اور کہا ہائے میرے محبوب ابن عمر نے بھی اسی طرح آپ کو نصیحت فرمائی تو آپ نے انکار کر دیا تو ابن عمر روئے اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے شہید میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے اسے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک بکرا ہوگا جس کی وجہ سے مکہ کی بے حرمتی ہوگی۔ میں یہاں مکہ میں رہ کر وہی بکرا نہیں بننا چاہتا۔ آپ کے بھائی حسن نے بھی آپ کو وصیت کی تھی کہ کوفہ کے بیوقوں سے بچنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے یہاں سے نکالیں اور وہاں تیری مدد نہ کریں۔ پھر تو اس وقت نادم ہوگا لیکن وہ بچاؤ کا وقت نہیں ہوگا۔ آپ نے اپنی شہادت کی رات یعنی دسویں محرم کی رات اپنے بھائی حضرت حسن کی وصیت یاد فرمائی اور ان پر رحمت کی دعا فرمائی۔

جب آپ کے چلنے کی خبر آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ کو پہنچی وہ ایک تھال میں وضو کر رہے تھے۔ وہ اس قدر روئے کہ وہ تھال ان کی آنسوؤں سے پر ہوگیا۔ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آپ کے جانے پر نہایت غمگین نہ ہوا ہو۔ آپ نے اپنے جانے سے پہلے اپنے چچازاد مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا۔ جب وہ کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی یعنی حضرت حسین پاک کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ ادھر سے یزید نے ابن زیاد کو لکھا۔ وہ کوفہ میں آیا اور مسلم بن عقیل کو قتل کیا اور اس کا

سر یزید کو بھیج دیا۔ یزید نے زیاد کا شکریہ کیا اور حسین کی آمد سے ڈرایا۔ مسلم بن عقیل کو وہ بارہ ہزار افراد سب چھوڑ گئے اور کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ راستہ میں حضرت حسین پاک کو فرزدق شاعر ملا جو اہل بیت کا سچا خیر اندیش تھا۔ آپ نے فرزدق سے لوگوں کا حال پوچھا۔ فرزدق نے کہا اے پسر رسول آپ نے بڑے باخبر سے حال پوچھا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنوامیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آسماں سے اترتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت حسین پاک کو ابھی تک مسلم بن عقیل کا حال نہیں معلوم تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ قادسیہ کے قریب پہنچے تو ابن یزید تمیمی نے آپ کو واقعات بتائے اور آپ کو مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے واپس تشریف لے جائیں اور یہ بات بھی بتائی کہ ابن زیاد آپ سے لڑائی کیلئے تیار ہے ان باتوں کے سننے کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ مسلم بن عقیل کے بھائی نے کہا اللہ کی قسم ہم واپس ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم مسلم کا بدلہ لے کر رہیں گے یا خود قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بغیر زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔ پھر آپ وہاں سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ کو ابن زیاد کی فوج کا دستہ ملا آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ یہ تاریخ ۸ محرم ۶۱ھ تھی۔ جب آپ کوفہ کے برابر پہنچے تو امیر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے آپ سے لڑنے کیلئے بیس ہزار مقاتل بھیجے۔ جب یہ فوج آپ کے پاس پہنچی تو آپ سے عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انکار فرما دیا۔ تو لڑائی شروع ہوگئی۔ آپ سے لڑنے والوں میں کثرت ان لوگوں کی تھی جو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ اور آپ کو مراسلے لکھ چکے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو غداری کرتے ہوئے دشمنوں کے حامی ہوگئے۔ اتنی بڑی فوج سے آپ لڑتے رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی اور اہل عیال تھے جن کی تعداد اسی ۸۰ سے کچھ زیادہ تھی۔ آپ نے اس میدان میں نہایت ثابت قدمی اور جرائت کا مظاہرہ فرمایا۔ جب آپ ہاتھ میں تلوار لے کر ان پر حملہ کرتے تو یہ اشعار پڑھتے

ترجمہ ا۔ میں علی کا بیٹا ہوں جو علم کا دریا تھا اور بنو ہاشم کا فرد ہوں فخر کے وقت مجھے

یہ فخر کافی ہے۔
۳۔ میرے نانا رسول اللہ ہیں جو روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے مکرم ہیں۔
لوگوں میں ہم اللہ کا روشن چراغ ہیں۔
۳۔ فاطمہ میری ماں ہے جو حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا
خلاصہ ہے اور میرا چچا جعفر ذوالجناحین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔
۴۔ ہم میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو راستی کے ساتھ اتاری گئی۔ ہم میں ہدایت
اور وحی اور بھلائی ہے جس کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔

اگر وہ لوگ آپ کا پانی نہ روکتے تو اتنی بڑی کثرت کے بوجود بھی آپ پر قابو نہ پاتے۔ کیونکہ آپ میں بہادری کے بے پایاں جوہر تھے جب ظالموں نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تین دن پانی روکا ان میں سے کسی ایک نے آپ سے کہا تو پانی کو دیکھ وہ آسمان کا جگر ہے یعنی اس تک تیری رسائی ممکن نہیں۔ تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھے گا یہاں تک کہ پیاس سے مرجائے گا تو حضرت حسین پاک نے اس شخص کے حق میں بد دعا کی کہ اے اللہ اس شخص کو پیاس سے قتل کر دے۔ تو وہ شخص ہائے پیاس کہتا ہوا مرگیا حالانکہ اس کو بار بار پانی پلایا جا رہا تھا پھر بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی اسی حالت میں واصل جہنم ہوا۔ حضرت حسین پاک نے پینے کیلئے پانی مانگا تو ایک شخص نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کے تالو میں جا لگا آپ نے اس کے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس شخص کو پیاسا رکھ تو وہ شخص چیخنے لگا اور اس کے پیٹ میں پیاس کی حرارت تھی اور پیٹھ میں سردی تھی۔ پیاس کی رٹ لگاتا رہا برف۔ پنکھے۔ کافور اس کی حرارت کے ازالہ کے لئے استعمال کئے جا رہے تھے اور وہ پیاس پکار رہا تھا ٹھنڈا پانی۔ دودھ ستو اس کو بار بار پلا رہے تھے وہ پی کر فریاد کرنے لگ جاتا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور جہنم کو جا پہنچا۔ جب میدان کارزار میں لڑائی کی آگ پورے زور سے مشتعل ہوئی تو حضرت حسین کے پروانے ایک ایک ہو کر شہید ہوئے۔ حتیٰ کہ جب حسین پاک کی فوج سے پچاس سے زائد افراد یکے بعد دیگر شہید ہوئے تو آپ نے پکار کر فرمایا کہ کوئی ہٹانے والا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسم لے ٹھرانے سے مدافعت کرے اس وقت یزید بن حارث ریاحی دشمن کی فوج
سے نکل کر آپ سے عرض کرنے لگا اے رسول اللہ کے بیٹے اگرچہ میں نے آپ پر
سب سے پہلے حملہ کیا تھا لیکن اب میں آپ کے گروہ میں سے ہوں۔ مجھے امید ہے
کہ میں آپ کی حمایت کی وجہ سے آپ کے نانا پاک کی شفاعت پالوں گا۔ پھر وہ آپ
کی حمایت میں لڑتے لڑتے شہید ہوگیا۔ جب آپ کے سب ساتھی شہید ہوگئے اور
آپ اکیلے رہ گئے تو تنہا دشمن فوج پر حملہ کیا اور ان کے بہت بہادروں کو جہنم رسید
کیا۔ اس کے بعد اعداء کی جماعتوں نے یکبارگی آپ پر حملہ کیا اور آپ کے اہل
وعیال آپ کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ آپ نے پکار کر فرمایا کہ تم اپنے سفہاء کو
بچوں اور عورتوں سے روکو۔ تو وہ روک دیئے گئے۔ پھر آپ لڑتے رہے حتیٰ کہ زخموں
سے بے تاب ہو کر زمین پر گرے۔ تو آپ کا سر مبارک سنان بن انس نخعی نے یا
شمر بن ذی الجوشن ضبابی نے کاٹ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کا دن
حضرت حسین پاک کی سرفرازی اور کامیابی کا دن تھا اور ان کے اعداء کیلئے لعنت
دائمہ کا مبدا۔ جب آپ کا سر مبارک لے گئے اور والی کوفہ عبیداللہ بن زیاد کے
سامنے رکھا تو آپ کے قاتل نے یہ اشعار پڑھے۔

املاء رکابی فضہ وذھبا۔ فقد قتلت الملک المحجبا۔

ومن یصلی القبلتین فی الصبا۔ وخیرھم اذیذکرون النسبا

قتلت خیر الناس اما وابا

ترجمہ۔ "میری سواریوں کو چاندی اور سونے سے پر کر دے کہ میں نے صاحب دربار
بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے بچپن میں دونوں قبلوں
کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی اور ایسے شخص کو قتل کیا کہ نسب کے مذاکرہ کے وقت
سب صاحب نسب لوگوں سے بہتر تھا۔ میں نے ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ماں
باپ سب لوگوں سے اچھے ہیں۔"

ابن زیاد قاتل کے ان اشعار سے بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو حسین
کو ایسا جانتا تھا تو پھر اس کو کیوں قتل کیا۔ اللہ کی قسم تو مجھ سے کسی قسم کا انعام

حاصل نہیں کر سکتا اور ضرور میں تجھے حسین کے ساتھ ملا دوں گا یہ کہہ کر اس قاتل کا سر قلم کر دیا۔

حضرت حسین پاک کے ساتھ ان کے بھائی اور بھائی حضرت حسن کی اولاد اور جعفر و عقیل کی اولاد میں سے انیس افراد شہید ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اکیس شہید ہوئے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ یہ شہداء روئے زمین کے سب لوگوں میں اس وقت بے نظیر تھے۔

جب آپ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس اٹھالے گئے تو اس کو ایک طشت میں رکھا اور ایک لکڑی آپ کے دانتوں پر مار کر کہنے لگا کہ ناک کیسی خوبصورت ہے اور دانت کیسے خوش نما ہیں۔ حضرت انس اس وقت پاس کھڑے تھے وہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ زید بن ارقم بھی اس وقت موجود تھے انہوں نے فرمایا تو اپنی چھڑی اٹھالے۔ اللہ کی قسم میں نے بہت دراز زمانہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو ان ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا۔ پھر زید بن ارقم رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ہمیشہ اشک ریز رکھے اگر تو مخبوط الحواس بڈھا نہ ہوتا تو تیرا سر بھی قلم کر دیتا۔

پھر زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اے لوگو تم آج کے بعد غلام رہو گے تم نے حضرت فاطمہ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو امیر بنایا ہے۔ اللہ کی قسم وہ تمہارے نیکو کاروں کو قتل کر دے گا اور تمہارے بدکاروں کو پناہ دے گا۔ وہ ملعون ہے جو ذلت اور عار پر راضی رہا۔ پھر زید بن ارقم فرمانے لگے اے ابن زیاد میں تجھ کو ضرور ایسی بات بتاؤں گا جو تجھ کو اس بات سے کہیں زیادہ غضب ناک کرے۔ وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن ان کی دائیں ران پر بیٹھے تھے اور حضرت حسین ان کی بائیں ران پر بیٹھے تھے۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور فرمایا اے اللہ میں ان دونوں کو امانت کے طور پر تیرے سپرد کرتا ہوں اور نیکوکار مومنین کے سپرد کرتا ہوں۔ اے

ابن زیاد پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی امانت تیرے ہاں کیسی رہی۔

پھر ابن زیاد نے حضرت حسین پاک کا سر مبارک اور خواتین اہل بیت بصورت قید یزید کے پاس بھیج دیئے۔ یہ قافلہ ابھی دمشق سے دور تھا لیکن یزید کے پاس پہلے خبر پہنچ گئی تو یزید نے ایسے اشعار پڑھے جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔ جب سر مبارک اور اہل بیت قیدی پہنچے تو اہل شام کو جمع کیا اور سامنے رکھے ہوئے سر کو لکڑی سے مارا اور ناشائستہ کلمات بکے۔ جب لوگوں کی اکثریت نے اس کے اہانت آمیز رویہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا تو کہنے لگا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ کا برا کرے اس نے ہر نیک اور بد کے دل میں میری دشمنی کا بیج بویا ہے۔ میں نے اس کو حسین کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ بات اس نے لوگوں کی نفرین سے بچنے کیلئے کہی ورنہ دل میں ابن زیاد پر بہت راضی تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد یزید نے ابن زیاد کو اپنا بڑا مقرب بنا دیا حتیٰ کہ ابن زیاد کو بغیر اجازت اندر چلے آنے کی اجازت دے دی کہ اب یزید کی عورتیں ابن زیاد سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

جب حضرت حسین پاک کا سر یزید کے دربار میں پیش ہوا تو اس کے پاس قیصر روم کا ایلچی بیٹھا تھا اس نے یزید کے رویہ پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ ایک جزیرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پاؤں کا نشان ہے ہم لوگ وہاں ہر سال حج کو جاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اور اس نشان کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔

اس لئے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ دوسرا ذمی وہاں بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ میں داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہوں میرے اور داود علیہ السلام کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے۔ پھر بھی یہود میری انتہائی تعظیم کرتے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا۔

جب سر مبارک کوفہ سے شام کی طرف لایا جا رہا تھا تو راستہ میں جہاں قیام کرتے تو سر مبارک کو نیزہ پر رکھے ہوئے رات کو پہرہ دیتے کسی ایک دیر کے راہب نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے انہوں نے واقعہ بتایا اس نے کہا تم بہت

بری قوم ہو۔ تم مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور سر مبارک کو ایک رات میرے پاس رہنے دو۔ انہوں نے یہ بات منظور کرلی۔ راہب نے دس ہزار دینار دے کر سر مبارک لے لیا پھر اسے غسل دے کر اور خوشبو لگا کر اپنی ران پر رکھا اور کھلی فضا میں بیٹھ گیا اور رات بھر روتا رہا صبح کو سر مبارک واپس دیا اور مسلمان ہوگیا کیونکہ وہ رات بھر دیکھتا رہا کہ سر مبارک سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان تک پہنچ رہی ہیں پھر وہ اس دیر سے نکل کر چلا گیا اور عمر بھر اہل بیت کی خدمت کرتا رہا ان پہرہ داروں کے پاس کچھ دینار تھے جو انہوں نے حضرت حسین پاک کے لشکر سے لوٹے تھے ان دیناروں کو تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ان کو کھول کر دیکھا تو وہ دینار مٹی کے ٹھیکرے بنے ہوئے تھے ان ٹھیکروں کی ایک سطح پر **لاتحسبن اللہ غافلا عمایعمل الظالمون لکھا ہوا تھا اور دوسری سطح پر وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** کندہ تھا سر مبارک کو شام کی طرف لے جانے والے ظالم ایک منزل پر سر مبارک کو پیالہ بنا کر اس میں شراب ڈال کر پی رہے تھے اچانک دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے لوہے کا قلم پکڑ رکھا تھا اس ہاتھ نے خون کی سیاہی سے یہ شعر لکھا

ع۔ **اترجو امتہ قتلت حسینا ۔ شفاعتہ جدہ یوم الحساب**

ترجمہ۔ "کیا حضرت حسین کو قتل کرنے والی جماعت قیامت کے دن اس کے جدپاک کی شفاعت کی امید رکھتی ہے۔" تو وہ لوگ اس منظر کو دیکھ کر بھاگ گئے اور سر مبارک کو وہاں چھوڑ گئے پھر ہاتھ کے غائب ہو جانے کے بعد واپس آئے (حضرت حسین کی شہادت کے دن ظاہر ہونیوالے بعض آیات)

آپ کی شہادت کے دن آسمان پر بہت گہری تاریکیاں چھا گئیں حتیٰ کہ ستارے نظر آنے لگے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون پایا جاتا آپ کی شہادت کے دن سے ایک ہفتہ تک دھوپ کا رنگ سرخ رہا اور رات کے وقت ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے وہاں کے کنویں اور گھڑے خون سے پر ہو گئی خراسان ۔ شام ۔ کوفہ میں خون کی بارش ہوئی ابن کثیر نے ان روایات کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیعہ کے مخترعات ہیں۔ حالانکہ حافظ ابن کثیر کے پاس استبعاد اور سوء ظن کے بغیر اور کوئی

ایسی دلیل نہیں جس کی بنا پر ان احادیث کو موضوع کہا جاسکے کیونکہ ان احادیث کے مخرجین کبار محدثین ہیں اور سندوں کا کوئی راوی متہم با لکذب نہیں اس اعتراض کے بعد حافظ ابن کثیر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قاتلین حضرت حسین پر اللہ تعالٰی نے جو عذاب نازل فرمائے اس کی حدیثیں صحیح ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اما الاحادیث فی الفتن التی اصابت من قتلہ فاکثرہا صحیح فانہ قل من نجا من اولئک الذین قتلوہ من آفتہ وعاھتہ فی الدنیا فلم یخرج منہا حتی اصیب بمرض واکثرھم اصابہم الجنون۔"

ترجمہ۔ "لیکن وہ احادیث جو قاتلین حضرت حسین کے مصائب کے بارہ میں ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں کیونکہ ان کے قاتلین میں بہت کم لوگ تھے جو دنیا میں آفت اور بلا سے بچ گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی مرض کی مصیبت شنیعہ سے بچ کر اس دنیا سے نہیں گیا۔ ان سے اکثر کو جنون کی بیماری ہوئی۔"

ابوالشیخ نے روایت کیا کہ ایک جماعت کے لوگ آپس میں یہ بات بیان کر رہے تھے جس کسی نے حضرت حسین کے قتل کرنے میں تعاون کیا اسکو مرنے سے پہلے ضرور کوئی آفت پہنچی۔ حاضرین میں سے ایک بوڑھے نے کہا یہ بات غلط ہے میں نے قتل حسین میں اعانت کی تھی لیکن مجھ پر کوئی آفت نہیں پڑی۔ پھر وہ بوڑھا چراغ کو درست کرنے لگا تو اسے آگ لگ گئی۔ تو اس نے بھاگ کر دریائے فرات میں غوطہ لگایا لیکن پھر بھی آگ نہ بجھی اور جھلس کر مرگیا۔ منصور بن عمار نے روایت بیان کی ہے کہ بعض قاتلین حسین پاک پیاس میں مبتلا کیے گئے کہ اگر نہر پر بیٹھ کر پانی پیتے رہے تو پھر بھی ان کی پیاس نہ بجھی اور بعض کا عضو تناسل اس قدر لمبا ہوگیا کہ رسی کی طرح اپنی گردن پر لپیٹ لیا ابن جوزی نے سدی سے روایت کیا کہ مجھے ایک شخص نے کربلا میں مہمانی دی تو مجلس میں یہ ذکر چلا کہ جو شخص حضرت حسین پاک کے قتل میں شریک ہوا وہ بدترین موت مرا تو میزبان کہنے لگا کہ میں بھی قاتلین حسین میں سے ہوں۔ آخر شب میں وہ چراغ درست کرنے لگا تو آگ اس کے جسم پر کود پڑی اور اسے جلا دیا۔ سدی نے کہا میں نے اس کو کوئلہ بنا ہوا دیکھا۔ امام زہری سے روایت

ہے انھوں نے فرمایا کہ قاتلین حسین پاک سے کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے عرصہ میں قتل یا نابینگی یا چہرہ کالے ہونے یا عہدہ کے چلے جانے کی سزا نہ دی ہو۔

سبط ابن الجوزی نے علامہ واقدی سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت حسین کے قتل کے وقت حاضر تھا تو وہ نابینا ہوگیا۔ اس سے نابینگی کا سبب پوچھا گیا اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی دونوں آستینیں چڑھائی ہوئی ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور سامنے چمڑے کا دسترخوان ہے۔ اور قاتلین حسین پاک میں سے دس شخص آپ کے سامنے ذبح شدہ پڑے ہیں پھر آپ نے مجھے لعنت اور سب فرمائی ہے کہ تو نے ظالموں کی جماعت کی تعداد بڑھائی ہے پھر ایک سلائی کو حضرت حسین پاک کا خون لگا کر میری آنکھوں میں پھیر دیا تو صبح کو میں اندھا تھا۔ اور منصور نے یہ روایت بھی کی کہ ایک شخص نے حضرت حسین پاک کا سر مبارک گھوڑے کے سینہ پر لٹکایا چند دنوں کے بعد وہ دیکھا گیا اس کا چہرہ روغن قار سے بھی زیادہ سیاہ ہوگیا اس سے پوچھا گیا کہ تو تو عرب کا خوبصورت نوجوان تھا۔ تیرے چہرہ کو کیا ہوا اس نے کہا جب سے میں نے حسین پاک کا سر گستاخانہ طریق سے اٹھایا ہے اس وقت سے ہر رات دو شخص آتے ہیں اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکیل دیتے ہیں۔ میں اس آگ میں اوندھا جا گرتا ہوں وہ آگ میرے چہرہ کو بے زیب کر دیتی ہے۔ پھر وہ شخص بری حالت پر مرا۔

اور منصور بن عمار نے یہ بھی روایت کیا کہ ایک شیخ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خون ہے لوگ آپ کے پیش کئے جا رہے ہیں اور آپ ان لوگوں کو اس خون سے آلودہ کر رہے ہیں جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں قتل میں موجود نہیں تھا آپ نے فرمایا تو حسین کا قتل چاہتا تھا پھر آپ نے میری طرف انگلی کا اشارہ فرمایا۔ جب میں صبح کو بیدار ہوا تو میں نابینا تھا۔ امام احمد نے روایت بیان کی ہے کہ ایک

شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق حسین کو قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں دو ستارے گرائے تو وہ اندھا ہوگیا۔

بارزی نے منصور سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے شام میں ایک شخص دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کا چہرہ تھا میں نے اس سے اسکی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا میں ہر روز ایک ہزار مرتبہ علی پر لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کے دن علی پر اور اس کی اولاد پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضرت حسن نے آپ کی خدمت میری شکایت کی۔ آپ نے مجھ پر لعنت فرمائی اور میرے چہرے میں تھوک دیا۔ تو میں اسی جگہ پر خنزیر کی صورت میں مسخ ہوگیا۔ اور لوگوں کیلئے عبرت بن گیا (یہ احادیث اور واقعات صواعق سے لئے گئے ہیں)

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بیٹے یزید سے کہا تھا کہ میں نے سب شہروں کو تیرے قدموں کے نیچے رکھ دیا ہے اور سب لوگوں کو تیرے آگے بچھا دیا ہے۔ مجھے اہل حجاز کے بغیر کسی سے خطرہ نہیں۔ اگر ان کی طرف سے تجھے خطرہ لاحق ہو تو مسلم بن عقبہ مری کو ان کی طرف بھیجنا کہ وہ ہمارا بڑا خیر خواہ ہے میں بارہا اسکو آزما چکا ہوں۔ حضرت حسین پاک کی شہادت سے دو سال بعد جب یزید کا فسق وفجور حد سے متجاوز ہوگیا او علی الاعلان ارتکاب معاصی کرنے لگا تو اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تو یزید نے اہل مدینہ کی غارت اور خونریزی کیلئے بہت بڑا لشکر بھیجا جس کے سوار ستائیس ہزار تھے اور پیادہ پندرہ ہزار۔ اس فوج کا سردار مسلم بن عقبہ مری کو بنایا۔ وہ فالج کا مریض تھا لیکن حکم ملنے پر تیار ہو گیا۔ اس بڑے لشکر نے آکر مدینہ منورہ پر دھاوا بول دیا مسلسل تین روز قتل وغارت کیا۔ سات سو حافظ قرآن قتل کئے جن میں سے تین سو صحابہ تھے۔ لوٹ مار کے دوران ان کے کچھ لوگ حضرت ابو سعید خدری کے گھر میں داخل ہوا اور سارا اثاثہ لے گئے۔ پھر ان کا ایک دستہ ابو سعید خدری کے گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں کچھ نہ پایا۔ پھر انہوں نے حضرت ابو سعید کو

لٹا دیا اور ان کی داڑھی کے بال ایک ایک کرکر نوچ لئے اور صفائی کر دی۔ عورتوں اور غلاموں اور بچوں میں سے مقتولین کی تعداد ہزار تک پہنچ گئی۔ مسجد نبوی کا نظام اذان وجماعت تین دن معطل رہا۔ کتوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کیا اور ان شامیوں نے ریاض الجنۃ میں اپنے گھوڑے باندھے۔ ریاض الجنۃ گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے پر ہوگیا۔ فلعنتہ اللہ علی الظالمین مدینہ کے بہت سے لوگ بھاگ گئے اور پہاڑوں میں جاکر پناہ لی۔ (آخر کار اہل مدینہ سے خلافت یزید کی بیعت لی اور اس بات کا اقرار کرایا کہ ہم یزید کے غلام ہیں اگر وہ چاہے تو ہمیں آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ لیکن ایک قرشی نے کہا کہ میں یزید کی بیعت ابوبکر اور عمر کی سنت پر کرتا ہوں تو مسلم بن عقبہ مری نے اس قرشی کو قتل کر دیا۔ اسی قرشی کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلم بن عقبہ پر قدرت دی خواہ اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد تو میں اس کو ضرور آگ میں جلاؤں گی پھر مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کا راستہ لیا تاکہ وہاں جاکر حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑے۔ باہر نکل کر مدینہ منورہ کے قریب مسلم بن عقبہ مرگیا۔ شامیوں نے اسے وہاں دفن کر دیا اور اس کی بجائے حصین بن نمیر کو فوج کا سردار بنا لیا۔ وہ مسلم بن عقبہ سے بھی اخبث تھا۔ کیونکہ یزید نے روانگی کے وقت کہا تھا کہ مسلم بن عقبہ مریض ہے اگر یہ مرجائے تو اس کی بجائے فوج کا سردار حصین بن نمیر کو بنا دینا۔ پھر یہ شامی لوگ مکہ مکرمہ کی طرف بڑھے۔ ادھر قرشی مقتول کی ماں کو پتہ چل گیا کہ مدینہ منورہ کے قریب مسلم بن عقبہ مرا ہے اور وہیں دفن کر دیا گیا ہے تو وہ چند غلاموں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر پہنچی اور قبر کھدائی جب وہ غلام مسلم بن عقبہ کی نعش پر پہنچے تو دیکھا کہ اژدہا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کو منہ میں لئے چوس رہا ہے۔ غلام اس منظر کو دیکھ کر ڈر گئے قرشی کی ماں کو حال بتایا اور کہا کہ مسلم بن عقبہ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت کافی ہے تیرے جلانے کی حاجت نہیں اس نے غلاموں کی رای قبول کرنے سے انکار کر دیا اور غلاموں کو نعش کے پاؤں پکڑ کر باہر نکالنے کا حکم دیا۔ انہوں نے دیکھا تو نعش کے پاؤں تک اژدہا کی دم پہنچی تھی

اور پاؤں بھی اس کے گھیرے میں تھے۔ غلاموں نے اسے بتایا کہ نعش کا کوئی حصہ اژدہا کی گرفت سے آزاد نہیں۔ پھر قرشی کی ماں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ مسلم بن عتبہ پر میرا غصہ تیری رضا کیلئے ہے۔ اگر یہ بات تیرے نزدیک صحیح ہے تو مجھے اسی پر قدرت عطا فرما۔ پھر لکڑی لے کر اژدہا کی دم کو ہلایا تو اژدہا سر کی طرف سرک گیا اور قبر سے نکل کر باہر چلا گیا غلاموں نے اس کی نعش باہر نکالی۔ قرشی مقتول کی ماں نے اسے جلا کر راکھ بنا دیا اور اپنی قسم پوری کر دی۔

یزید کی خلافت اور اس کے کردار پر تبصرہ

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موجودگی میں لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی پر بجبر واکراہ بیعت لی تھی۔ یہ بیعت غیر شرعی تھی۔ کہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ بہت صحابہ نے اس امر کی زبانی مخالفت کی۔ لیکن اس کے خلاف قتال اس لئے نہیں کیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی امارت مستحکم ہو چکی تھی۔ ان کو قتال میں کامیابی کی امید نہیں تھی۔ انہوں نے قتال کو خودکشی کے مترادف قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان لاتقتلوا انفسکم پر عمل کیا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوگیا اور اپنے عمال کے ذریعہ بیعت کی تجدید کرائی۔ تو حضرت حسین پاک اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اور ان کے ہم خیال بہت سے لوگوں نے بیعت سے انکار کر دیا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ان لوگوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اور شامی لوگ ان کے قتل کرنے کو تیار ہو گئے تھے لیکن انہوں نے شامیوں کو روکا اور کہا کہ کوئی شخص قریش کو بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

ان حضرات کے انکار سے یزید کی بیعت اجماعی نہ رہی۔ جن صحابہ نے بیعت کر لی تھی انہوں نے بھی خوف کے مارے بیعت کی تھی جو شخص جبر و تشدید سے حکمران بن بیٹھے شریعت میں اس کو امیرالمومنین کہنا جائز نہیں۔

جب یزید کی امارت غیر شرعی ٹھہری تو یزید شرعاً واجب الاطاعت نہ ہوا۔ کربلا

اور حرہ کے واقعات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ جن صحابہ نے یزید کو امیر تسلیم کر لیا تھا وہ جان کے خوف کی وجہ سے تھا۔ ان میں سے جو شخص بھی کلمہ حق کہتا تو اس کا انجام وہی ہوتا جو شہداء کربلا کا ہوا یا شہداء مدینہ کا ہوا۔ شہداء کربلا پر شہداء مدینہ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کہ انہوں نے ظالم بادشاہ کو کلمہ حق علی روس الاشہاد کہہ دیا کہ یزید فاسق مجاہر ہے از روئے شریعت امیر المومنین نہیں بن سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر۔ " ظالم بادشاہ کو حق کی بات کہہ دینا سب جہادوں سے افضل جہاد ہے"۔

یزید کا فسق متعدی تھا جس سے نظام شرعی مختل ہو گیا تھا اس نے اکابر صحابہ کو کلیدی عہدوں سے معزول کیا اور اپنے نوجوان رشتہ داروں کو وہ مناصب عطا کئے۔ اکابر میں سے بہت کم لوگ کلیدی عہدوں پر باقی رہ گئے تھے۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یزید کی متغلبانہ امارت سے اپنے صحابہ کرام کو آگاہ فرما دیا تھا اور اس کے ظلم وستم سے ان کو ڈرایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسکے ہاتھوں پر میری امت کی بربادی ہوگی۔ احادیث ذیل ملاحظہ فرمایئے۔

قال ابوہریرہ سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علی وعلی الہ وسلم ہلکتہ امتی علی ایدی اغیلمتہ من قریش۔ (بخاری کتاب الفتن صفحہ ۱۰۴۶)

ترجمہ۔" ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا کہ میری امت کی بربادی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔"

اس حدیث میں لفظ اغیلمہ جمع غلیم بالتصغیر آیا ہے اور آئندہ احادیث میں صبیان جمع صبی آیا ہے۔ یزید اور اس کے اعوان کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو غیر بالغوں پر بولے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ علامہ ابن حجریوں بیان فرماتے ہیں۔

قلت وقد یطلق الصبی والغلیم بالتصغیر علی الضعیف العقل والتدبیر والدین ولو کان محتلما وھوا المراد ھنا

ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم (چھوٹا لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ کبھی ضعیف العقل ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین کے لئے بھی بولا جاتا ہے گو جوان ہو اور یہاں پر یہی معنی مراد ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی تشریح میں دوسری روایت تحریر کی ہے جس سے امت کی بربادی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

قال ابن بطال جاء المراد بالهلاک مبینا فی حدیث اخرلابی ہریرۃ اخرجه علی بن معبد و ابن ابی شیبه من وجه اخر عن ابی ہریرۃ رفعه۔ اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان قالو وما امارۃ الصبیان قالو اوما امارۃ الصبیان قال ان اطعتموهم هلکتم ای فی د ینکم وان عصیتموهم اهلکوکم ای فی د نیا کم بازہاق النفس اوباز ہاب المال اوبهما (فتح الباری صفحہ ۳)

ابن بطال کہتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہ میں ہلاکت امت ہی کی مراد ابوہریرہ کی دوسری حدیث سے کھل جاتی ہے جس کو ایک اور سند سے علی بن معبد اور ابن ابی شیبہ نے نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امارت صبیان (لڑکوں کی حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی حکومت کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی دین کے اعتبار سے اور ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے یعنی تمہاری دنیا کے اعتبار سے جان لے کر یا مال چھین کر دیا دونوں لیکر۔"

یعنی اگر تم امارت صبیان کی اطاعت کروگے تو تمہارا دین برباد ہو جائے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو تمہاری دنیا برباد ہو جائے گی مصنف ابن ابی شیبہ کی آئندہ روایت میں امارت صبیان کے زمانہ کی تعیین فرما دی ہے۔

وفی روایته ابن ابی شیبه ان اباہریرۃ کان یمشی فی الاسواق ویقول اللهم لاتد رکنی سنته ستین ولا امارۃ الصبیان۔ (فتح الباری صفحہ ۳)

ترجمہ۔ " اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابوہریرہ بازار میں چلتے پھرتے کہتے تھے اے اللہ ۶۰ھ کا زمانہ مجھ پر نہ گزرے اور نہ امارۃ الصبیان مجھے پائے۔"

۶۰ھ میں امارۃ الصبیان ہونا حدیث مذکر میں ابوہریرہ کا قول ہے جو حکما مرفوع ہے۔ اور آئندہ حدیث میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا قول ہے۔

۳۔ انہ سمع ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم یقول یکون خلف من بعد ستین سنۃ اضاعوا الاالصلوۃ واتبعو الشہوات فسوف یلقون غیا۔ (البدوایۃ النہایۃ صفحہ ۲۳۰)

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غی (وادی جہنم) میں ڈال دیئے جائیں گے"

اب حافظ ابن حجر کی عبارت پڑھئے جس میں وہ ابوہریرہ اور ابو سعید خدری کی حدیثوں کا مصداق متعین کر رہے ہیں۔

وفی ہذا اشارۃ الی ان اول الاغلیمۃ کان فی سنۃ ستین یزید وہو کذلک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیہا وبقی الی سنۃ اربع وستین فمات۔ (فتح الباری صفحہ ۳)

ترجمہ۔ "اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان نوخیز لڑکوں میں پہلا نوخیز لڑکا ۶۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا کیونکہ یزید بن معاویہ ہی اس سن میں خلیفہ بنایا گیا اور وہ ۶۴ھ تک باقی رہا پھر فوت ہوگیا"

علامہ بدرالدین عینی بھی اس امارۃ الصبیان والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واولہم یزید علیہ مایستحق وکان غالبا ینزع الشیوخ من امارۃ البلد ان الکبار ویولیہا الاصاغر من اقاربہ۔ (عمدۃ القاری ۲۳۴)

ترجمہ۔ "ان صبیان میں پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اکثر احوال میں وہ شیوخ واکابر کو بڑے بڑے شہروں کے ذمہ دارانہ عہدوں سے برطرف کرکے اپنے عزیز اقربا کو یہ (کلیدی عہدے) سپرد کرتا جاتا تھا۔"

باتفاق محدثین ان احادیث کا مصداق یزید بن معاویہ ہے ان احادیث میں بتایا گیا

ہے کہ ۶۰ھ کی حکومت ان ضعیف الدین لوگوں کی ہوگی جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفسانیہ کے پیرو ہوگے اور انجام کار جہنم میں داخل ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے یہ توضیح بھی فرمائی کہ اس حکومت کی فرمانبرداری میں دین کی بربادی ہوگی اور اس کی نافرمانی سے دنیا کی بربادی ہوگی۔

حضرت حسین پاک اور شہداء کربلا اور شہداء مدینہ منورہ نے اس حکومت کی نافرمانی کر کے اپنی دنیا برباد کی اور اپنے دین کو بچالیا۔ جن لوگوں نے تہ دل سے ان کی نافرمابرداری کی انہوں نے اپنی دنیا بچالی اور اپنا دین برباد کیا۔ ان کے علاوہ متوسط درجہ کے لوگ تھے جنہوں نے اس حکومت کی فرمانبرداری تہ دل سے نہیں کہ بلکہ جبرواکراہ سے کی ایسے لوگ عندا للہ معذور ہیں۔

حافظ ابن کثیر یزید کے اخلاق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد کان فی یزید خصال محمودہ من الکرم والحلم والفصاحتہ والشعر والشجاعتہ وحسن الرای فی الملک وکان ذا جمال حسن المعاشرۃ وکان فیہ ایضا اقبال علی الشہوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات واما تتہا غالب الاقات (البدایتہ والنہایتہ صفحہ ۲۳۰)

ترجمہ۔ "یزید میں اچھے خصائل تھے یعنی کرم اور فصاحت اور شاعری اور بہادری اور بادشاہی میں اچھی رای۔ اور خوبصورت وخوش اخلاق تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ شہوتوں کی طرف اس کی توجہ تھی اور بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں نمازیں وقت گزار کر پڑھتا۔"

حافظ ابن کثیر نے اسکے اچھے خصائل بتائے اور اس میں جو برے اخلاق تھے وہ بھی بتائے۔ جب اس کا شہوت پرست ہونا ثابت ہوگیا تو اس میں شرمگاہ کی ناجائز خواہش اور پیٹ کی ناجائز خواہش دونوں آجاتی ہیں اس کا زانی ہونا بھی آگیا اور شرابی ہونا بھی۔ اور نمازوں کا ترک کرنا بھی۔ ایسے بدور یہ شخص کے جو اچھے خصال ہوتے ہیں وہ درحقیقت اچھے نہیں ہوتے فقط اس کے احباب کی نگاہ میں اچھے ہوتے ہیں۔

مثلاً" کرم اس میں موجود تھا لیکن ایسا بدرویہ شخص فقط بدچلن لوگوں پر کرم کرتا

ہے ایسا کرم محمود نہیں بلکہ مذموم ہے اور اس کے احباب اسے عمل تبذیر کو کرم سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح اس کی فصاحت اور شاعری کو دیکھئے کہ اس کی یہ دونوں صفتیں عورتوں کی مدح وثنا اور شراب نوشی کے ذوق کو ظاہر کرتی ہیں۔ اسی طرح اس کا اخیار اور ابرار کو قتل کرنا اس کے دوستوں کی نگاہ میں شجاعت اور بہادری ہے ایسے کرم فصاحت شاعری اور بہادری پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں ہیں۔ اہل مدینہ کی خونریزی کے لئے جو یزید نے فوج بھیجی تھی اس پر حافظ ابن کثیر اپنی رای یوں ظاہر فرماتے ہیں

وقد خطا یزید خطا فاحشافی قوله لمسلم بن عقبته ان یبیح المدینه ثلاثته ایام وہذا خطاکبیر فاحش مع ماانضم الی ذلک من قتل خلق من اصحابه وابنائهم۔ وقد تقدم انه قتل الحسین واصحابه علی یدی عبیداللہ بن زیاد وقد وقع فی ہذا الثلاثته ایام من المفاسد العظیمه فی المدینته النبویته مالایحد ولایوصف مما لایعلمه الا للہ عزوجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبته توطید سلطانه وملکه ودوام ایامه من غیر منازع فعاقبه اللہ بنقیض قصده وحال بینه وبین کا یشتهیه ماقصمه اللہ قاصم الجبابره و اخذ عزیز مقتدر وکذلک اخذربک اذ اخذالقری وهی ظالمته ان اخذه الیم شدید۔(البدیته والنهایته صفحه ۲۲۲)

ترجمہ۔ "یزید نے بیہودہ غلطی کی کہ اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ تین دن مدینہ کی بے حرمتی کرے۔ یہ بات کہنا بہت بیہودہ غلطی ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی مل گئی کہ صحابہ اور صحابہ زادوں سے بڑی مخلوق قتل ہوئی۔ اور اس بات کا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ حضرت حسینؑ اور اس کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا ۔ مدینہ نبویہ میں ان تین دنوں میں ایسے مفاسد عظیم واقع ہوئے جن کی کوئی حد نہیں اور نہ زبان ان کو بیان کر سکتی ہے جس کی شناعت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔ مسلم بن عقبہ کے بھیجنے سے اس کا مقصد تھا یہ کہ میری سلطنت اور بادشاہی ایسی مضبوط ہو کہ بغیر کسی مخالفت کرنے والے کے ہمیشہ قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادہ کے برعکس اسے سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل

ہوگیا۔ زبردستوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اللہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کو غالبانہ اور قادرانہ شان سے پکڑا۔ اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ شہروں کے ظالم باشندوں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ سخت اور دردناک ہے۔"

حافظ ابن کثیر نے پر زور الفاظ میں یزید کا تارک صلوۃ شہوت پرست ظالم سفاک ہونا بیان کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ یزید کے اس بے انتہا ظلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا اور ظالموں سے دائماً ایسا برتاؤ کرتا ہے حافظ ابن کثیر مورخ جلیل ہونے کے علاوہ محدث کبیر بھی ہیں اس لئے وہ یہاں چند احادیث صحیحہ بھی لکھ رہے ہیں۔ ان حدیثوں میں سے بعض احادیث کا یہاں نقل کر دینا بہت مناسب ہے۔ واللہ المستعان۔

۱۔ وفی روایتہ لمسلم من طریق ابی عبداللہ القراظ عن سعد وابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ قال من اراد اہل المدینتہ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء (البدایتہ والنہایتہ ۲۲۳)

ترجمہ۔ "سعد اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ والوں کے حق میں برا ارادہ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دیگا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

۲۔ عن السائب بن خلاد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم قال من اخاف اہل مدینتہ ظلما اخافہ اللہ وعلیہ لعنتہ اللہ والملائکتہ والناس اجمعین۔ لایقبل اللہ منہ یوم القیامتہ صرفا ولاعدلا رواہ الامام احمد (البدایتہ والنہایہ صفحہ ۲۲۳)

ترجمہ۔ "سائب بن خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم کی بنا پر اہل مدینہ کو ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے نہ نوافل قبول فرمائے گا اور نہ فرائض۔"

جن لوگوں نے یزید کو صالح اور جواد کہا ہے وہ لوگ یزید کے اعوان تھے اور ایسا

بھی ہوتا تھا کہ بعض اکابر کے سامنے یزید صالح اور نمازی بن جاتا تھا یہ اس کی چالاکی تھی تاکہ یہ بڑے لوگ اس کی صلاح اور مواظبت صلوات کی روایت کریں یزید کی حقیقت وہی ہے جس کو احادیث نبویہ نے واضح کر دیا ہے۔ جب یزید احادیث کی رو سے امت محمدیہ کا ہلاک کرنے والا ثابت ہوا تو اب احادیث نبویہ کی روشنی میں حضرت حسین پاک کو دیکھنا ضروری ہے کہ نبی پاک کی پاک زبان نے حضرت حسین پاک کی کیا حقیقت بیان کی۔ حضرت حسین پاک کا بیان بارہ حدیثوں سے شروع ہوا۔ جن میں امور ذیل بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت حسین پاک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہیں۔

۲۔ جبریل علیہ السلام نے آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ حضرت حسین مظلوم بن کر شہید ہوں گے اور کربلا کی مٹی بھی لا کر دی

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسین سرزمین کربلا میں قتل ہوگا تم میں سے جو شخص موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔

۴۔ آل محمد کے نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر آسمان اور زمین روئیں گے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کے بدلہ میں ستر ہزار قتل کئے اور حضرت حسین کے بدلہ میں اس کی دگنی تعداد کو یعنی ایک لاکھ اور چالیس ہزار افراد کو قتل کرے گا۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کربلا میں شہداء کربلا کے ساتھ تھے شہداء کا خون جمع فرماتے رہے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ظالموں کے خلاف دعویٰ پیش فرمائیں۔

۷۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہادت حسین پاک کے وقت وہاں حاضر تھے۔

ان احادیث پر غور کرنے کے بعد کسی مومن کے دل میں حضرت حسین پاک کی حقانیت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت حسین پاک کو اپنے جسد اطہر کا ٹکڑا فرمایا اللہ تعالیٰ بڑے اہتمام سے بار بار

جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ شہادت حسین پاک کی خبر دی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر سن کر گریہ فرمایا۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس وقت جو مسلمان موجود ہوں وہ حسین پاک کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں قاتلین حسین سے قاتلین یحییٰ علیہ السلام کا دگنا بدلہ لوں گا۔ یعنی حضرت یحییٰ کے قاتلین ستر ہزار قتل کئے اور حضرت حسین پاک کے قاتلین ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کرونگا۔ اور شہداء کربلا پر آسمان وزمین روئے۔

اعوان یزید چند شبہات سے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں اور حضرت حسین پاک کومجرم قرار دیتے ہیں ذیل میں ان کے شبہات لکھے جاتے ہیں اور نمبروار ان شبہات کا جواب لکھا جاتا ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے یا یہا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی اطاعت کرو صاحب امر یعنی امیرالمومنین اس وقت یزید تھا لہٰذا حضرت حسین پاک پر اس کی اطاعت لازم تھی جب انہوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو گویا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل نہیں کیا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ٹھرے۔

۲۔ عن عرفجتہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم یقول من اتاکم وامر کم جمیع علی رجل واحد یرید ان شقیق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ (رواہ مسلم)

ترجمہ "عرفجہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے اور امر خلافت میں ایک شخص پر اتفاق ہو چکا ہے اور وہ آنے والا تمہاری اتفاق کی لاٹھی کو چیرنا چاہتا ہے یا تمہارے اجتماع کو بکھیرنا چاہتا ہے تو اس شخص کو قتل دو"۔

پہلے یزید کی خلافت مقرر ہو چکی تھی پھر حضرت حسین مسلمانوں کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے تو اس حدیث کے مطابق واجب القتل ٹھرے۔ لہٰذا ان کے

قاتلین پر ملامت جائز نہیں کیونکہ انہوں نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت حسین کو قتل کیا ہے۔

۳۔ " عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الاخر منہما " (رواہ مسلم)

ترجمہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو پہلے کو رہنے دو اور دوسرے کو قتل کر دو"۔

اس حدیث کی بنا پر بھی حضرت حسین واجب القتل ہوئے کہ ان سے پہلے یزید کی بیعت ہو چکی تھی۔ اب جو بھی دوسرا خلیفہ کھڑا ہو گا وہ باغی اور واجب القتل قرار پائے گا۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " فان بغت احد لمہا علی علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفی و الی امو اللہ " "کہ اگر مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے لڑو حتیٰ کہ اطاعت کی طرف رجوع کرے"۔

اب تینوں اعتراضوں کے جواب لکھے جاتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت حسین پاک مجاہد اعظم تھے اور مظلوم ہونے کی وجہ سے شہید تھے۔

جواب اعتراض اول

اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اولی الامر جن کی اطاعت فرض ہے وہ کون لوگ ہیں۔ علماء کا جو اولی الامر کے معنی میں اختلاف ہے وہ علامہ نابلسی نے الحد یقتہ الند یہ جلد اول میں لکھا ہے جس کا ترجمہ اردو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

علماء کا اولی الامر منکم کی مراد میں اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ابن عباس اور جابر نے فرمایا کہ اولی الامر فقہاء اور علماء ہیں جو لوگوں کو دین سکھاتے ہیں۔ یہی حسن بصری اور ضحاک اور مجاہد کا قول ہے۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ وہ امراء اور عمال ہیں اور ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ امام پر واجب ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق حکم دے

اور امانت ادا کرے۔ جب ایسا کرے گا تو رعیت پر واجب ہے اس کی بات سنیں اور فرمانبرداری کریں۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان شخص پر سمع و طاعت لازم ہے۔ خواہ وہ حکم اس کا پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ ہو جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دے۔ اگر امیر گناہ کا حکم دے تو سمع اور اطاعت لازم نہیں۔ میمون بن مہران نے کہا کہ اولی الامر سے اسلامی افواج کے امراء مراد ہیں کیونکہ آیت کا نزول امیر الجیش کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا۔ عکرمہ نے کہا کہ اولی الامر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کیونکہ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی درایت سے یہ بات نہیں بتا سکتا کہ میں نے کب تک تم لوگوں میں رہنا ہے۔ تم میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اولی الامر صحابہ کرام ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے خلیفہ وقت مراد ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ امام کی اطاعت رعیت پر واجب ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع رہے۔ اگر وہ کتاب اور سنت سے ہٹ جائے تو اس کی فرمانبرداری واجب نہیں۔ شیخ زادہ نے بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اصح الاقوال یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں کیونکہ بادشاہوں پر علماء کی اطاعت لازم ہے اور علماء پر بادشاہوں کی اطاعت لازم نہیں۔ شیخ عینی نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اصح الاقوال یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں کیونکہ علماء انبیاء کے ورثا ہیں۔ انتہی کلامہ

اصح الاقوال کی کی بنا پر اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔ یزید علماء کا فرد نہیں۔ حضرت حسین پاک علماء کا فرد اکمل ہیں تو یزید پر فرض تھا کہ حضرت امام حسین پاک کی اطاعت کرے۔

اگر اولی الامر سے خلیفہ مراد لیا جائے تو پھر بھی یزید کو خلیفہ یا امیرالمومنین نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ اس کی تخت نشینی اہل الحل والعقد یعنی مجتہدین کی صوابدید سے نہیں تھی' اس نے تو لوگوں سے بیعت جبر و تشدید سے لے لی۔ غیر شرعی طریق سے جو شخص تخت نشیں ہو جائے اس کو متغلب کہتے ہیں۔ امیر المومنین کا نام اس پر نہیں

بولا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ بنوامیہ کے صالح حکمران کے سامنے ایک شخص نے یزید کو امیرالمومنین کہا تو اس صالح حکمران عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو بیس کوڑوں کی سزا دی۔

یزید کو امیرالمومنین کہنا عمر بن عبدالعزیز کی نگاہ میں بدترین جھوٹ تھا ورنہ ہر جھوٹ کی سزا بیس کوڑے نہیں ہوتی۔ جب عمر بن عبدالعزیز نے یزید کے امیرالمومنین ہونے کو تسلیم نہیں کیا تو حضرت حسین پاک کا کیا جرم تھا انہوں نے بھی تو یزید کو امیرالمومنین تسلیم نہیں کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز جانتے تھے کہ یزید کو امیرالمومنین کہنے میں اسلام کی اور مومنین کی توہین ہے کہ ایک زانی شرابی تارک صلوۃ اور تارک حدود اللہ اور متغلب ظالم کو امیرالمومنین کہا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں اولی الامر کو واجب الاطاعت قرار دیا ہے۔ خلفاء کے بغیر دوسرے معانی اگر اولی الامر کی مراد قرار دیئے جائیں تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور اگر خلفاء مراد لئے جائیں تو یقیناً" وہی خلفاء مراد ہوں گے جو شرعی طریق سے خلفاء بنائے جائیں' کیونکہ جو غیرشرعی طریق سے خلیفہ بن بیٹھے اس کو اسلام خلیفہ نہیں کہتا وہ ظالم متغلب ہوتا ہے۔ خلیفہ بننے کا شرعی طریق یہ ہے کہ اہل الحل والعقد یعنی مجتہدین اور علماء اپنی صواب دید سے کسی ایک عادل کو جو فاسق مجاہرر نہ ہو خلافت کے لئے نامزد کرلیں۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کا حضرت امام حسن سے عہد تھا کہ میرے بعد خلافت مسلمانوں کے شوریٰ سے ہو گی اور میں اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بناؤں گا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد کی خلاف ورزی کی اور اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے میں حرام کے مرتکب ہوئے تو جو لوگ یزید کی بیعت کرنے والے تھے وہ امر حرام کا تعاون کرنے والے تھے۔ ہاں جن اکابر صحابہ نے بیعت کی تھی انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھی۔ جان بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر بولنے کی بھی رخصت فرمائی ہے لیکن جگر گوشہ رسول جو از سر تا پا پاک ہے اس کی ہر رگ و پے میں تقویٰ و طہارت کے انوار درخشاں ہیں اور آغوش نبوت میں نشوونما پائی ہے۔ بارہا سید الانبیاء و المرسلین کی زبان چوس کر اپنی پیاس بجھائی ہے

اور اللہ تعالیٰ سے شباب اہل الجنۃ کی سرداری کا انعام حاصل کر چکا ہے اور اس کے ذہن میں کبھی کجروی کا تصور بھی نہیں آیا۔ وہ پنجتن کو گھیرنے والے کمبل میں بیٹھ کر طہارت اور تقویٰ کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ ایسا طیب و طاہر اپنی جان بچانے کے لئے کس طرح باطل کے سامنے جھک سکتا تھا وہ حضرت حسین پاک کی ذات گرامی ہے۔

حضرت حسین پاک جد اطہر کے مطیع رہے پھر ابوبکر صدیق کے مطیع رہے۔ پھر عمرفاروق کے مطیع رہے۔ پھر حضرت عثمان کے مطیع رہے پھر اپنے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ کے مطیع رہے۔ پھر اپنے برادر مکرم حضرت حسن کے مطیع رہے پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع رہے۔ ایسے اطاعت شعار کی اطاعت یزید کے دور میں کیوں نافرمانی سے بدل گئی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی فقط یہی وجہ ہے کہ یزید اولی الامر کا فرد نہیں تھا وہ ظالم متغلب تھا۔ جن صحابہ کرام نے جان بچانے کیلئے بیعت کر لی تھی انہوں نے رخصت پر عمل کیا کہ جان بچانے کے لئے گناہ کرنا یا کلمہ کفر بولنا شرعاً جائز ہے اور حضرت حسین پاک جان بچانا اور باطل کے آگے جھکنا اپنے لئے حرام جانتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے عزیمت پر عمل کیا یعنی اصل حکم پر عمل کیا۔ بڑی ہمت والے لوگ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سفر میں روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کرنے کی رخصت ہے۔ لیکن بڑی ہمت والے لوگ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں اور عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔

یزید کے فسق و فجور' زنا' شراب نوشی' عبادت میں کوتاہی' کینہ پروری' اخیار اور ابرار کا قتل وغیرہ سے کتب تواریخ پر ہیں۔ اس کی صالحیت اور عبادت کا جہاں ذکر آ جاتا ہے وہ تکلف اور تصنع پر محمول ہیں۔ یزید کے حقیقی صفات وہی ہیں جن کو لسان نبوت نے بیان کیا۔ چنانچہ بیہقی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ۶۰ ہجری کے بعد ایسے خلیفہ ہوں گے جو نماز کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے اور جہنم کے طبقہ غی میں داخل ہوں گے۔

نبی کی زبان نے امت کو متنبہ کر دیا کہ ۶۰ ہجری کے بعد جو خلیفہ ہو گا وہ نمازوں

کو ضائع کرنے والا اور شہوت پرست ہو گا اور قیامت میں جہنمی بھی ہو گا۔ اب غور فرمایئے کہ نبی کی زبان جس کو جہنمی کہے کیا ہم اس کو اولی الامر میں داخل کر سکتے ہیں اور اس کی اطاعت اور ضروری ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ **حاشا و کلا**

جواب اعتراض دوم

اعتراض میں جو حدیث لکھی گئی ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اتفاق اور اجماع امت کے بعد اجماع کو پارہ پارہ کرنے والے کے قتل کا حکم دیا ہے' حالانکہ یزید کی خلافت پر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اجماع نہیں ہوا اور نہ ان کی وفات کے بعد اجماع ہوا ہے تو ذکر کردہ حدیث سے استدلال جائز نہیں۔

جواب اعتراض سوم

اعتراض میں جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں خلیفتین کا لفظ آیا ہے۔ یزید پر خلیفہ کا لفظ بولنا صحیح نہیں' کیونکہ جس کی بادشاہی شرعی طریق سے وجود میں نہ آئی ہو اس کو واجب الاطاعت خلیفہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایک شخص شرعی طریق سے خلیفہ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد جو خلیفہ ہونے کا مدعی ہو اور لوگ اس کی بیعت کرنے لگیں تو مدعی خلافت کو قتل کر دیں گے۔ اگر دوسرے خلیفہ مدعی کی کسی نے بیعت نہیں کی تو اس کا قتل کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ اگر کسی خلیفہ برحق کی بیعت سے انکار کریں تو اس انکار کی وجہ سے ان کا قتل کرنا حرام ہے جب تک فساد اور رہزنی نہ کریں۔ اسی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ان خوارج کو قتل نہیں کیا جو حضرت علی کو خلیفہ نہیں مانتے تھے' پھر کچھ عرصہ کے بعد جب وہ افساد و رہزنی کرنے لگے تو پھر ان کو قتل کروا دیا گیا۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یزید شرعی خلیفہ نہیں تھا۔ اگر شرعی خلیفہ ہوتا تو دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا ضروری ہوتا' لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا' نہ یزید شرعی خلیفہ تھا اور نہ حضرت حسین پاک مدعی خلافت تھے۔ انہوں نے تو فقط یزید کی بیعت

کرنے سے انکار فرمایا تھا اور کوفہ میں جا کر اپنے ہم خیال لوگوں میں زندگی بسر فرمانا چاہتے تھے۔ اگر یزید شرعی خلیفہ ہوتا تو پھر بھی حضرت حسین پاک کو انکار بیعت کی وجہ سے قتل نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک ان سے افساد اور رہزنی صادر نہ ہو۔

اب بتایئے کہ حضرت حسین پاک کس افساد اور رہزنی کے مرتکب ہوئے اور کہاں کے لوگوں کا مال چھینا اور کن لوگوں کو قتل کیا تھا۔

بالفرض و التقدیر ہم حضرت حسین پاک کو مدعی خلافت مان لیں تو پھر بھی حضرت حسین پاک کو باغی قرار نہیں دے سکتے کیونکہ جب حضرت حسین پاک نے دعویٰ خلافت کیا اس وقت کوئی شرعی خلیفہ موجود نہیں تھا۔ اگر یزید موجود تھا تو ظالم اور متغلب تھا' شرعی خلیفہ نہیں تھا کیونکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کو نصب کیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی حرمت اجماعی ہے اس میں کسی امام یا عالم دین کا اختلاف نہیں۔ یزید کی حکومت کی بنا امر حرام پر ہوئی۔ ۔

خشت اول چونہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

باقی رہی یہ بات کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں ان کو مرتکب حرام کہنا جائز نہیں تو میں عرض کروں گا کہ صحابی گناہوں سے معصوم نہیں ہوتا۔ اہل السنۃ و الجماعۃ کا عقیدہ فقط اتنا ہے کہ صحابہ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ وہ اس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خصوصاً" معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی باتوں کا صدور عجیب نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے قاضی ماوردی کے حوالہ سے حکایت لکھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند چور لائے گئے تو انہوں نے سب کے ہاتھ کٹوا دیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک چور باقی رہ گیا تو اس چور نے تین شعر پڑھے جن میں امیرالمومنین سے معافی کی درخواست تھی اور اس بات کا اظہار تھا کہ اگر میرا ہاتھ کٹ گیا اور ہمیشہ کے لئے بائیں ہاتھ سے جدا ہو گیا تو جینے میں کوئی مزہ باقی نہیں رہے گا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں جب کہ تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ دیئے ہیں' تو چور

کی ماں نے کہا اے امیرالمومنین تو اس گناہ کو اپنے ان گناہوں میں ڈال دے جن سے تو آئندہ توبہ کرے گا تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چور کو سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا' تو اسلام میں یہ پہلی حد تھی جو ترک کی گئی (البدایتہ و النہایہ ص ۳۶۹/۸)

خلاصتہ المرام یہ ہے کہ یزید اگر نیکوکار ہوتا پھر بھی اس کی خلافت شرعا ناجائز ہوتی کیونکہ اس کی حکومت سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی عہد شکنی ہوئی اور عہد شکنی کسی حال میں جائز نہیں۔ تو جس کی خلافت امر حرام پر مبنی ہو اس کو امیرالمومنین کیونکر کر کہہ سکتے ہیں۔

اب یزید کا کردار اور اس کی حکومت کی کیفیت یزید کے صالح بیٹے معاویہ بن یزید سے سنئے جس کو یزید اپنا ولی عہد بنا کر مرا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق میں یزید کی موت کی تاریخ لکھنے کے بعد اس کے بیٹے کا مختصر حال لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

یزید اسی اپنے صالح بیٹے کو ولی عہد بنا کر مرا۔ وہ مسلسل بیمار رہا اور بیماری سے وفات پائی۔ وہ باہر نکل کر لوگوں کے پاس نہیں آیا اور نہ ان کو نماز پڑھائی اور نہ امور خلافت میں کوئی دخل دیا۔ اس کی خلافت کی مدت چالیس یوم تھی۔ بعض نے کہا کہ دو ماہ اور بعض نے کہا تین ماہ۔ اس نے اکیس برس کی عمر میں وفات پائی اور بعض نے کہا بیس سال کی عمر میں۔ اس کی نیکوکاری کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ وہ آغاز خلافت میں ممبر پر چڑھا اور کہا کہ یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک رسی ہے میرے دادا معاویہ نے خلیفہ برحق علی ابن ابی طالب کی بغاوت کی اور تم پر وہ بوجھ لادا جو تم کو معلوم ہے حتیٰ کہ میرے دادا کی موت آئی اب وہ قبر میں اپنے گناہوں میں پکڑا ہوا ہے۔ پھر میرا باپ خلیفہ بنایا گیا۔ وہ نااہل تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نواسے کی بغاوت کی تو اس کی عمر کٹ گئی اور نسل منقطع ہو گئی۔ اب وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں میں پکڑا ہوا ہے' پھر معاویہ رونے لگا اور کہا کہ سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ ہم نے اس کی بری موت دیکھی اور اس کے برے خاتمہ کا مشاہدہ کیا۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عترت کو

قتل کیا اور شراب کو جائز کہا اور کعبہ کی بربادی کی۔ میں نے خلافت کا مٹھاس نہیں چکھا اس لئے اس کی تلخی کو اپنے سر نہیں لیتا۔ تم جانو اور تمہاری خلافت جانے۔ اللہ کی قسم اگر دنیا اچھی ہے تو ہمیں اس کا کچھ حصہ ملا ہے اور اگر بری ہے تو ابوسفیان کی اولاد کیلئے یہ برائی کافی ہے جو انہوں نے دنیا حاصل کی' پھر معاویہ اپنے گھر میں چھپ گیا حتی کہ چالیس دنوں کے بعد وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنے باپ کے معاملہ میں انصاف کیا جس طرح بنوامیہ کے ایک صالح حکمران عمر بن عبدالعزیز نے انصاف کیا کہ یزید کو امیرالمومنین بتانے والے شخص کو بیس کوڑوں کی سزا دی۔ **انتہی کلامہ**

پوری امت مسلمہ کے علماء نے یزید کے ظالم اور فاسق ہونے کو اس لئے تسلیم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ۶۰ ہجری میں شروع ہونے والی حکومت کو ساری امت کی بربادی کا باعث فرمایا اور یہ فرمایا کہ ۶۰ ہجری کے بعد حکمران نمازوں کو ضائع کرنے والے اور شہوت پرست ہوں گے اور جہنم کے طبقہ غی میں داخل ہوں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ۶۰ ہجری کی حکومت کے گزند سے تمہیں بچائے اور حضرت حسین پاک کے کربلا میں شہید ہونے کی خبر دی اور فرمایا کہ جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسین کی نصرت کرے۔ حضرت ابوہریرہ عام لوگو میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ ہجری کی حکومت کا زمانہ نہ پائے تو ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ۵۹ ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

یزید کے ظالم اور متغلب ہونے اور حضرت حسین پاک کے مصیب ہونے کو متکلمین نے بیان کیا اور محدثین نے بحث کی اور مفسرین نے بھی اس مسئلہ کو حل کیا اور ائمہ مجتہدین نے بھی یزید کو ملعون کہا اور حضرت حسین پاک کو مجاہداعظم کہا۔ امت مسلمہ کے علماء اس مسئلہ پر متفق اس لئے ہوئے کہ یہ مسئلہ تاریخی نہیں ہے یہ عقائد اسلامیہ کا مسئلہ ہے جس کی توضیح قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ اگر کوئی مورخ یزید کا فسق و فجور بیان کرے تو وہ مورخ حدیث کی موافقت کر رہا ہے اس لئے ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو مورخ یزید کی براءت اور صلاح

نقل کرے تو اس کے اس قول کو مخالفت حدیث کی وجہ سے بے بنیاد قرار دیں گے یا یزید کے تکلف اور تصنع پر حمل کریں گے۔ حقیقت وہی ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبان درفشان نے بیان فرمایا۔

علماء میں سے فقط قاضی ابوبکر بن العربی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور حضرت حسین باغی تھے۔ وہ اپنے نانا پاک کے حکم کے مطابق قتل ہوئے۔ قاضی ابوبکر کے دلائل کا خلاصہ تین اعتراضوں کی صورت میں لکھ کر ان کا جواب لکھا جا چکا ہے۔ قاضی ابوبکر ایک مخبوط الحواس مغرور عالم تھا۔ اس کے بارہ میں علامہ نابلسی نے یوں تحریر فرمایا۔

" ومن مجازفات ابن العربی الفقیہ المالکی انہ افتی بقتل رجل عاب لبس الاحمر لانہ عاب لبستہ لبسہا صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم و قتل بفتیاہ کما ذکرہ فی المطامح - و ہذا تہور غریب و اقدام علی سفک دماء المسلمین عجیب و سیخا صمہ ہذا القتیل غدا و یبوء بالخزی من اعتدی و لیس ذلک باول تہورہ لہذا الفتیا و جراتہ و اقدامہ فقد الف کتابا فی شان مولانا الحسین رضی اللہ تعالی زعم فیہ ان یزید قتلہ بحق بسیف جدہ نعوذ باللہ من الخذلان "

(شرح الطریقتہ المحمدیہ جلد دوم ص ۵۳۳)

ترجمہ۔ "ابن العربی فقیہ مالکی کی ناموزوں باتوں سے ایک بات یہ ہے کہ ایک شخص نے سرخ لباس کو برا کہا تو اس ابن العربی مذکور نے اس شخص کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا کہ اس نے ایسے لباس کو برا کہا ہے جو لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پہنا ہے تو وہ شخص ابن عربی کے اس فتوے پر قتل کر دیا گیا اسی طرح المطامح میں مذکور ہے یہ انوکھی دلیری ہے اور مسلمانوں کی خونریزی پر عجیب اقدام ہے کل قیامت کے دن یہ مقتول اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرے گا اور تجاوز کرنے والا رسوا ہو گا۔ یہ ابن العربی کا فتویٰ اس کی پہلی جرات اور دلیری اور اقدام نہیں بلکہ اس نے ہماری مولیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک کتاب لکھی ہے کہ یزید نے ان کو جائز طور پر قتل کیا اور ان کے نانا کی تلوار سے ان

کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ خذلان سے بچائے۔"

قارئین کرام نے دیکھ لیا کہ پوری امت مسلمہ میں فقط یہ ایک عالم ہے جو یزید کا حامی ہے اور علماء امت اس کو مغرور اور مخبوط الحواس قرار دے رہے ہیں عنقریب دوسرے بعض علمائے کی رای بھی اس ابوبکر بن العربی مالکی کے بارہ میں آئندہ صفحات میں تحریر کی جائے گی۔ **واللہ المستعان**

اعتراض

بخاری شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ **اول جیش یغزو مد ینتہ قیصر مغفور لہم**۔ یعنی پہلا لشکر جو قسطنطنیہ کا جہاد کرے گا ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ مہلب نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ یزید خلیفہ برحق تھا کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کا سردار اور امیر تھا۔ اس لئے وہ بھی مغفورلہ ہوا۔ جب وہ مغفورلہ ہوا تو اس کا جنتی ہونا ثابت ہوگیا۔ تو جنتی کی خلافت کو کیونکر ناجائز کہا جا سکتا ہے۔

جواب

مہلب بنو امیہ کا فرد ہے وہ قومی تعصب کی بنا پر زبردستی سے یزید کو اس حدیث سے جنتی ثابت کر رہا ہے محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ نتیجہ نہیں نکالا بلکہ محدثین نے مہلب کے اس استنباط کو غلط قرار دیا ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم قال لاتمس النار مسلما رانی اورای من رانی۔ رواہ ترمذی۔(مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۵۴)

ترجمہ۔ "جابر نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔"

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اب ہم معترض سے پوچھیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی وفات کے بعد جو صحابہ مرتد ہو گئے تھے اور ارتداد کی وجہ سے قتل کئے گئے تھے کیا وہ دوزخ میں

میں داخل ہوں گے یا نہیں۔ تو معترض یقیناً" یہ جواب دے گا کہ وہ صحابہ مرتد ہو گئے تھے وہ جہنم میں ضرور جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں معذب رہیں گے پھر ہم اس سے پوچھیں گے کہ حدیث تو یہ بات بتا رہی ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی دوزخ میں نہیں جائے گا اور تم کہتے ہو کہ جو صحابہ مرتد ہوگئے وہ دوزخ میں ضرور داخل ہوں گے تو تمہارا فتویٰ حدیث کے خلاف ہوا۔ لامحالہ معترض حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرے گا اور کہے گا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی صحابی جس نے مرتے دم تک اپنی صحابیت کو محفوظ رکھا دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔ بخلاف ان صحابہ کے جو مرتد ہو گئے کہ انہوں نے مرتے دم تک اپنی صحابیت کو محفوظ نہیں رکھا' کہ اسلام کے فقدان سے صحابیت مفقود ہو گئی اس لئے وہ جہنم میں داخل ہوں گے اب ہم دیکھیں گے کہ مجاہدین قسطنطنیہ کو کن صفات کی بنا پر مغفور لہم کا انعام ملا۔ کیا ان صفات کو یزید نے مرتے دم تک محفوظ رکھا۔ اول جیش کے مجاہدین میں یہ صفات موجود تھے جن کی بنا پر ان کو یہ انعام ملا۔

شہنشاہ روم کے شہر پر حملہ کرنے والے سب اپنے حظوظ نفسانیہ کو ترک کرنے والے تھے۔ ان کا تقویٰ نہایت کامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کا جذبہ انتہائی عروج پر تھا کہ کفر کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرا گئے جس میں شہادت یا مشکلات کا سامنا یقینی امر تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے انتہائی محبت رکھتے تھے کہ ان کی زباں درفشان سے جو مغفور لہم کا وعدہ نکلا اس کو حاصل کر لینا ان کی آخری تمنا تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ان کا بڑا مقصد تھا شراب نوشی اور زنا کاری کا تخیل بھی ان کے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا۔ جفاکشی کو اپنا اولین فرض جانتے تھے۔ میدان جہاد میں بھی ان کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی تھی ۔ دن کو وہ شہ سوار نظر آتے تھے اور رات کو راہبوں سے بڑھ کر عبادت گزار بن جاتے تھے۔

یہ وہ صفات تھے جن کی بنا پر ان کو مغفور لہم کا تمغا ملا۔ اب ہم نے غور سے دیکھنا ہے کہ یزید نے ان صفات کو مرتے دم تک محفوظ رکھا۔ تو پھر یقیناً" وہ مغفور لہم ہے

ہے اور اگر اس نے ان صفات کو اپنی موت تک محفوظ نہیں رکھا اور ان سب کمالات کے خلاف اس کا عمل رہا تو اس حدیث سے احتجاج کرنے والے معترض کو اپنی جہالت پر رونا چاہیے بریں عقل ودانش بباید گریست

اب یزید کے عادات وخصائل سماعت فرمائیے۔ وہ حظوظ نفسانیہ کو ترک کرنے کی بجائے ہر قسم کی نفسانی خواہش کو پورا کرتا تھا اور تقوی کی بجائے فسق وفجور اس کی عادت بن گئے تھے۔ جان قربان کرنے کی بجائے اخیار اور ابرار کی جان ستانی اس کا مرغوب مشغلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی محبت کی بجائے نبوت کے گھرانے سے انتہائی عداوت رکھتا تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اکثر محبوبوں کو اس نے قتل کرایا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی رضا کو اپنا مقصد بنانے کی بجائے وہ سب کام کئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث تھے۔ جیسے اہل مدینہ کو قتل کرانا وغیرہ شراب نوشی اور زناکاری سے بچنے کی بجائے ان جرائم کا بے باکانہ ارتکاب کرتا۔ جفاکشی کی بجائے عیش وآرام کا دلدادہ تھا میدان جہاد میں نمازوں کو قائم رکھنے کی بجائے گھروں میں بھی نمازوں کا ضائع کرتا تھا۔ رات کی عبادت گزاری کی بجائے اس کی راتیں شراب نوشی اور زناکاری میں بسر ہوتیں۔ اکثر اس کی یہ عادتیں احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ امت مسلمہ کے سب محدثین۔ مفسرین۔ متکلمین۔ فقہا اس کے فسق وفجور پر متفق ہیں۔ البتہ بعض علماء نے اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے جب یزید نے مجاہدین قسطنطنیہ کے ان صفات کو ترک کر دیا جن کی بنا پر مغفور لہم کا وعدہ تھا اور موت تک ان صفات کو محفوظ نہیں رکھا تو اس کے لئے یہ وعدہ نہ رہا۔ اب اس کو مغفورلہ نہیں کہا جا سکتا۔

اگر بفرض محال ہم یزید کا مغفورلہ ہونا تسلیم کرلیں تو پھر بھی اس بات سے اس کا جنتی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ کسی خاص عمل کی بنا پر مغفورلہ ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عمل سے پہلے جس قدر گناہ کئے تھے وہ اس عمل کی وجہ سے معاف کر دیئے جائیں گے اس عمل صالح کے بعد جو گناہ کرے گا ان کی معافی کا کوئی وعدہ نہیں ۔ کیونکہ ایسا کوئی عمل صالح نہیں ہے جس کے کرنے کے بعد عامل کو ہر قسم کے گناہ

کرنے کی اجازت ہو۔

یزید نے اگر صدق و اخلاص سے قسطنطنیہ کے پہلے جہاد میں شرکت کی تو اس کے سابق گناہ بخش دیئے گئے۔ اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو جہاد کے بعد چھٹی ہوگئی کہ تم جس قسم کے گناہ آئندہ کرتے رہو گے وہ سب معاف ہوتے رہیں گے وہ جہاد معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یزید نے کیا تھا۔ پھر جب اس نے بادشاہی پر ناجائز قبضہ کیا اور اپنے دور میں وہ سب گناہ کئے جن کی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے خبر دی تھی تو یہ سب گناہ کس طرح معاف ہو سکتے ہیں۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ۶۰ھ کے بعد حکمران کے بدکردار اور جہنمی ہونے کی خبر دی ہے مورخین کا اولین جہاد قسطنطنیہ کے امیر جیش میں اختلاف ہے بعض مورخین نے یزید کا امیر جیش ہونا بیان کیا ہے اور بعض نے سفیان بن عوف کا امیر ہونا بیان کیا ہے ابن اثیر نے سفیان بن عوف کا امیر ہونا بیان کیا ہے اور یہ بات بھی بتا دی کہ اس جہاد میں یزید کی شرکت مجبوراً تھی اور سزا کے طور پر تھی۔ چنانچہ ابن اثیر کی عبارت درج ذیل ہے۔

وفی ھذا السنتہ وقیل سنتہ خمسین سیر معاویتہ جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاۃ وجعل علیھم سفیان بن عوف وامر ابنہ یزید بالغزاۃ معھم فتثاکل واعتل فامسک عنہ ابوہ فاصاب الناس فی غزاتھم جوع ومرض شدید فانشا یزید یقول

ع۔۔ مالن ابالی بمالاقت جمو عھم بالفر قدونتہ من حمی ومن حوم۔ اذااتکات علی الانماء مرتفعا بدیر مران عندی ام کلثوم۔

ام کلثوم امرئتہ وھی ابنتہ عبداللہ بن عامر فبلغ معاویتہ شعرہ فاقسم علیہ لیلحقہ بسفیان فی اوض الرومتہ لیصیبہ ما اصاب الناس (ابن اثیر جلد سوم ص ۱۹۷)

ترجمہ۔ ”اس سال میں اور بعض نے کہا ۵۰ھ میں معاویہ نے بلاد روم کی طرف جہاد کے لئے ایک بڑا لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر سفیان بن عوف کو بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے کئے تو معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس لشکر میں لوگوں پر بھوک اور بیماری کی مصیبت

آئی۔ تو یزید نے خوش ہو کر یہ شعر پڑھا"
"مجھے پروا نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار تنگی کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جب کہ میں مقام دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔"

"ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار معاویہ تک پہنچے تو قسم کھائی کہ اب میں یزید کو اس جہاد میں سفیان بن عوف کے پاس روم کی سر زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکر والوں کو مل رہا ہے۔"

یعنی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بے انتہائی عیش پرستی دیکھی تو یزید کو سزا کے طور پر لشکر میں بھیج دیا کہ وہاں جا کر اس کو مصائب کا حصہ ملے اور اس کی عیش پرستی کم ہو۔" یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۵۰ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا کوئی حملہ نہیں ہوا لہذا یہ پہلی لڑائی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے حقائق سے پردہ ہٹا دیا اور اصل بات کو بے نقاب کر دیا کہ قسطنطنیہ کا جہاد کرنے والا پہلا لشکر سفیان بن عوف کی ماتحتی میں چلا گیا۔ یزید اس میں موجود نہیں تھا۔ مسلمانوں پر بھوک اور سخت بیماری کے پہاڑ گر رہے تھے اور یزید دیر مران میں تعیش اور ام کلثوم سے ہم بستری کے مزے لے رہا تھا۔ پھر وہ سزا کے طور پر بھیجا گیا۔ اب کیا کوئی دانشمند یہ بات کر سکتا ہے کہ اس لشکر کے لئے جو مغفرت کا وعدہ ہے اس میں یزید بھی شریک ہے کیا مغفرت ان لوگوں کے لئے ہے جن پر مصائب والام کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں یا اس شخص کے لئے ہے جو سبزوشاداب مقام پر ہم بستری کے مزے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجھے ان مسلمان مجاہدین کے مصائب وشدائد کی کوئی پروا نہیں۔ انصار یزید میرے اس سوال کا جواب دیں۔ **الحمد للہ جاء الحق وزھق الباطل**۔ یزید کے بارہ میں علماء امت کا اختلاف ہے کہ یزید کافر تھا یا مسلمان فاسق۔ دونوں صورتوں میں اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں جو اختلاف نقل کیا ہے وہ ذیل میں تحریر ہے علماء کا ایک گروہ یزید کے کافر ہونے کا قائل

ہے جن میں ابن جوزی بھی ہے کیونکہ جب اس کے پاس حضرت حسین پاک کا سرلایا گیا تو زہری کے اشعار پڑھے جو اس نے غزوہ احد کے دن کہے تھے جن کا مطلع ہے۔ لیت اشیاخی ببدر شہدوا اور خر میں دو شعر اپنی طرف سے بڑھائے جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔ وہ دو شعر مولانا عبدالعزیز پر ہاروی نے شرح عقائد کی شرح نبراس میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

لعبت ہاشم بالملک فلا۔ جرجاء ولاوحی نزل۔ لست من خندف ان لم انتقم۔ من بنی احمد ما کان فعل

ترجمہ۔ "بنو ہاشم نے بادشاہی کو کھلونا بنایا۔ نہ جبریل آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔ میں نیکو کار نہیں ہوں اگر میں نے احمد کے بیٹوں سے احمد کے کام کا بدلہ نہ لیا۔

نبراس میں یزید کی دوسری رباعی بھی لکھی جو یزید کے کفر کی کھلی دلیل ہے۔ وہ یہ ہے۔

وشمتہ کرم برجہا قعر د نہا۔ ومطلعہا الساقی ومغربہا فمی۔ فان حرمت یوما علی دین احمد۔ فخذ ہا علی دین المسیح ابن مریم

ترجمہ "بہت سے خصائل کرم ہیں یعنی شراب کہ ان کا برج ان کے مٹکے کی گہرائی ہے اور ان کا مطلع ساقی ہے اور ان کی جائے غروب میرا منہ ہے اگر وہ کسی دن احمد کے دین میں حرام ہے تو تو اس کو مسیح ابن مریم کے دین سے لے۔ ذکر کردہ کلمات کفر کے علاوہ اور بھی یزید میں وجوہ کفر موجود تھے جن میں سے بڑی وجہ اہانت اہل بیت ہے۔ علماء کے دوسرے گروہ نے اس کے کفر کو غیر ثابت کہا اور اسے فاسق قرار دیا چنانچہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

وعلی القول بانہ مسلم فہو فاسق شریر' سکیر' جائز کما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم فقد اخرج ابویعلی فی مسندہ بسند لکنہ ضعیف عن ابی عبیدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم لایزال امرامتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیتہ یقال لہ یزید۔ واخرج الرویانی فی مسند عن ابی الدرداء قال سمعت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول اول من

یبدلہ رجل من بنی امیہ یقال لہ یزید۔ (صواعق ص ۲۲۱)

یزید کے مسلمان ہونے کے قول پر وہ فاسق اور شریر اور بدمست اور ظالم تھا جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبردی چنانچہ ابویعلی نے اپنے سند میں ضعیف مسند کے ساتھ ابوعبیدہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی خلافت عدل سے قائم رہے گی حتی کہ اس میں پہلا رخنہ ڈالنے والا بنو امیہ کا شخص جس کو یزید کہتے ہوں گے اور رویانی نے مسند میں ابوالدرداء سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنوامیہ سے ہوگا جس کو یزید کہتے ہوں گے۔ علامہ ابن حجر نے یہاں دو حدیثیں لکھی ہیں۔ پہلی حدیث کی سند کو ضعیف کہا اور دوسری حدیث پر کوئی اعتراض نہیں کیا جن حدیثوں میں یزید کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے ان میں اکثر کی سندیں ضعیف ہیں۔ لیکن کثرت طرق کی وجہ سے ان کا ضعف منجبر ہو جائے گا اور حدیث حسن لغیرہ بن جائے گی۔ علاوہ ازیں ان احادیث نے صحیح حدیث سے قوت حاصل کر لی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ قیامت تک ہونے والے ایسے فتنے جن کے شرکاء تین سو یا زیادہ افراد ہوں گے ان سب فتنوں کے قائدین کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبائل کے نام ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بتا دیے ہیں۔ تو لامحالہ یزید کا نام بھی بتایا ہو گا کیونکہ یہ بھی تو قائد فتنہ تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔

وبعد اتفاقھم علی فسقہ اختلفوا فی جواز لعنہ بخصوص اسمہ۔

سب علماء نے یزید کے فاسق ہونے پر متفق ہونے کے بعد اس بات میں اختلاف کیا کہ یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز کہا اس میں سے ابن جوزی بھی ہیں۔ ابن جوزی نے یہ بات اما احمد سے نقل کی ہے کیونکہ امام احمد یزید کے نام کے ساتھ علیہ اللعنۃ کا لفظ بولا کرتے تھے۔

ابن جوزی نے قاضی ابویعلی فراء سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کیا۔ صالح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ احمد بن جنبل سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کا دوست بتاتے ہیں تو میرے والد نے کہا کیا کوئی اللہ تعالیٰ سے ایمان رکھنے والا شخص یزید کا دوست بن سکتا ہے۔ ایسے شخص پر لعنت کیوں نہ کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہو۔ میں نے کہا کہ کہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے تو فرمایا کہ اس آیت میں۔

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعو ارحامكم۔ اولئک الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم

اے منافقو اور جہاد میں سستی کرنے والو کیا یہ بات قریب ہے کہ اگر تم مسلمانوں کے امور کے والی اور امیر بن جاؤ تو زمین میں فساد کرنے لگو گے اور رشتوں کو توڑنے لگو گے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کیااور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔ بعض مفسرین نے تولی کا معنی اعراض کیا ہے۔

قاضی ابویعلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے مستحقین لعنت بیان کئے ہیں اور یزید کو بھی مستحقین لعنت میں شمار کیاہے اور حدیث لکھی ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ظلم کے طور پر ڈرایا اسکو اللہ تعالیٰ ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کی یزید کے لشکر نے اہل مدینہ پر بے انتہا ظلم کئے اور ان پر خوف طاری کیا اور وقعہ الحرہ میں صحابہ کرام اور قران پاک کے قاری شہید کئے گئے۔ اور تین دن مسجد نبوی کا نظام جماعت معطل رہا۔ اور کتے مسجد نبوی میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کرتے رہے۔ اور بے شمار مظالم برسائے جن کا ذکر وقعہ الحرہ میں گزر چکاہے۔ (مسئلہ لعن یزید تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے)

عاصی معین پر لعنت کرنے کا مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ کسی فاسق کا نام لیکر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ وہ ذمی کافر ہو زندہ ہو یا

مردہ جس کا کفر پر مرنا یقینی نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ زندہ کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے اور توبہ پر مرے اور مردہ میں یہ بات ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ ہاں ان کافروں پر لعنت جائز ہے جن کا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے جیسے ابوجہل شیخ الاسلام سراج بلقینی نے عاصی معین پر لعنت کرنے کو جائز کہا ہے کیونکہ صحیحین کی حدیث ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہے پس وہ انکار کرتی ہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ اسی قول کی بنا پر یزید پر لعنت جائز ہے کہ اس میں اوصاف خبثیہ کثرت سے موجود تھے اور عمر بھر ان کا مرتکب رہا اور جو اس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ پر مظالم کئے وہ اس پر لعنت کرنے کے جواز کے لئے کافی ہیں۔

طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا یا اللہ جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے تو بھی اس کو ڈرا۔ اور ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کی نفل عبادت قبول ہوگی اور نہ فرض عبادت۔

اور سب سے بڑا جرم وہ ہے جو برتاؤ اس نے اہل بیت سے کیا اور حضرت حسین علی جدہ وعلیہ الصلوہ السلام کے قتل پر راضی ہوا اور اس پر خوش ہوا اور سب اہل بیت کی توہین کی۔ یہ سب باتیں متواتر المعنی ہیں اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار آحاد ہیں۔

حدیث میں ہے کہ چھے شخصوں پر میں نے لعنت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور ہر نبی مجاب الدعوۃ نے ان پر لعنت کی۔ کتاب اللہ کی تحریف کرنے والے پر۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والے پر۔ اور زبردستی اور تشدید سے بادشاہی حاصل کرنے والے پر جو عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذلیلوں کو عزت دے۔ اور حرم میں لڑائی حلال جاننے والے پر اور میرے اولاد کے ساتھ ظلم روا رکھنے والے پر اور میری سنت کو ترک کرنے والے پر۔

علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کافر ہونے کا یقین کیا اور اس پر صراحتہ لعنت کی۔ ان میں سے ناصرالسنہ ابن جوزی اور قاضی ابویعلی ہیں علامہ تفتازانی نے شرح

عقائد نسفی میں لکھا (جو تمام مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے) کہ ہم یزید کی شان میں توقف نہیں کرتے اور نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں یعنی اس کو یقینی کافر جانتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس کے سب مددگاروں پر بھی۔ یزید پر لعنت کی تصریح کرنے والوں میں سے علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں۔

تاریخ ابن وردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں ہے کہ جب قیدی عراق سے یزید کے پاس آئے تو یزید نے باہر نکل کر دیکھا کہ حضرت علی اور حضرت حسین کی ذریت کو قیدی بنا کر لایا جا رہا ہے جب یہ لوگ جیرون کی گھاٹی کی بلندی پر ظاہر ہوئے اور شہداء کے سر نیزوں پر اٹھائے ہوئے تھے تو یزید نے دور سے ان کو دیکھا۔ یزید کے دیکھنے کے وقت ایک کوا بھی بولا۔ تو یزید نے یہ شعر کہے۔

لمابدت تلک الحمول و اشرفت ۔ تلک الرئوس علی شفا جیرون

نعب الغراب فقلت قل اولاتقل۔ فقد ا قتضیت من الرسول دیونی

ترجمہ۔ جب وہ قافلے ظاہر ہوئے اور وہ سر جیرون کے کنارہ پر بلند ہوئے۔ تو کوا بولا۔ پس میں نے اسے کہا تو کہہ یا نہ کہہ۔ میں نے رسول کے سب قرضے اتار دیئے ہیں۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بدر کے دن اس کے نانا عتبہ اور اس کے ماموں عتبہ کے بیٹے وغیرھما کو قتل کیا تھا تو اب وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول کی آل کو قتل کرکے جنگ بدر والے سب قرضے اتار دیئے ہیں یہ صریح کفر ہے۔ جب یہ بات صحیح طور پر اس سے ثابت ہوگئی تو اس کی وجہ سے کافر بن گیا۔

اس طرح عبداللہ بن زبعری کے اشعار بھی اس نے مسلمان ہونے سے پہلے کہے تھے۔ لیت اشیاخی الخ یہ اشعار بھی کفر پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام غزالی کو معاف فرمائے کہ انہوں نے یزید پر لعنت کرنے کو حرام کہا ہے۔ یہاں تک تو تفسیر روح کی عبارت کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ اب روح المعانی کے بعض اقتباسات بعینہا لکھے جاتے ہیں تاکہ ایمان والوں کا ایمان تازہ ہو اور اہل زیغ کا غیظ بڑھے۔

ابوبکر بن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالی مایستحقہ اعظم الفریتہ فزعم ان

الحسین قتل بسیف جدہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولہ من الجہلتہ موافقون علی ذ لک (کبرت کلمتہ تخرج من افواھہم ان یقولون الا کذبا)

ابوبکر بن عربی مالکی نے اس پر اللہ تعالی کی طرف سے وہ چیز نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے بہت بڑا بہتان باندھا اور فاسد خیال اپنے ذہن میں پیدا کیا کہ حسین اپنے جد صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کی تلوار سے قتل کیا گیا یعنی ان کے حکم سے مارا گیا اور بعض جاہل اس کے اس بہتان میں اس کے موافق ہیں۔ (وہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہوں سے نکل رہی ہے وہ فقط جھوٹ بک رہے ہیں)

قال ابن الجوزی علیہ الرحمتہ فی کتابہ السر المصون من الاعتقادات العامتہ التی غلبت علی جماعتہ منتسبین الی السنتہ ان یقولوا۔ ان یزید کان علی الصواب وان الحسین رضی اللہ تعالی عنہ اخطا فی الخروج علیہ ولو نظروا فی السیر لعلموا کیف عقدت لہ البیعتہ والزم الناس بہاولقد فعل فی ذ لک کل قبیح۔ ثم لو قدرنا صحتہ عقد البیعتہ فقد بدت منہ بواد کلہا تو جب فسخ العقد۔ ولا یمیل الی ذ لک الا کل جاہل عامی المذہب یظن انہ یغیظ بذ لک الرافضتہ بذا۔

ترجمہ۔ "ابن جوزی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب السر المصون میں فرمایا بعض عامی اعتقادات ایسے ہیں جو ایک ایسی جماعت پر غالب آ گئے ہیں جو اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں وہ یہ بات کہتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر خروج کی غلطی کی اگر یہ لوگ سیر کی کتابوں کو دیکھیں تو ان کو پتہ چل جائے کہ کس طرح اس کی بیعت کا عقد ہوا اور لوگ اس پر مجبور ہو گئے اسی معاملہ میں اس نے ہر برا کام کیا۔ اگر ہم اس کی بیعت کے انعقاد کو صحیح مان لیں تو پھر بھی اس سے جرائم سرزد ہوئے جو فسخ بیعت کا موجب تھے اس اعتقاد کی طرف تو فقط جاہل عامی المذہب مائل ہوتے ہیں وہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم اس بات سے شیعوں کو غصہ دلا رہے ہیں اس بات کو خوب سمجھ لو۔

ویعلم من جمیع ماذ کر اختلاف الناس فی امرہ فمنہم من یقول ہو مسلم عاص بما صدر منہ مع العترہ الطاہرۃ لکن لایجوز لعنہ ومنہم من یقول ہو کذ لک و یجوز

لعنہ مع الکراھۃ اور بد ونہا ومنہم من یقولؔ ہو کافر معلون و منہم من یقول انہ لم یعص بذلک ولا یجوز لعنہ وقائل ہذا ینبغی ان ینظم فی سلسلہ انصار یزید

"مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ یزید کے بارہ میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض اس کو عترہ طاہرہ پر ظلم کرنے کی وجہ سے گناہ گار کہتے ہیں اور اس پر لعنت کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض اس کو گناہ گار کہتے ہیں اور اس پر لعنت کرنے کو مع الکراتہ یا بدون الکراہتہ جائز کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ملعون ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عترہ طاہرہ کو قتل کرنے سے گناہ گار نہیں ہوا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اس آخری قول کے قائل کو انصار یزید میں شمار کرنا چاہئے"۔

اب مصنف تفسیر روح المعانی اپنی رای تحریر فرماتے ہیں ان کی رای ایسی ہوتی ہے کہ روئے زمین کے علماء ان کی رای کو نظر تحسین سے دیکھتے ہیں۔

وانا اقول۔الذی یغلب علی ظنی ان الخبیث لم یکن مصدقا برسالتہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم وان مجموع مافعل مع اہل حرم اللہ تعال واہل حرم نبیہ علیہ الصلوۃ والسلام وعترتہ الطیبن الطاہرین فی الحیاہ وبعد الممات وما صدر منہ من المخازی لیس باضعف دلالتہ علی عدم تصدیقہ من القاء درقتہ من المصحف الشریف فی قذ ر۔ولا اظن ان امرہ کان خافیا علی اجلتہ المسلمین اذ ذاک ولکن کانو مغلوبین مقہورین لم یسعہم الاالصبر لیقضی اللہ امرا کان مفعولا۔ ولو مسلما" ان الخبث کان سلم فہومسلم جمع من الکبائر مالا یحیط بہ نطاق البیان۔ وانااذھب الی جواز لعن مثلہ علی التعیین ولو لم یتصور ان یکون لہ مثل من الفاسقین والظاہر انہ لم یتب۔ واحتمال توبتہ اضعف من احتمال ایمانہ۔ ویلحق بہ ابن زیاد وابن سعد وجماعتہ۔ فلعنتہ اللہ عزوجل علیہم اجمعین۔ وعلی انصارھم واعوانہم وشیعتہم ومن مال الیہم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبد اللہ الحسین و یعجبنی قول شاعر العصر ذی الفضل الجلی عبد الباقی الفدی العمری الموصلی وقد سئل عن لعن یزید اللعین۔

ع۔ یزید علی لعنی عریض جنابہ فاغدوبہ طول المدی العن اللعنا۔

میں کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ خبیث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی رسالت کو سچا نہیں جانتا تھا۔ اور اس نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حرم والوں سے اور اس کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حرم والوں سے اور آپ کی اولاد سے کیا جو زندگی میں بھی پاک ہیں اور موت کے بعد بھی پاک ہیں اس کے کاموں کا مجموعہ اس کے کفر پر دلالت کرنے میں اس بات سے کم نہیں کہ قرآن مجید کے ورق کو گندگی میں ڈال دیا جائے۔

یعنی یزید کے یہ افعال کفر نہیں کفر کی علامت ضرور ہیں جس طرح قرآن مجید کے ورق کو گندگی میں ڈال دینا کفر نہیں کفر کی علامت ہے۔

میرا خیال یہ نہیں کہ یزید کا کردار بڑے جلیل القدر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ لوگ مغلوب اور مقہور تھے۔ صبر کے بغیر اور کچھ نہیں کر سکتے تھے تاکہ جو بات مقدر تھی وہ ظہور میں آئے۔ اگر مان لیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا تو ایسا مسلمان جس میں سب کبیرہ گناہ جمع تھے کہ ان گناہوں کو قوہ بیانیہ محیط نہیں ہو سکتی۔ میرے نزدیک اس جیسے پر لعنت علی تعیین جائز ہے اگرچہ اس جیسا فاسق اور کوئی نہیں پایا گیا۔ ظاہر امر یہ ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی' اس کی توبہ کا احتمال اس کے مومن ہونے کے احتمال سے بھی کمزور ہے ابن زیاد اور ابن سعد اور س کی جماعت بھی اس کے شریک ہیں۔ اللہ عزوجل ان سب پر لعنت کرے اور ان کے مددگاروں پر بھی اور ان کے گروہ پر بھی اور جو قیامت تک ان کی طرف مائل ہوں ان سب پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جب تک ابوعبداللہ حسین پر کوئی آنکھ روئے۔ مجھے **شاعر العصر ذوالفضل عبد الباقی الندی العمری الموصلی** کا شعر بہت پسند ہے جو انہوں نے یزید لعین پر لعنت کرنے کے سوال کے جواب میں کہا تھا۔

ع۔ جناب یزید میری لعنت کے لئے بچھا ہوا ہے۔ میں اس پر زمانہ کی درازی تک بے شمار لعنتیں کر رہا ہوں۔ صاحب روح المعانی اپنے اس محققانہ فیصلے کی بعد ان محتاط لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں جو نام لیکر لعنت کرنے کو ناجائز جانتے ہیں۔

من کان یخشی القال والقیل من التصریح بلعن ذلک الضلیل فلیقل لعن اللہ

عزوجل من رضی بقتل الحسین ومن اذی عترہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم بغیر حق ومن غصبہم حقہم فانہ یکون لاعنالہ لدخولہ تحت العموم دخولا اولیا فی نفس الامر۔ ولا یخالف احد فی جواز اللعن بہذہ الالفاظ ونحوہا سوی ابن العربی الماوذ کرہ وموافقیہ فانہم علی ظاہر مانقل عنہم لایجوزون لعن من رضی بقتل الحسین رضی اللہ تعالی عنہ۔ ذلک لعمری ہوا الضلال البعید الذی یکادیزید علی ضلال یزید۔ (روح المعانی۔ الجز السادس والعشرون صفحہ ۷۲۔۷۳۔۷۲)

جو شخص اس گمراہ پر صریح کلمات سے لعنت کرنے سے ڈرتا ہے تو وہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو قتل حسین پر راضی ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عترت کو ناحق دکھ دیا اور ان کا حق چھینا۔ یہ بات کہنے والا یزید کو لعنت کرنے والا ہے کیونکہ وہ درحقیقت اس عموم میں سب سے پہلے داخل ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے لعنت کرنے کے جواز میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں سوائے ابن العربی مذکور اور اس کے موافقین کے کہ وہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر راضی لوگوں پر لعنت کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ ایسی بعید گمراہی ہے جو تقریباً" یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔

اعتراض

عن ابن عمرانہ لما خلع اہل المدینتہ یزید جمع حشمہ وولد ہ وقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم یقول ینصب لکل غادر لواء۔ یوم القیامتہ وا نااقد بایعنا ہذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ وانی الا اعلم غدرا اعظم من ان نبایع رجلا علی بیع اللہ ورسولہ ثم ننصب لہ القتال۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ ۔" جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو ابن عمر نے اپنی اولاد کو اور اپنے غلاموں کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کا جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور ہم اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کر چکے ہیں اور اس سے بڑی عہد شکنی اور کوئی نہیں جانتا کہ ہم ایک شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کریں۔ پھر اس سے

لڑیں۔"

بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر یزید کی بیعت کو اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کا نام دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ اس لئے حضرت حسین پاک کا خروج ناجائز ثابت ہوا

جواب

حضرت ابن عمر اور حضرت حسین پاک کی صورتیں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عمر تو یزید کی بیعت کر چکے تھے پھر اس بیعت کو توڑنے اور اس سے لڑنے کو ناجائز قرار دے رہے ہیں کہ یہ عہد شکنی ہے اس کے برخلاف حضرت حسین پاک نے تو روز اول سے یزید کو خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا۔ حضرت حسین پاک کے لڑنے کو عہد شکنی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انہوں نے تو کوئی ایسا عہد کیا ہی نہیں تھا جس کے توڑنے یا نہ توڑنے کا سوال پیدا ہوا۔

باقی حضرت ابن عمر کا یزید کی بیعت کو اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کہنا تو اس کی وجہ یہ ہے حضرت ابن عمر گوشہ نشین عابد تھے۔ وہ کسی کی غیبت نہیں سنتے تھے ان کو یزید کے فسق وفجور کا تفصیلی علم نہیں تھا اس لئے یزید کو خلیفہ برحق مان رہے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو یزید کی خباثتیں معلوم ہوں لیکن بیعت کر بیٹھنے کے بعد خلع کو ناجائز جانتے ہوں کیونکہ آپ مجتہد تھے مجتہد مصیب بھی ہوتا ہے اور مخطئی بھی۔ الحمدللہ یہ رسالہ پنجتن پاک مکمل ہوگیا بعض نام نہاد اہل سنت نے خیال کیا کہ لفظ پنجتن پاک روافض کی اختراع ہے۔ انہوں نے اس کا رد عمل یوں کیا کہ سب تن پاک کا لفظ صحابہ کرام بلکہ تمام مسلمین کے لئے تجویز کیا۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ لفظ پنجتن پاک روافض کی اختراع نہیں بلکہ اہل سنت کی اصطلاح ہے جو حدیث سے لی گئی ہے۔ وہ حدیث آیت تطہیر کی تشریح میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھی جا چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا یہ آیت پانچ شخصوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ میرے بارہ میں اور علی وفاطمہ وحسن وحسین کے بارہ میں اور یہ اصطلاح آپ کے عمل سے لی گئی ہے۔ کہ آپ نے جو کساء پہنا تھا اس میں

علی وفاطمہ وحسن وحسین کو بھی داخل فرمایا اور آیت تطہیر پڑھ کر دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو ہر قسم کے رجس سے دور رکھ اور ان کو ہمیشہ کے لئے پاک کر دے۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ پنجتن پاک کے لفظ کے مقابلہ میں سب تن پاک بولنا مناسب ہے یا نہیں ؟۔ بندہ کی دانست میں یہ بات ہے کہ سب تن پاک کا لفظ بولنا نہایت ہی ناموزون اور نامناسب ہے کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سب مسلمان پاک ہیں۔ اس میں پنجتن پاک کی کیا خصوصیت ہے۔

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے حسن کے حیران کن واقعات سنے اور یہ سننے والا سیاہ رنگ بدصورت اور بدبو دار ہے۔ جب اس نے حضرت یوسف کے حسن کی سب داستانیں سنیں تو کہنے لگا کہ حضرت یوسف حسین تھے تو ہم بھی احسن ہیں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ کہ ہم نے ہر انسان کو بہت خوبصورت بناوٹ سے پیدا کیا۔

تو اس سیاہ رنگ بدصورت بدبودار انسان کی عادت ہوگئی کہ جب کوئی شخص یوسف کو حسین کہتا تو وہ بولتا سب انسان احسن ہیں۔ اب بتایئے کہ اس بد شکل کی یہ بات کہاں تک درست ہے۔ اس بدشکل کو ہر ذی شعور ملامت کرے گا۔ اے ناداں بات تو بے مثال حسن کی ہو رہی ہے۔ اور تم عام حسن کی طرف جا رہے ہو۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسی طرح سب تن پاک کا نعرہ بلند کرنے والے حضرات سے مئودبانہ عرض کریں گے کہ حضرت بات تو بے مثال طہارت کی ہو رہی ہے کہ وہ پنجتن پاک کو حاصل ہے لیکن آپ تو عام طہارت کی بات کر رہے ہیں جس میں سب فاسق اور فاجر بھی شریک ہیں۔

اللّٰہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ آمین۔

صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سید نا محمد والہ الطیبن الطاہرین وبارک وسلم تسلیما کثیرا (۲۱ صفر ۱۴۰۸ھ)

عبدالرزاق ہاشمی فیضی

ساکن اللہ آباد۔ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان